مُسلمان خاندان

اِسلام کی آغوش میں

عُلمائے عرب و عجم کے فتاویٰ جات کی
روشنی میں خاندانی مسائل کا بہترین حل

ترجمہ، ترتیب و فوائد

مُحمّد اختر صدِّیق

مکتبہ اسلامیہ

مسلمان خاندان اسلام کی آغوش میں

علمائے عرب و عجم کے فتاویٰ جات کی روشنی میں، خاندانی مسائل کا بہترین حل

ترتیب

محمد اختر صدیق

مکتبہ اسلامیہ

نام کتاب ---------- مسلمان خاندان اسلام کی آغوش میں

ترتیب ---------- محمد اختر صدیق

ناشر ---------- محمد سرور عاصم

اشاعت ---------- فروری 2012ء

قیمت ----------

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹ ... جے ماڈل ٹاؤن - لاہور
نمبر ....

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 042-37244973

بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد - پاکستان فون: 041-2631204, 2034256

E-mail:maktabaislamiapk@gmail.com

فہرست مضامین

(ا) شروطِ نکاح

(۲) مباحاتِ نکاح

(۳) میاں بیوی کے حقوق

(۴) طلاق کا بیان

(۵) عدت

(٦) پرورش کا حق

(۷) تعدادِ ازواج

(۸) ظہار

(۹) خلع کا بیان

(۱۰) رضاعت

(۱۱) وراثت

عرضِ ناشر

انسان طبعی طور پر دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہنا پسند کرتا ہے اور اکیلا زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ دنیا کا کوئی بھی معاشرہ چاہے بڑا ہو یا چھوٹا مختلف انسانی کرداروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ جس میں ہر انسان اپنے اہل وعیال، ماں باپ، عزیز واقارب اور دوست واحباب کے ساتھ شب و روز بسر کرتا ہے تاکہ مصائب ومشکلات میں ایک دوسرے کا تعاون اور فرحت وسرور کے لمحات میں ایک دوسرے کی خوشیوں میں شامل ہو کر اجتماعی زندگی کا لطف اٹھایا جا سکے۔ کوئی انسان تن تنہا خوش بختی اور کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔

افراد سے خاندان تشکیل پاتا ہے اور خاندانوں سے معاشرہ معرضِ وجود میں آتا ہے۔ ایک اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے اسلامی خاندانوں کا وجود بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ اسلامی خاندانی نظام کے تحت شریعت نے خاندان کے سربراہ کو اپنے ماتحت افراد کا نگران مقرر کیا ہے، جس سے اس کی ذمہ داری کے متعلق سوال کیا جائے گا اور ماتحت افراد سے بھی ان کے حقوق وفرائض کا حساب وکتاب لیا جائے گا۔

حقوق وفرائض کی ادائیگی اور اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآء ہوتے ہوئے کئی قسم کی پیچیدگیاں اور مشکلات جنم لیتی ہیں اور بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جن کا حل شریعت نے انتہائی احسن انداز میں پیش کیا ہے، مگر ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم شرعی تعلیمات سے آگاہی نہ رکھنے کی بناء پر ان کا صحیح حل تلاش کرنے اور دینی تعلیمات کی روشنی میں افرادِ خانہ کی رہنمائی سے قاصر رہتے ہیں۔

یہ کتاب اس لحاظ سے انتہائی اہم ہے کہ اس میں علمائے عرب وعجم کے فتاویٰ جات کی روشنی میں خاندانی مسائل کا حل خوبصورت پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ عربی فتاویٰ جات کا ترجمہ برادرم محمد اختر صدیق نے کیا ہے اور کتاب کو ترتیب بھی انہوں نے ہی دیا ہے۔ اس

میں نکاح کی شروط، اولاد کی تربیت، میاں بیوی کے حقوق، والدین کی خدمت و اطاعت، خاندانی مشکلات، ازدواجی زندگی کے مسائل، طلاق، خلع، عدت، ظہار اور وراثت کے متعلق فتاوی جات ذکر کیے گئے ہیں، جن کی روشنی میں ایک مضبوط اسلامی خاندانی نظام استوار کیا جا سکتا ہے۔

ہم اس کتاب کو طبع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ حسبِ روایت علمی، تحقیقی اور طباعتی معیار کو قائم رکھا جائے۔ اس کتاب میں شامل فتاوی جات میں سے بہت سے سوال و جواب ہفت روزہ غزوہ، ہفت روزہ جرار اور دیگر دینی مجلّات اور اخباروں کی زینت بن چکے ہیں۔ قارئین کی دلچسپی اور افادۂ عام کے پیشِ نظر ہم ان کو کتابی شکل میں شائع کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو خاندانی مشکلات کے حل میں معاون اور رہنما بنائے اور اسے میرے لیے، میرے والدین، اساتذہ اور رفقائے کار کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

محمد سرور عاصم

عرضِ مترجم

الحمد لله رب العالمين والصلوٰۃ والسلام علی أشرف الأنبیاء والمرسلین نبینا محمد و علی اله و أصحابه أجمعین ...... أما بعد

یقیناً شریعت کی نظر میں نکاح کی گرہ انتہائی اہم ہے اور اس کی اہمیت واضح ہے کیونکہ اسی کی بنا پر مسلمان گھرانہ تشکیل پاتا ہے اور نسل انسانی کی بقاء کا سلسلہ قائم و دائم رہتا ہے۔ اسلامی خاندان میں صالح مرد اور باحیاء عورتیں جنم لیتی ہیں جو اسلامی معاشرہ کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایک اخباری رپورٹ کے مطابق اسلام کا مضبوط خاندانی نظام جو کہ مسلمان ملکوں میں اسلامی اقدار کی بناء پر موجود ہے بے شمار سماجی اور معاشرتی برائیوں سے بچاؤ کا ذریعہ اور بہت سی پریشانیوں کا حل ہے۔ (نوائے وقت، ۱۵ مئی ۲۰۱۱)

شرعی تعلیمات پر غور کرنے والا بڑی آسانی کے ساتھ اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ دین اسلام نے بے شمار ایسے احکام کی وضاحت فرمائی ہے جن کا تعلق خاندان سے ہے تا کہ ان پر عمل پیرا ہو کر ایک مضبوط خاندانی نظام استوار کیا جا سکے اور ایسے امور سے اجتناب کیا جا سکے جو خاندان کی جڑوں کو کھوکھلا اور کمزور کرنے کا باعث ہیں۔

اس وقت دنیا تہذیبوں کے تصادم سے دوچار ہونے کا منظر دیکھ رہی ہے اور اسی تناظر میں یورپی منصوبہ ساز اسلامی خاندان کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی مذموم کوششوں میں مصروف ہیں اور دن رات اپنے شیطانی منصوبوں کو پروان چڑھانے کی سازشیں کر رہے ہیں۔ وہ اسلامی ممالک میں ایسا مادر پدر آزاد معاشرہ دیکھنا چاہتے ہیں جس کا ایک ایک فرد فحاشی، عریانی اور بے حیائی کی غلاظت میں لتھڑا ہوا ہو اور اسلامی خاندان کے سنہری اصولوں

سے یکسر نابلد ہو۔ خاوند نام کا مسلمان ہو مگر اسے اپنی بیوی کے حقوق کا خیال نہ ہو۔ بیوی کا نام تو اسلامی ہو مگر وہ اپنے خاوند کی اطاعت، عزت اور خدمت سے عاری ہو۔ باپ کہنے کو تو مسلمان ہو مگر اسے اپنی ذمہ داریوں کا قطعاً علم نہ ہو، ماں بھی مسلمان ہونے کا دعویٰ تو کرتی ہو مگر اسے اپنی عظمت، مقام و مرتبہ اور ذمہ داریوں کا کوئی احساس نہ ہو۔

اسی طرح اولاد بھی مسلمان پیدا تو ہو مگر اسے اسلامی تعلیم و تربیت اور والدین کی خدمت سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔ یقیناً مسلمانوں کی اسلامی تعلیمات سے جہالت اور دوری یورپین شیاطین کی ابلیسی سوچ کو مضبوط کرنے اور ان کے اہداف کی تکمیل کا باعث ہے۔ اگر ہم اسلامی خاندانی نظام کے اصولوں سے واقف ہوں اور خاندان کا ہر فرد اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہو اور اپنے حقوق و فرائض کا دائرہ کار اچھی طرح سمجھتا ہو تو ہمارا مضبوط خاندانی نظام ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی بھی کمزور نہ پڑ سکے گا، ورنہ ہم بھی تباہی کے اس غار میں اوندھے منہ جا گریں گے جس سے نکلنے کے لیے آج یورپ ہاتھ پاؤں مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ مسلمانوں کے خاندانی نظام کو دیکھ کر برطانیہ کے سابق وزیراعظم ٹونی بلیئر کو کہنا پڑا کہ اسے مسلمانوں کا نظام زکوٰۃ اور مضبوط خاندانی نظام بہت پسند ہے۔ (نوائے وقت، ۱۵ مئی ۲۰۱۱)

یورپ مسلم ممالک میں خاندانی نظام کو توڑنے اور فحاشی کو عام کرنے کے لیے کیوں کوشاں ہے؟ اس سوال کا جواب انتہائی آسان ہے۔ 1991ء میں امریکی کالم نگار بین وائن برگ نے اپنی کتاب ''پہلی عالمی قوم'' میں وضاحت کی ہے کہ آیندہ چند برسوں کے اندر دنیا میں مسلمانوں کا اثر و رسوخ پھیل جائے گا اور اس کی بہت سی وجوہات ہیں جن میں سے ایک مسلمانوں کا شادی کرنے کے بعد زیادہ بچے پیدا کرنا ہے، دنیا بھر میں مسلمانوں کی آبادی میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ [تکبیر 30 مئی 1996ء]

مزید براں یہ بھی کہا گیا کہ مسلمانوں کی آبادی کو فقط خانہ جنگی، سیاست اور فیملی پلاننگ کے ذریعے ہی روکا جا سکتا ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ یورپ مسلمانوں کے فطرتی خاندانی نظام تباہ کر کے مسلم ممالک کی آبادی کو روکنا چاہتا ہے اور اس کے لیے بے پناہ وسائل اور بھاری رقوم مختص کر رہا ہے جبکہ خود آبادی بڑھانے کی فکر میں سرگرداں ہے۔ کوریا نے 2008ء میں

آبادی میں اضافے کے لیے 10 ارب ڈالر خرچ کرنے کا اعلان کیا۔صدارتی کمیٹی برائے رہجنگ سوسائٹی اینڈ پاپولیشن پالیسی نے شرح پیدائش میں اضافہ کے لیے 10.7 ٹریلین کورین وان کی رقم مختص کرنے کا اعلان کیا۔سنگاپور نے گزشتہ چند برسوں سے آبادی میں اضافہ کے لیے کوششیں تیز کررکھی ہیں۔[انڈی پنڈنٹ 24 جنوری 2008ء] بعض یورپی ممالک نے زیادہ بچے پیدا کرنے پر باقاعدہ انعام مقرر کررکھے ہیں۔

یورپ اس خطرہ کو بھانپ چکا ہے جو اسے تباہی کی صورت میں اپنے سر پر منڈلاتا نظر آرہا ہے۔نیوزویک کی ایک رپورٹ کے مطابق یورپ میں زنا کاری کی شرح خطرناک حد تک بڑھ چکی ہے اور بن بیاہی ماؤں کی کثرت نے خاندانی اقدار کی دھجیاں بکھیر دی ہیں، پھر اخبار نے مختلف یورپی ممالک میں زنا اور بن بیاہی ماؤں کا تناسب مندرجہ ذیل اعداد وشمار کی صورت میں شائع کیا ہے:

1) سویڈن: 50فیصد
2) ڈنمارک: 47فیصد
3) ناروے: 46فیصد
4) فرانس: 35فیصد
5) فن لینڈ: 31فیصد
6) امریکہ: 30فیصد
7) آئرلینڈ: 20فیصد
8) پرتگال: 20فیصد

اس کے علاوہ کئی یورپی ممالک میں یہ تناسب 15 سے لے کر 20 فیصد ہے۔برطانیہ اور امریکہ کے تعلیمی اداروں میں زنا کی کثرت ہے اور بن بیاہی طالبات کا تناسب مخلوط تعلیمی اداروں میں 50 فیصد سے بھی زیادہ ہے۔شاید اسی لیے ۱۹۹۴ میں یورپ کے بعض دانشوروں نے ۱۵ مئی کو ''خاندان کا عالمی دن'' منانے کی ضرورت محسوس کی اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرنا شروع کیا۔

اے مسلمان والدین، اے مسلمان نوجوان بھائیو، اے مسلمان نوجوان بہنو، اے مسلمان ذی شعور ضعیف العمر بزرگو! یورپ یہی غلاظت ہمارے سروں پر تھوپنا چاہتا ہے۔ اللہ کے لیے حقیقت کا ادراک کرو اور اسلامی خاندانی نظام کو قرآن وحدیث کی سنہری تعلیمات کی روشنی میں مضبوط سے مضبوط تر بناؤ، اور رسول کریم ﷺ کے فرمان مبارک کو ہمیشہ یاد رکھو ((کل مولود یولد علی الفطرة فأبواه یهودانه أو ینصرانه أو یمجسانه)) ''ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے والدین یا تو اسے یہودی بنا دیتے ہیں یا عیسائی بنا دیتے ہیں یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ [1] ورنہ

ع تمہاری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں

شریعت خاندانی نظام کو مضبوط اور بامقصد بنانے کے لیے زوجین (میاں بیوی) کو مندرجہ ذیل امور کی تلقین کرتی ہے۔

① شریعت نے خاوندوں کو حکم دیا ہے کہ ''اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور حسن اخلاق کے ساتھ پیش آئیں'' ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ [2]

''ان کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی گزارو، گو تم انہیں ناپسند کرو، لیکن بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ ﷻ اس میں بہت زیادہ بھلائی کر دے۔''

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((خیرکم خیرکم لاهله وأنا خیرکم لأهلی)) [3]

''تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں سے اچھا سلوک کرے اور میں تم سب سے زیادہ اپنے گھر والوں سے اچھا سلوک کرنے والا ہوں۔''

---

[1] بخاری، باب ما قیل فی اولاد المشرکین: ۱۳۸۵۔ [2] ٤/ النساء: ۱۹۔
[3] سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب حسن معاشرة النساء: ۱۹۷۷۔

اور فرمایا:

((واستوصوا بالنساء خيرا فانهن خلقن من ضلع وان أعوج ما في الضلع أعلاه، فان ذهبت تقيمه كسرته و ان تركته لم يزل أعوج فاستوصوا بالنساء خيرا)) 1

''اور میں تمہیں عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی میں سب سے زیادہ ٹیڑھا اوپر والا حصہ ہوتا ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ ڈالو گے اور اگر اسے چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی ہی رہ جائے گی۔ اس لیے میں تمہیں عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔''

② اللہ رب العزت نے عورتوں کو مردوں کی اطاعت کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ ان پر نگران ہیں اور اللہ نے ہی بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ ﴾ 2

''مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں، پس فرمانبردار عورتیں خاوند کی عدم موجودگی میں بحفاظت الٰہی نگہداشت رکھنے والیاں ہیں۔''

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اذا صلت المرأة خمسها وصامت شهرها وحفظت فرجها وأطاعت زوجها قيل لها ادخلي الجنة من أى أبواب الجنة شئت)) 3

1 صحيح بخاری، كتاب النكاح، باب الوصاة بالنساء: ٥١٨٦۔ 2 ٤/ النساء: ٣٤۔
3 مسند احمد، باب مسند العشرة المبشرين بالجنة، حديث عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ: ١٦٦٤۔

''جب کوئی عورت پانچ نمازیں پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی عزت کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو اسے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ۔''

③ اختلاف کی صورت میں صلح کی کوشش کی جائے۔ اللہ نے میاں بیوی کے اختلاف کے وقت صلح کی طرف جلدی کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ معاملہ خراب نہ ہو، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ﴾ [1]

''اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی بد دماغی اور بے پرواہی کا ڈر ہو تو دونوں آپس میں صلح کر لیں، اس میں کسی پر کوئی گناہ نہیں ہے اور صلح بہت ہی بہتر چیز ہے۔''

④ ایک سے زیادہ بیویوں کی صورت میں عدل و انصاف قائم کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے درمیان مکمل عدل و انصاف قائم کرنے کا حکم دیا ہے اور جو شخص اپنی بیویوں کے درمیان عدل قائم نہ کر سکنے کا خوف محسوس کرتا ہو تو اس کو اللہ نے فقط ایک عورت کے ساتھ شادی کرنے کا حکم فرمایا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ [2]

''لیکن اگر تمہیں برابری نہ کر سکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے۔''

اور نبی کریم ﷺ نے عدل کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

''جو لوگ انصاف کرتے ہیں وہ اللہ عزوجل کے پاس منبروں پر ہوں گے، پروردگار کی داہنی طرف اور اس کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں اور یہ اپنے حکم میں، اپنے اہل و عیال میں اور اپنے ماتحتوں میں انصاف کرنے والے لوگ ہیں۔'' [3]

⑤ اختلاف کی صورت میں شرعی رہنمائی پر عمل کیا جائے۔ ہمارے ہاں چھوٹی چھوٹی باتوں سے طیش میں آ کر طلاق تک نوبت پہنچا دی جاتی ہے، یہ جہالت اور دین سے دوری ہے، اللہ

---

[1] ٤/ النساء: ١٢٨۔ [2] ٤/ النساء: ٣۔

[3] صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب فضیلة الإمام العادل...... ٤٧٢١۔

نے اس مسئلہ میں مکمل رہنمائی فرمائی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝﴾ [1]

''اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں خوف ہو، انہیں نصیحت کرو اور انہیں الگ بستروں پر چھوڑ دو اور انہیں مار کی سزا دو، پھر اگر وہ اطاعت کریں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو، بے شک اللہ بڑی بلندی اور بڑائی والا ہے۔ اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان آپس میں لڑائی کا خوف ہو تو ایک منصف مرد کے گھر والوں میں سے اور ایک منصف عورت کے گھر والوں میں سے مقرر کرو۔ اگر یہ دونوں صلح کرنا چاہیں گے تو اللہ دونوں میں ملاپ کروا دے گا، یقیناً اللہ پورے علم والا، پوری خبر والا ہے۔''

آیت کریمہ پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مرحلہ وار کوشش ہے، تفصیل ملاحظہ ہو۔

- خاوند کا بیوی کو سمجھانا، اس سے فائدہ نہ ہو تو
- بیوی کو بستر میں الگ چھوڑنا (گھر کے اندر)، اگر اس سے فائدہ نہ ہو تو
- ہلکی سختی یعنی مار، اگر اس سے فائدہ نہ ہو تو پھر
- میاں اور بیوی کے خاندان کا ایک ایک معاملہ فہم شخص جو مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کرے، خراب نہ کرے۔ جب یہ مراحل طے کر لیے جائیں اور کوئی چارۂ کار نہ رہ جائے تو پھر
- فقط ایک طلاق دی جائے۔

جو لوگ بغیر سوچے سمجھے طلاق دے دیتے ہیں وہ کم عقل اور شرعی تعلیمات سے بے خبر ہیں، یہ اپنی زندگی بھی برباد کرتے ہیں اور اپنی بیوی اور بچوں کو بھی تباہی کے گڑھے میں دھکیل

---

[1] ٤/ النساء: ٣٥۔

دیتے ہیں اور اللہ نے عورت کو بھی صلح کرنے کی ہی ترغیب دی ہے، جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔

⑥ نکاح کو ختم کرنا شریعت میں ناپسندیدہ عمل ہے۔ اللہ رب العزت میاں اور بیوی کو آپس میں پیار، محبت، تعاون، ہمدردی اور حسن اخلاق کے ساتھ رہنے کا حکم دیتے ہیں اور نکاح کے بندھن کو توڑنے کی اجازت نہیں دیتے مگر یہ کہ میاں بیوی کا اکٹھے رہنا الگ الگ رہنے سے زیادہ اذیت ناک ہو جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((أبغض الحلال عند الله الطلاق)) [1]

''حلال کاموں میں سے اللہ کے ہاں سب سے ناپسندیدہ کام طلاق ہے۔''

⑦ عورتوں کو بغیر شرعی سبب کے طلاق مانگنے سے ڈرایا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جس عورت نے بغیر کسی (شرعی) سبب کے طلاق کا مطالبہ کیا، اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہو گی۔'' [2]

⑧ شوہر کو تین طلاقوں کا اختیار، دراصل صلح کا موقع پیدا کرنے کے لیے ہے۔ شریعت نے طلاق کا باقاعدہ طریقۂ کار مقرر فرمایا ہے۔ صلح کی مرحلہ وار کوششوں کے ناکام ہو جانے پر بھی حوصلہ، تدبر اور معاملہ فہمی سے کام لینا چاہیے لیکن اگر طلاق ناگزیر ہو تو خاوند طہر کی حالت میں جس میں وہ بیوی کے قریب نہ گیا ہو، ایک طلاق دے گا۔ جس کے بعد عدت کے اندر رجوع ہو سکے گا، کیونکہ عموماً لوگ طلاق کے بعد اپنے اور بچوں کے مستقبل کو تباہی سے بچانے کے لیے رجوع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لیے پہلی اور دوسری طلاق کے بعد عدت کے اندر رجوع کا اختیار ہے اور بعد از عدت نکاح کا بشرطیکہ عورت نے کسی دوسرے مرد سے شادی نہ کی ہو۔ جبکہ تیسری طلاق سوچ سمجھ کر آخری فیصلہ کی غرض سے دی جائے گی۔ یہ معاملہ جلد بازی اور جذبات سے کام لینے والا نہیں ہے۔

اس کتاب میں یہی کوشش کی گئی ہے کہ ایک اسلامی خاندان کس طرح شریعت سے

---

[1] ابوداود، کتاب الطلاق، باب کراھیة الطلاق: ۲۱۷۸۔

[2] سنن ترمذی، کتاب الطلاق واللعان، ماجاء فی المختلعات: ۱۱۸۷۔

رہنمائی حاصل کر کے کامیابی کے زینے پر قدم رکھ سکتا ہے اور خاندان کا سربراہ کیسے خاندان کی تربیت اور اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے؟

قارئین مندرجہ ذیل باتوں سے آگاہ رہیں:

- یہ کتاب جید علمائے کرام کے ان فتاویٰ جات پر مشتمل ہے جن کا تعلق خاندانی مسائل سے ہے۔
- اس میں عرب دنیا کے نامور علماء اور مفتیان کے فتاویٰ جات شامل کیے گئے ہیں جس کا ترجمہ وتخریج راقم الحروف نے کی ہے۔
- چند فتاویٰ جات غیر عرب علماء کے ہیں جو ان سے باقاعدہ اجازت حاصل کرنے کے بعد درج کیے گئے ہیں۔
- قدیم فتاویٰ جات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے، مثلاً فتاویٰ ثنائیہ، فتاویٰ نذیریہ وغیرہ، مگر ضرورت کے مطابق ان کی زبان سلیس اور سہل کی گئی ہے۔
- بعض مقامات پر اضافہ جات شاملِ کتاب ہیں جو راقم الحروف نے تحریر کیے ہیں، ان کی وضاحت ✦ (Star) لگا کر کر دی گئی ہے اور ان مقامات پر عبارت کی ابتداء ''میں مترجم عرض کر رہا ہوں...... '' سے ہوتی ہے تاکہ قارئین کے لیے معلومات خلط ملط نہ ہوں۔
- اس کتاب میں شامل فتاویٰ جات مختلف دینی مجلّات اور جرائد کی زینت بن چکے ہیں۔
- اس کتاب کا اکثر حصہ ''ہفت روزہ غزوہ'' اور ''جرار'' میں قسط وار طبع ہوتا رہا ہے۔
- قرآنی آیات اور احادیث کی تخریج کی گئی ہے اور حدیث کے ایک تفصیلی حوالہ پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو میرے لیے، میرے اساتذہ، میرے والدین، ناشر اور تمام معاونین کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔

محمد اختر صدیق

۲۸/محرم ۱۴۳۲ھ

0300-8120862

اسلامی خاندانی نظام کی مضبوط بنیادیں

اسلامی خاندان انتہائی مضبوط اور اعلیٰ بنیادوں پر استوار ہے۔ اگر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس پودے کی آبیاری کی جائے تو بہت جلد یہ تن آور درخت کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔ ہر مسلمان کی کوشش ہونی چاہیے کہ وہ یورپ کے شیطانی منصوبوں کو ناکام کرنے کے لیے مضبوط اسلامی خاندانی نظام کا حصہ بنے اور اپنا کردار ادا کرے تاکہ وہ اللہ ﷻ کے ہاں بھی کامیاب و کامران ہو سکے اور دنیا میں بھی اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے۔ مندرجہ ذیل امور کو مدِ نظر رکھ کر ایک مضبوط خاندان قائم کیا جا سکتا ہے۔

① **میاں بیوی کی حقیقی محبت:** میاں بیوی کے درمیان ذہنی ہم آہنگی، آپس میں تعاون و ہمدردی اور پیار و محبت کو ایک اسلامی خاندان کی تشکیل اور اس کے تحفظ میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب میاں بیوی اللہ تعالیٰ کی محبت کو بنیاد بنائیں اور آپس میں تعاون و ہمدردی کو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر نبھائیں۔ وہ ایک دوسرے کے حقوق و فرائض سے مکمل واقفیت رکھتے ہوئے حسنِ سلوک، بھلائی اور ہمدردی کا جذبہ پیدا کریں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [1]

”اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ ان سے آرام پاؤ۔ اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی۔ یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔“

② **دائرہ عمل کا تعین:** اسلام نے خاوند اور بیوی میں سے ہر ایک کے دائرہ عمل کا تعین کر دیا ہے، لہٰذا ان کو یہ تقسیم ملحوظ رکھنا ہوگی۔ خاوند گھر کے باہر کے امور کا ذمہ دار ہے، اس پر بیوی کا نان و نفقہ، لباس اور اس کی جائز ضروریات کو پورا کرنا واجب ہے جبکہ بیوی گھریلو ذمہ داریوں کو

---

[1] ۳۰/ الروم: ۲۱۔

نبھانے کی پابند ہے۔ اللہ نے مردوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾ ❶

''پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (روزی) تلاش کرو اور بکثرت اللہ کا ذکر کیا کرو تاکہ تم فلاح پالو۔''

اور عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى ﴾ ❷

''اور اپنے گھروں میں قرار رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کا اظہار نہ کرو۔''

نبی کریم ﷺ سے جب کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ ہم میں سے کسی پر اس کی بیوی کا کیا حق ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب تو کھائے تو اسے بھی کھلائے اور جب تو پہنے تو اسے بھی پہنائے اور اس کے چہرے پر نہ مارو اور اس کے چہرے کو برا بھلا نہ کہو اور ناراضی میں اسے گھر کے اندر ہی چھوڑ دو (یعنی گھر سے نہ نکالو)'' ❸

③ **مرد عورتوں پر نگران ہیں:** اسلامی خاندانی نظام میں مرد کو عورت پر نگران بنایا گیا ہے کیونکہ اس کے ذمہ خرچ کرنا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ ﴾ ❹

''مرد عورتوں پر نگران ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔''

کیونکہ مرد نگران ہیں اس لیے بیوی کو خاوند کی فرمانبرداری کا حکم دیا گیا ہے مگر یہ کہ وہ کوئی

---

❶ ٦٢/ الجمعة: ١٠۔ ❷ ٣٣/ الأحزاب: ٣٣۔

❸ ابو داود، كتاب النكاح، باب في حق المرأة على زوجها: ٢١٤٢۔ ❹ ٤/ النساء: ٣٤۔

ایسا حکم دے جو خالق کی نافرمانی پر مبنی ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جو عورت پانچ وقت نماز پڑھے، اور رمضان المبارک کے روزے رکھے، اپنی عزت کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو اسے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ۔'' [1]

شریعت نے عورت کو خاوند کی اطاعت جبکہ خاوند کو عورت کے ساتھ حسنِ سلوک اور بہترین معاشرت کا پابند بنایا ہے۔

④ احساسِ ذمہ داری: اسلامی خاندانی نظام میں احساسِ ذمہ داری کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اس سے ماتحتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔ مرد اپنے اہل وعیال کا نگران ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا اور عورت اپنے خاوند کے گھر میں نگران ہے اور وہ اپنے ماتحتوں کے بارے میں جواب دہ ہے۔ خادم اپنے مالک کے مال کا نگران ہے اور اس بارے میں جواب دہ ہے۔ خبردار! تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔'' [2]

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ...... ﴾ [3]

''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچالو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں، اس نے ان کے ساتھ حسنِ سلوک کیا اور ان کی پرورش کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتا رہا تو اس

---

[1] مسند احمد: ١٦٦٤۔ [2] بخاری، کتاب النکاح، باب قوا أنفسکم وأهلیکم نارا: ٥١٨٨۔

[3] ٦٦/ التحریم: ٦۔

کے لیے جنت ہے۔'' ❶

اور ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر ان کو سزا دو۔ ❷

مندرجہ بالا دلائل سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی خاندانی نظام میں ہر فرد نگران ہے اور اسے اپنی ذمہ داری کا خوب احساس ہوتا ہے۔ اسلامی خاندان مادر پدر آزادی کا حامی نہیں ہے اور نہ ہی بے جا سختی کی اجازت دیتا ہے۔ البتہ ہر ذمہ دار کو اپنی جواب دہی کا خوف لاحق رہتا ہے، اس لیے وہ اپنی ذمہ داری سے صحیح طور پر عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

''دیوث کبھی جنت میں داخل نہ ہوگا۔'' ❸

اور دیوث وہ ہے جو گھر کی عورتوں میں برائی دیکھ کر خاموش رہے۔

⑤ **قدوہ اور نمونہ:** اسلامی خاندانی نظام کی ایک بنیاد یہ بھی ہے کہ ہر ذمہ دار فرد دوسروں کے لیے نمونہ ہے، یعنی وہ خود عمل کرتا ہے اور اپنے ماتحتوں کو بھی عمل کی دعوت اور ترغیب دیتا ہے۔ وہ یہ نہیں کرتا کہ بیوی بچوں کو تو کسی غلط کام سے منع کرتا ہے اور خود اس کا ارتکاب کرتا ہے یا پھر اپنے ماتحتوں کو کسی نیکی کا حکم دیتا ہے اور خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتا۔ وہ اللہ ﷻ کے اس فرمان پر نظر رکھتا ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ ﴾ ❹

''اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں؟ تم جو کرتے نہیں اس کا کہنا اللہ کو سخت ناپسند ہے۔''

⑥ **خدمت و اطاعت:** اسلامی خاندانی نظام میں خدمت و اطاعت کو بھی بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ بیوی خاوند کی اطاعت کرے گی مگر یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دے۔ اولاد

---

❶ ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی النفقة علی البنات والأخوات: ١٩١٦۔

❷ مسند احمد: ٦٦٥٠۔ ❸ مسند احمد: ٥٣٤٩۔ ❹ ٦١/ الصف: ٢-٣۔

ماں باپ کی خدمت واطاعت کرے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝﴾ ❶

''اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اُف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب و احترام سے بات کرنا اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست کیے رکھنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی۔''

⑦ **بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت:** اسلامی خاندان اور اسلامی معاشرے میں بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت بنیادی عنصر ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((ليس منا من لم يرحم صغيرنا و لم يوقر كبيرنا)) ❷

''جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کا ادب نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

آج یورپ نے بوڑھوں اور بڑوں سے جان چھڑانے کے لیے ''Old House'' بنا رکھے ہیں جہاں بوڑھوں کو رکھا جاتا ہے اور سال میں ایک دفعہ وہ لوگ بوڑھوں کے عالمی دن کے موقع پر ان کو پھول پیش کرتے ہیں اور اپنے آپ کو ان کے بوجھ سے آزاد محسوس کرتے ہیں۔ اسلام میں خاندان کے بڑے کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اس کا مقام ومرتبہ

---

❶ ١٧/ بنى إسرائيل: ٢٤-٢٣۔

❷ ترمذى، كتاب البر والصلة، باب ماجاء فى رحمة الصبيان: ١٩١٩۔

بلند سمجھا جاتا ہے۔اس کی خدمت کو دینی فریضہ خیال کیا جاتا ہے اور چھوٹوں کے ساتھ رحم دلی اور محبت کا معاملہ کیا جاتا ہے۔

⑧ **مساوات:** اسلامی خاندان میں مساوات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔اگر کسی شخص کے عقد میں ایک سے زیادہ بیویاں ہیں تو اس کو حکم ہے کہ وہ ان کے درمیان عدل کرے ورنہ ایک حدیث کے مفہوم کے مطابق اگر وہ ایک کی طرف جھکے گا اور دوسری کو چھوڑ دے گا تو قیامت کے دن اس کا جسم فالج زدہ ہوگا۔

اسی طرح اولاد کے درمیان مساوات کو بھی اسلامی خاندان میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"میرے والدِ محترم مجھے لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! آپ گواہ بن جائیں کہ میں نے نعمان رضی اللہ عنہ کو فلاں مال تحفہ میں دے دیا ہے۔آپ ﷺ نے پوچھا کیا تو نے اپنی ساری اولاد کو ایسا تحفہ دیا ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ جی نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا پھر میں تو گواہ نہ بنوں گا۔" [1]

بعض روایات میں ہے کہ "مجھے ظلم اور جھوٹ پر گواہ نہ بناؤ" اسی لیے بعض علماء لکھتے ہیں کہ اگر ایک بچے کو بوسہ دے تو دوسروں کو بھی ضرور دے تاکہ ان میں مساوات قائم ہو اور ان میں سے بعض احساسِ کمتری کا شکار نہ ہوں۔

⑨ **حوصلہ و بردباری:** نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"کوئی مومن (خاوند) کسی مؤمنہ (بیوی) سے بغض نہ رکھے۔اگر وہ اس کی ایک عادت کو ناپسند کرتا ہے تو دوسری کو پسند کرتا ہوگا۔" [2]

اور بیوی کو بھی حوصلہ سے کام لینے کی تلقین ہے۔ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

"جس عورت نے بغیر کسی سبب کے اپنے خاوند سے طلاق طلب کی وہ جنت کی

---

[1] مسلم، کتاب الهبات، باب کراهية تفضيل بعض الأولاد فی الهبة: ٢٣١٦۔

[2] مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء: ١٤٦٩۔

خوشبو بھی نہ پا سکے گی۔'' ❶

⑩ حقیقی کامیابی کا حصول: اسلامی خاندان اس بنیاد پر بھی قائم ہے کہ خاندان کا سربراہ اپنے ماتحت افراد کی ضروریات کو فقط اس لیے پورا نہیں کرتا کہ وہ اس کے اہل وعیال ہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھتے ہوئے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے تا کہ وہ ایک ایک چیز کے بدلے اللہ کی طرف سے اجر وثواب اور انعامات کا مستحق بن سکے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جو لقمہ تو اپنی بیوی کے منہ میں رکھتا ہے وہ بھی تیرے لیے صدقہ ہے۔'' ❷

ماں باپ اپنے بچوں کی پرورش کرتے ہیں، ان کو اپنے لیے صدقہ ء جاریہ بنا کر اپنے فوت ہو جانے کے بعد بھی ثواب کی امید رکھتے ہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((إذا مات الإنسان انقطع عمله الا من ثلاثة صدقة جارية أو علم ينفع به، أو ولد صالح يدعو له)) ❸

''جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے تمام اعمال ختم ہو جاتے ہیں ماسوائے تین اعمال کے (۱) صدقہ جاریہ، (۲) علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے، (۳) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔''

[مترجم]

---

❶ ترمذی، کتاب الطلاق واللعان، باب ماجاء فی المختلعات: ۱۱۸۷۔

❷ بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل: ٥٣٥٤۔

❸ مسلم، کتاب الوصية، باب مايلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته: ١٦٣١۔

اسمائے گرامی علمائے کرام

اس کتاب میں مندرجہ ذیل علمائے کرام کے فتاویٰ جات شامل ہیں۔

☆ فضیلۃ الشیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ (مفتی اعظم سعودی عرب)
☆ فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ (مفتی اعظم سعودی عرب)
☆ فضیلۃ الشیخ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ
☆ فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمۃ اللہ علیہ
☆ فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان حفظہ اللہ
☆ فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمان الجبرین حفظہ اللہ
☆ فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمۃ اللہ علیہ
☆ فضیلۃ الشیخ عبدالکریم الخضر حفظہ اللہ
☆ فضیلۃ الشیخ ابراہیم الخضری حفظہ اللہ
☆ شیخ الکل سید محمد نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
☆ شیخ الاسلام ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ
☆ فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالستار الحماد حفظہ اللہ
☆ فضیلۃ الشیخ ابوالحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ
☆ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
☆ علما کمیٹی برائے فتاوی، سعودی عرب

شروطِ نکاح

رضامندی

کیا باپ اپنی جوان بیٹی کو زبردستی شادی پر مجبور کرسکتا ہے؟

سوال اُس آدمی کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جس نے اپنی نوجوان کنواری لڑکی کی شادی کسی آدمی سے زبردستی کردی جبکہ لڑکی اس کو ناپسند کرتی ہے۔ مزید یہ کہ وہ اپنے خاوند کی بات نہیں مانتی اور نہ ہی کسی معاملہ میں اس کی اطاعت کرتی ہے۔ جب اس کو ایسا کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے تو وہ خودکشی کی دھمکی دیتی ہے؟

جواب یہ حالت جس کی طرف آپ نے سوال میں اشارہ کیا ہے، انتہائی بری اور گھریلو ناچاقی کی خطرناک مثال ہے۔ ایسی حالت میں اصلاح کی کوئی بھی کوشش سودمند نظر نہیں آتی، اس لیے زبردستی کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں بلکہ ان دونوں کے درمیان جدائی کی کوشش کرنی چاہیے، یا تو لڑکی خلع لے لے یا کسی اور طریقہ (طلاق) وغیرہ سے ان دونوں کے درمیان تفریق کروادی جائے۔ خاوند کے لیے مستحب اور بہتر یہی ہے کہ وہ اپنی بیوی کا خلع قبول کر لے بلکہ بعض علماء نے مذکورہ حالت میں خلع کو واجب قرار دیا ہے۔ جیسا کہ "الفروع والانصاف" نامی کتاب میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ شام کے بعض قاضیوں (ججوں) کا بھی یہی فیصلہ ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو اس وقت فرمایا تھا جب ان سے ان کی بیوی خلع کا مطالبہ کر رہی تھی کہ:

((اقبل الحديقة وطلقها تطليقة)) [1]

"باغ (حق مہر والا) واپس لے لو اور اس عورت کو طلاق دے دو۔"

یہ حدیث دلیل ہے کہ اگر عورت شادی کو ناپسند کرے جس پر اسے مجبور کیا گیا ہو تو خاوند پر واجب ہے کہ خلع قبول کر لے کیونکہ اس حدیث میں مذکورہ عورت کو اس کے باپ نے زبردستی شادی پر مجبور کیا تھا۔ یہ بات اہلِ علم کے ہاں معروف ہے کہ نکاح کے لیے لڑکی کی

[1] بخاري، كتاب الطلاق، باب الخلع وكيف الطلاق فيه: ٥٢٧٣۔

رضامندی بنیادی شرط ہے۔ اگر لڑکی کنواری بھی ہو تو اس کا باپ اسے شادی کے لیے مجبور نہیں کرسکتا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا تنكح الأيم حتى تستامر و لا تنكح البكر حتى تستأذن، فقالوا يا رسول الله فكيف إذنها قال أن تسكت)) [1]

''بیوہ عورت کی شادی اس کے مشورہ کے بغیر نہیں کی جاسکتی اور کنواری لڑکی کی شادی اس کی اجازت کے بغیر ممکن نہیں''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض کرنے لگے، اس (کنواری) کی اجازت کیسے ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اگر وہ خاموش بھی رہے'' (تو یہ اس کی اجازت ہے)

امام زرکشی فرماتے ہیں: یہی بات ظاہر ہے اور ابنِ رزین نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے۔ امام اوزاعی، ثوری، ابوثور، ابن المنذر وغیرہم کا یہی قول ہے اور یہی صحیح ہے۔ ہم نے اس مسئلہ میں اپنے علم کے مطابق یہی رائے اختیار کی ہے کہ باپ اپنی نوجوان کنواری لڑکی کو شادی پر مجبور نہیں کرسکتا۔ [محمد بن ابراہیم آل شیخ]

باپ کا بیٹی کو غیر شرعی شادی پر مجبور کرنا کیسا ہے؟

سوال میری ایک باپ شریک بہن ہے، میرے باپ نے اس کی شادی اس کی رضامندی اور رائے کے بغیر ایک ایسے آدمی سے کردی جس کو وہ ناپسند کرتی ہے، میری بہن کی عمر اس وقت اکیس سال ہے، اس نکاح پر میرے باپ نے جھوٹے گواہ تیار کیے جنھوں نے میری بہن کی طرف سے رضامندی کی گواہی دی اور نکاح نامہ پر دلہن کے گواہوں کی حیثیت سے دستخط کیے۔ میری بہن اس شادی کو قبول کرنے کے لیے ابھی تک تیار نہیں، ایسے نکاح اور ایسے گواہوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب یہ بہن جس کا تذکرہ اوپر سوال میں مذکور ہے، اگر کنواری ہے اور اس کے باپ نے اسے شادی پر زبردستی مجبور کیا ہے تو بعض علماء کا موقف یہ ہے کہ جب شادی کفو (برابری) میں کی جارہی ہو تو باپ بیٹی کو مجبور کرسکتا ہے، جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ باپ کے لیے ایسا کرنا قطعاً

---

[1] بخاری، کتاب النکاح، باب لا ینکح الأب وغیرہ: ۵۱۳۶، مسلم ۱٤۱۹۔

جائز نہیں ہے، نہ ہی باپ کے لیے اور نہ ہی کسی اور کے لیے جائز ہے کہ وہ نوجوان کنواری لڑکی کو ایسی شادی پر مجبور کرے جس کو وہ ناپسند کرتی ہے، اگرچہ یہ شادی کفو (برابری) کی بنیاد پر کی جا رہی ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لا تنكح البكر حتى تستأذن)) [1]

''نوجوان کنواری لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح نہیں کیا جا سکتا''

اور آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((والبكر يستأذنها أبوها)) [2]

''کنواری لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا، اس سے اس کا باپ اجازت لے گا۔''

یہ حدیث دلیل ہے کہ باپ بھی اپنی نوجوان کنواری لڑکی کو نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا، اس حدیث کا حکم عام ہے، چاہے ولی باپ ہو یا باپ کے علاوہ کوئی اور ہو۔ اگر باپ اپنی بیٹی کو زبردستی کسی ایسے آدمی کے ساتھ بیاہ دینا چاہتا ہے جس کو وہ ناپسند کرتی ہے تو درحقیقت وہ حرام فعل کا ارتکاب کر رہا ہے۔ یہ حرام نکاح نہ ہی تو صحیح ہو گا اور نہ ہی نافذ ہو سکے گا۔ ایسے نکاح کو صحیح کہنا اور قابلِ نفاذ ماننا ان روایات کی صریحاً خلاف ورزی ہے جن میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

یاد رہے کہ شارع علیہ السلام نے جس چیز سے بھی اپنی امت کو منع فرمایا ہے تو شارع علیہ السلام امت مسلمہ کو اس کام سے دور دیکھنا چاہتے ہیں، اگر ہم اس کو صحیح کہیں گے تو ہم نے ان کی خواہش کو رَدّ کر دیا اور حرام نکاح کو حلال اور جائز نکاح کا درجہ دے ڈالا۔ ہم پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ ایسا نکاح فاسد ہے اور قطعاً صحیح نہیں ہے۔

رہا معاملہ جھوٹے گواہوں کا تو جھوٹی گواہی دینے والا کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے جس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے اور اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ

---

[1] بخاری، کتاب النکاح، باب لا ينكح الأب وغيره البكر...... ٥١٣٦، صحیح مسلم۔

[2] مسلم، کتاب النکاح، باب استیذان الثیب فی النکاح.....: ٣٤٧٨۔

ہے:

''کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں کے متعلق نہ بتاؤں؟'' پھر آپ ﷺ نے ان کا تذکرہ فرمایا اور آپ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے کہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، فرمایا ''خبردار! جھوٹی گواہی دینا، خبردار جھوٹی گواہی دینا، خبردار جھوٹی گواہی دینا'' آپ ﷺ یہی الفاظ دہراتے رہے یہاں تک کہ لوگ سوچنے لگے کہ کاش آپ ﷺ خاموش ہو جائیں۔'' [1]

لہٰذا ان جھوٹے گواہوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور سچی توبہ کریں اور آیندہ کے لیے سچ کا دامن تھامیں، ان پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ نکاح کے متعلق دی گئی جھوٹی گواہی کی عدالت میں وضاحت کریں کہ انہوں نے جھوٹی گواہی کے ذریعے غلط نکاح کروایا تھا اور وہ اپنی گواہی سے دستبردار ہونا چاہتے ہیں۔ [محمد بن صالح العثیمین]

کیا باپ لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کر سکتا ہے؟

سوال کیا باپ اپنی نوجوان کنواری لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر سکتا ہے اور اسے ایسے نکاح پر مجبور کر سکتا ہے؟

جواب باپ کے لیے قطعاً جائز نہیں کہ وہ اپنی بیٹی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کرے یا اسے ایسی شادی پہ مجبور کرے جیسے ہم نے پہلے سوال میں واضح کر دیا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ذکر کر دی ہے کہ باپ کو بھی ایسا کرنے کا ہرگز اختیار نہیں ہے۔ یہی بات صحیح اور مبنی برحق ہے اور علماء کے دو اقوال میں سے یہی قول سچا اور حقیقت پر مبنی ہے۔ (علامہ) ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے۔ ان کے علاوہ کئی محققین علماء کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔ [محمد بن ابراہیم آل شیخ]

لڑکی کو دولہا کا پورا تعارف کروائے بغیر نکاح کا حکم

سوال ایک لڑکی کی شادی کر دی گئی، جب شبِ عروسی میں دولہا دلہن کے پاس آیا تو دلہن نے دیکھا کہ وہ تو انتہائی ضعیف العمر ہے اور ٹھیک طرح سے چلنے پر بھی قادر نہیں ہے۔ اس نئی

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب عقوق الوالدين من الكبائر: ٥٩٦٧۔

نویلی دلہن کو تب پتہ چلا کہ اس کے سامنے جس لڑکے کا تذکرہ کیا جارہا تھا وہ کوئی اور تھا جبکہ اس کی شادی اس بوڑھے سے کروادی گئی ہے۔ اس نے بوڑھے سے سخت نفرت کا اظہار کر دیا اور اس کو اپنے قریب بھی نہ پھٹکنے دیا۔ وہ اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی، اس سلسلہ میں شریعتِ اسلامیہ اس لڑکی کو کیا حکم دیتی ہے؟

جواب سوال پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ شخص جو دلہا اور دلہن کے درمیان واسطہ بنا، اس نے غلط بیانی، دجل اور فریب سے کام لیا۔ اگر اس دھوکہ دہی میں لڑکی کے گھر والے بھی شامل تھے تو سب کے سب گناہگار ہیں، ہر وہ شخص جس نے ایسا غلط قدم اٹھانے میں کسی طرح بھی تعاون کیا، اس نے گناہ کا ارتکاب کیا۔ یہ نکاح غیر صحیح اور باطل ہے۔ شریعت میں اس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ علماء نے پوری تفصیل کے ساتھ اس بات کی وضاحت بیان فرمائی ہے کہ لڑکی کی رضامندی معلوم کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ وہ اپنے ہونے والے خاوند کے متعلق پوری معرفت حاصل کرلے، اس کا نام، نسب، تعارف اور شخصیت بالکل واضح کر دی جائے۔ اگر وہ اس کے بارے میں پہلے سے معلومات رکھتی ہے تو فقط نام اور شادی کا اشارہ کافی ہے ورنہ ہر لحاظ سے لڑکی کے سامنے دلہا کے اوصاف و منصب کو واضح کیا جائے۔ عہدِ رسالت ﷺ میں ایک عورت کی شادی اس کے باپ نے ایک ایسے آدمی سے کر دی، جسے وہ ناپسند کرتی رہی حتی کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی:

> ''میرے باپ نے فلاں آدمی سے میرا نکاح کیا جبکہ میں اس کو قطعاً پسند نہیں کرتی۔ آپ ﷺ نے اس عورت کو نکاح باقی رکھنے یا فسخ کرنے کا اختیار دے دیا۔'' [1]

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس لڑکی کا باپ بھی اس دھوکہ دہی میں شامل ہے، اگر شادی کرنے والے بوڑھے کو اس بات علم کا تھا کہ لڑکی کو دھوکہ دیا جارہا ہے تو وہ بھی اس گناہ میں شامل ہے۔ ان تمام لوگوں کو شرعی عدالت سے سزا ملنی چاہیے کیونکہ یہ جھوٹے ہیں، ان سب کو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے۔

[محمد بن ابراہیم آل شیخ]

---

[1] ابن ماجة، كتاب النكاح، باب من زوج ابنته وهي كارهة: ١٨٧٥۔

کیا باپ بیٹے کو اس کی پسند کے خلاف شادی پر مجبور نہیں کر سکتا؟

سوال اگر باپ اپنے بیٹے کو کسی ایسی لڑکی سے شادی پر مجبور کرے جو اچھے کردار کی مالک نہ ہو جبکہ بیٹا کسی نیک سیرت لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے اور اس کا باپ اپنی بات پر بضد ہے تو شریعت کیا حکم صادر کرتی ہے؟

جواب والد کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بیٹے کو اس صورت میں مجبور کرے، اگر لڑکا لڑکی کو اس کے دینی، اخلاقی یا پیدائشی عیب کی وجہ سے ناپسند کرتا ہے اور اس سے شادی کرنے کے لیے تیار نہیں تو اس کو مجبور کرنا خلافِ شریعت ہے، اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ کتنی ہی زبردستی کی شادیاں ہیں جو ناکامی سے دوچار ہوئی ہیں۔ لڑکا لڑکی کو ناپسند کرتا ہے مگر والدین کی ناراضگی سے ڈرتے ہوئے اسے شادی کرنا پڑتی ہے۔ اس کا باپ اسے کہہ رہا ہوتا ہے کہ تجھے اسی لڑکی سے شادی کرنا ہوگی کیونکہ وہ میری بھتیجی یا بھانجی ہے، یا یہ کہ وہ ہمارے خاندان کی ہے۔ اس صورتحال میں شریعت لڑکے کو مجبور نہیں کرتی۔ لہٰذا اس کے والد کے لیے قطعاً جائز نہیں ہے کہ وہ اسے مجبور کرے۔

مذکورہ سوال میں لڑکا کسی نیک سیرت لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے مگر اس کا باپ اسے ایسی لڑکی کے ساتھ شادی پر مجبور کر رہا ہے جو اچھی شہرت نہیں رکھتی تو لڑکے پر باپ کا یہ حکم ماننا لازمی نہیں ہے۔ ایسے معاملہ میں والد کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ اگر نیک سیرت لڑکی کے ساتھ شادی کرنے پر اس کا باپ راضی نہیں اور اسے اس شادی سے منع کرتا ہے تو لڑکے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ باپ کا حکم نہ مانے اور نیک سیرت لڑکی کا ہی انتخاب کرے کیونکہ اس میں باپ کو تو کوئی نقصان نہیں جبکہ لڑکے کے لیے نقصان ہی نقصان ہے لہٰذا صورت مذکورہ میں باپ کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔

اس صورتحال میں ہم لڑکے کو یہ نصیحت کرنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ تجھ پر اس مسئلہ میں باپ کی اطاعت لازم نہیں مگر پھر بھی تو اپنے باپ کو اس بات پر رضامند کرنے کی کوشش کر کہ وہ تجھے نیک سیرت لڑکی سے شادی کی اجازت دے دے اور جس قدر ہو سکے بہترین انداز میں اپنے باپ کو منانے کی کوشش کر کیونکہ غیر صالحہ لڑکی سے شادی کرنا درحقیقت تمام عمر کے لیے نقصان

خریدنا ہے، اس بات کے دلائل ذکر ہو چکے ہیں کہ باپ کنواری نوجوان بیٹی کو اس کی مرضی کے خلاف شادی پر مجبور نہیں کر سکتا اور احادیث میں وضاحت موجود ہے تو لڑکے کو کیسے مجبور کر سکتا ہے، خصوصاً ایسی لڑکی کے ساتھ جو اچھی شہرت کی حامل نہیں ہے؟ [محمد بن صالح العثیمین]

چچا کی بیٹی کو شادی سے روکنے کا حکم

سوال ایک آدمی اپنے چچا کی بیٹی کو شادی سے روکے ہوئے ہے اور اسے کہیں نکاح نہیں کرنے دیتا اور چاہتا ہے کہ خود اس سے شادی کرے یا اپنے بھائی سے اس کا نکاح کر دے جبکہ وہ لڑکی ان دونوں کو ہی ناپسند کرتی ہے، اس کے انکار کی بنا پر نہ ہی تو وہ خود اس سے نکاح کر سکتا ہے اور نہ اسے آگے کہیں شادی کرنے دیتا ہے۔ کیا اس آدمی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس لڑکی کو شادی سے روکے رکھے یا نہیں؟

جواب ہم کہنا چاہیں گے کہ یہ زبردستی کسی طرح بھی جائز نہیں، شریعت اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتی ہے اور اسلام ایسی جہالت سے بری الذمہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کے فرامین پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ زبردستی ناجائز ہے اور زبردستی کا نکاح حرام ہے۔ یہ رکاوٹ انتہائی بڑا ظلم اور زبردست زیادتی ہے۔ اس بے بس اور مجبور لڑکی پر ظلم کرنے والا انسان ظالم ہے۔ اسلامی شرعی عدالت پر لازم ہے کہ وہ اس بچی کو اس ظالم درندے سے نجات دلائے جو زبردستی اس سے شادی کرنا چاہتا ہے اور اسے اس بیچاری کے جذبات کا قطعاً کوئی خیال نہیں ہے۔ اگر اس ظالم شخص کو قرآنی احکام کی کوئی پرواہ نہیں، اللہ تعالیٰ کا کوئی خوف نہیں تو حاکمِ وقت کو چاہیے کہ اسے اپنے ڈنڈے سے سیدھا کر دے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور توفیق کا سوال کرتے ہیں۔ [محمد بن ابراہیم آل شیخ]

کیا بیوہ کو زبردستی شادی پر مجبور نہیں کیا جا سکتا؟

سوال آپ ایسی عورت کے نکاح کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس کو اس کے باپ نے زبردستی اس کی رضامندی کے بغیر بیاہ دیا حالانکہ وہ پہلے شادی کر چکی ہے اور اب بیوگی کی زندگی گزار رہی ہے۔

جواب اگر صورتحال یہی ہے جو سوال میں ذکر کی گئی ہے تو ایسا نکاح باطل اور غیر صحیح ہے۔

نکاح کی شروط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ بیوہ عورت رضامندی کا اظہار کرے۔ بیوہ عورت کو اس کا باپ قطعاً زبردستی شادی پر مجبور نہیں کرسکتا۔ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ بیوہ عورت کی شادی اس کی مرضی کے مطابق اس کی رضامندی کے اظہار کے بعد ہی کی جاسکتی ہے۔

دو سال کی عمر میں بچی کے نکاح کا حکم

سوال اس بچی کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جس کے باپ نے دو سال کی عمر میں اس کا نکاح کر دیا جب بچی جوان ہوئی تو اس نے اس نکاح سے انکار کر دیا اور کسی بھی صورت میں اس کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ وہ اس نکاح کو ختم کرنے پر مصر ہے

جواب یہ بات مخفی نہیں کہ اس مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ فقہا نے اس مسئلہ میں تفصیلی بحث کی ہے۔ فریقین کا مؤقف اور دلائل بیان کیے ہیں، البتہ اس مسئلہ میں ہم یہی فتویٰ دیتے ہیں کہ باپ اپنی بیٹی کو ایسا نکاح میں باقی رکھنے پر مجبور نہیں کرسکتا کیونکہ وہ اسے ناپسند کرتی ہے۔ علماء کے مختلف اقوال میں سے یہی قول راجح ہے۔ [محمد بن ابراہیم آل شیخ]

ماہواری کے ایام میں نکاح کا حکم

سوال محترم شیخ صاحب! میری شادی کچھ عرصہ پہلے انجام پائی، میری مشکل یہ ہے کہ جب میرا نکاح ہوا تو میں ایامِ ماہواری میں تھی۔ میری بعض سہیلیوں کا کہنا ہے کہ یہ نکاح باطل ہے۔ براہِ کرم بتائیں کہ مجھے کیا کرنا ہوگا؟ بعض کا کہنا ہے کہ مجھے دوبارہ نکاح کرنا ہوگا، شریعت اس کے بارے میں کیا حکم دیتی ہے؟

جواب اگر کسی ایسی عورت کا نکاح کیا جائے جو ایام ماہواری میں ہو تو نکاح جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ شریعت اسلامیہ نے بحالت حیض عورت سے ہمبستری سے منع کیا ہے، اس کی دلیل قرآن مجید میں ہے:

"حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو۔" [1]

ماہواری کے ایام میں ہمبستری کے علاوہ دیگر فائدہ حاصل کرنا جائز ہے۔ غالباً ایسی کوئی دلیل نہیں جو بحالت حیض نکاح کو باطل یا حرام قرار دیتی ہو۔

---

[1] ۲/ البقرة: ۲۲۲۔

کیا ہبہ کی گئی بچی بیوی کہلائے گی؟

سوال آپ ایسی بچی کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس کو اس کے والد نے ایک آدمی کو ہبہ کر دیا جبکہ وہ چھوٹی سی تھی؟۔ پھر اس کا باپ فوت ہو گیا، جب یہ بچی بڑی ہوئی تو اس آدمی نے اسے اپنی بیوی قرار دے دیا، کہ یہ لڑکی اسی کے لیے ہبہ شدہ ہے اور اس پر صرف اس کا حق ہے، کسی اور کا نہیں۔ جبکہ لڑکی نہ ہی تو اس ہبہ کو ماننے کے لیے تیار ہے اور نہ ہی مذکورہ آدمی کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ براہِ کرم شرعی رہنمائی فرمائیے۔

جواب اگر صورتحال اسی طرح ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو ہبہ کی بناء پر اس لڑکی کو اس آدمی کی بیوی قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ یہ لڑکی کسی بھی حال میں اس آدمی کی بیوی نہیں کہلائے گی کیونکہ فقط ہبہ سے نکاح کی شروط پوری نہیں ہوتی ہیں اور جب نکاح کی شروط پوری نہ کی جائیں تو مرد اور عورت رشتۂ ازدواج میں منسلک نہیں ہو سکتے۔ اس لیے اس ہبہ کو قطعاً نکاح کا حکم نہیں دیا جا سکتا ہے۔ [محمد بن ابراہیم آل شیخ]

عمر رسیدہ آدمی اور نوجوان لڑکی کی شادی کا حکم

سوال میں نے تقریباً ایک سال پہلے ایک لڑکی سے شادی کی جس کی عمر 21 سال تھی جبکہ میری عمر اُس وقت 52 سال تھی۔ وہ اس شادی پر راضی اور میرے ساتھ رہنے پر خوش ہے مگر بعض لوگوں نے میرے اس فعل پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ شادی جائز نہیں ہے کیونکہ ہم دونوں کی عمروں میں بہت فرق ہے۔ یاد رہے کہ اُس بیوی سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بچہ بھی عطا فرمایا ہے۔ براہِ کرم ہماری شادی کا شرعی حکم واضح فرمادیں۔

جواب آپ کے سوال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے ایک ایسی لڑکی سے شادی کی جو عمر کے لحاظ سے آپ سے بہت چھوٹی ہے لیکن وہ اس شادی پر راضی ہے اور آپ کے ساتھ رہنے پر بھی خوش ہے۔ اللہ نے آپ کو بچہ بھی دیا ہے، اگر وہ لڑکی واقعتاً اس شادی پر راضی ہے، خوش ہے، عاقل سمجھدار ہے اور اس کے سرپرستوں نے معروف طریقہ کے مطابق اپنی رضامندی سے شادی کی ہے تو یہ نکاح جائز ہے۔ شریعت میں کوئی ایسی دلیل ہمارے سامنے نہیں ہے جس کی بناء پر کہا جا سکے کہ آپ کی شادی جائز نہیں ہے۔ جن لوگوں نے آپ کی شادی پر اعتراض کیا

ہے اور اسے غیر صحیح یا ناجائز کہا ہے وہ درحقیقت غلطی پر ہیں اور ان کی یہ بات قطعاً درست نہیں ہے۔ [محمد بن ابراہیم آل شیخ]

سات سال بحیثیت میاں بیوی اکٹھے رہنے کے بعد عدم رضامندی کا اظہار کیسا ہے؟

سوال محترم شیخ صاحب! میں نے آج سے سات سال قبل شادی کی، اُس وقت میری بیوی نے نکاح نامہ پر دستخط کر کے اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ دیگر کئی ذرائع سے بھی اس کی رضامندی اور خوشی معلوم کر لی گئی تھی۔ ثبوت کے طور پر نکاح نامہ اور دیگر اوراق ارسالِ خدمت ہیں، مگر اب اُس نے عدم رضامندی اور اس نکاح کے غیر صحیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ایسی صورتحال میں شریعتِ مطہرہ کیا رہنمائی کرتی ہے۔ براہِ کرم اس معاملہ میں میری مدد فرمائیں، جزاکم اللہ خیراً۔

جواب ہم آپ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جو اوراق اور نکاح نامہ وغیرہ آپ نے ہماری طرف ارسال کیے ہیں ان کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ لڑکی نے نکاح کے وقت واضح طور پر رضامندی اور خوشی کا اظہار کیا تھا۔ وہ سات سال سے آپ کے ساتھ رہ رہی ہے۔ ان گواہیوں اور دلائل کو دیکھ کر یہی محسوس ہوتا ہے کہ آپ کا نکاح بالکل صحیح ہے، اس کو فاسد کہنا غلط ہے۔ آپ نے جو بعض اوراق ساتھ بھیجے ہیں جن میں لڑکی کی عدم رضامندی ظاہر کی گئی تو ہماری سمجھ میں دو صورتیں آتی ہیں؛

① لڑکی پہلے شادی پر راضی نہیں تھی مگر نکاح سے قبل اس نے رضامندی کا اظہار کر دیا جیسا کہ دوسرے اوراق، گواہوں اور اس کے دستخطوں سے ظاہر ہے۔

② وہ پہلے راضی تھی، شادی ہونے کے بعد اُس نے عدم رضامندی کا اظہار کر دیا۔ ان دونوں صورتوں میں ہم اسی بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ آپ کے ساتھ طویل مدت تک رہنا اُس کے راضی ہونے کی دلیل ہے ورنہ اتنا عرصہ وہ قطعاً آپ کے ساتھ نہ رہتی۔ مزید یہ کہ نکاح نامہ اور دیگر اوراق اسی بات کو تقویت دیتے ہیں۔ اس لیے یہ نکاح صحیح اور نافذ ہے، اس کو فاسد یا غیر صحیح کہنا غلط ہے۔ لیکن اس صورتحال میں ہم کہنا چاہیں گے کہ اگر آپ کے حالات اتنے خراب ہو چکے ہیں کہ اکٹھے رہنا محال ہے اور مقامی علماء نے خلع کا مشورہ دیا ہے تو خلع دینے

میں کوئی حرج نہیں بلکہ اسی میں بہتری اور بھلائی ہے۔ [محمد بن ابراہیم آل شیخ]

تکمیل تعلیم کی غرض سے نوجوان لڑکی کا شادی نہ کرنا

سوال محترم شیخ صاحب! ہمارے ہاں عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر لڑکی والوں کو بہترین رشتہ میسر آ جائے تو بھی وہ اس لیے اپنی لڑکی کی شادی نہیں کرتے کہ وہ اپنی تعلیم مکمل کر رہی ہے۔ بعض لڑکیاں کالج اور یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہوتی ہیں، وہ خود بھی اسی نظریہ کی قائل ہوتی ہیں کہ پڑھائی مکمل کرنے کے بعد ہی شادی کی جائے۔ یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ کالج اور یونیورسٹی سطح کی تعلیم مکمل کرتے کرتے عمر عزیز کا بہت سا حصہ صرف ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ لڑکیاں 30، 35 سال کی عمر کو پہنچ جاتی ہیں اور شادی نہیں کرتی ہیں، شریعت کی نظر میں یہ فعل کیسا ہے؟ براہِ کرم رہنمائی فرمائیں۔

جواب یہ بات نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے اور آپ ﷺ کے حکم سے لاپرواہی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

> ”جب تمہیں کوئی ایسا شخص شادی کا پیغام دے جس کے دین اور اخلاق سے تم مطمئن ہو تو اس کے ساتھ اپنی بچی کی شادی کر دو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد پھیل جائے گا۔“ [1]

اور فرمایا:

> ”اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو کوئی طاقت رکھتا ہے وہ ضرور شادی کرے، کیونکہ یہ (شادی) اس کی نظر کو انتہائی جھکانے اور شرمگاہ کی خوب حفاظت کا ذریعہ ہے اور جس کے پاس استطاعت نہ ہو وہ روزے رکھے یہ اس کے لیے (گناہوں سے) ڈھال ہوں گے۔“ [2]

شادی سے کنارہ کشی یا اس میں خواہ مخواہ تاخیر شادی کی مصلحتوں اور فوائد کے زبردست خلاف ہے۔ میں اپنے ان مسلمان بھائیوں کو نصیحت کرتا ہوں جو لڑکیوں کے ورثاء ہیں کہ وہ

---

[1] ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء إذا جاء .... : ۱۰۸٤۔ [2] بخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم: ٥٠٦٦۔

بغیر کسی شرعی مجبوری کے اپنی بچیوں کی شادیاں لیٹ نہ کریں۔ ویسے بھی پڑھائی کی تکمیل میں شادی رکاوٹ تو نہیں ہے۔ آپ اپنے داماد سے یہ شرط طے کر سکتے ہیں کہ وہ آپ کی بچی کو پڑھائی مکمل کرنے کی اجازت دے گا اور اس سلسلے میں اس کے ساتھ مکمل تعاون کرے گا۔

میرے خیال کے مطابق اگر عورت کسی ایسے علم میں مشغول ہے جو اس کی ضرورت ہے جیسا کہ طب وغیرہ، تو عورت تکمیل تعلیم کی شرط لگا کر نکاح کر سکتی ہے۔ ورنہ عام طور پر جب بچی ابتدائی تعلیم حاصل کر لے، اسے لکھنا پڑھنا اور تلاوت وتفسیر وغیرہ سے واقفیت ہو جائے تو اس کے لئے یہی کافی ہے، کیونکہ بچوں کی پیدائش کے بعد اس کے لیے دیگر مصروفیات کے لیے وقت نکالنا آسان نہیں رہتا۔ میرا خیال تو یہی ہے کہ عام عورت لکھنے پڑھنے، تلاوت، تفسیر اور احادیثِ رسول ﷺ سے واقف ہو جائے تو یہی بہت ہے۔ ہاں اگر کوئی ایسا علم حاصل کر رہی ہو جو عورتوں کے لیے ضروری ہے جیسا کہ میں نے کہا کہ طب وغیرہ تو وہ اپنی تعلیم مکمل کرے مگر شادی اس میں قطعاً رکاوٹ نہیں ہے۔ یہ تعلیم بھی اس شرط کے ساتھ مکمل کرنے کی اجازت ہے کہ عورتوں کی تعلیم کا اہتمام الگ ہو اور مردوں سے اختلاط کا خطرہ نہ ہو۔ (ابن عثیمین)

نوٹ: ☆ میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ ہمارے ہاں تکمیلِ تعلیم، مالی حالات کی بہتری اور دیگر کئی وجوہات کو بنیاد بنا کر شادیوں میں خواہ مخواہ تاخیر کی جاتی ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے طاقت رکھنے والوں کو فوراً شادی کا حکم دیا ہے۔ دینی تعلیمات سے دوری اور شرعی اصولوں سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے کہ ہم حقائق کو سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ میرے ایک قریبی دوست نے بتایا کہ ہمارے خاندان میں 36,35 سال کی عمر سے پہلے شادی کرنا عیب تصور کیا جاتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ جب میری عمر 32 سال تھی تو والدِ گرامی کو ان کے کسی دوست نے کہا کہ آپ اپنے بچے کی شادی کر دیں، تو انہوں نے بغیر سوچے سمجھے جواب دیا کہ ''ایہدی کہڑی اجے شادی دی عمر ہوئی اے'' واقعتاً بعض خاندانوں میں بچے اور بچیوں کی اس وقت شادی کی جاتی ہے جب ان کی عمر عزیز ڈھل چکی ہوتی ہے اور جوانی کے ایام گزر چکے ہوتے ہیں۔

ہمارے معاشرتی رویئے بھی انتہائی عجیب ہیں۔ اگر کوئی آدمی جوانی کے ابتدائی ایام میں سنتِ رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونے کے لیے شادی کے بندھن میں بندھ جاتا ہے تو سب لوگ

بھانت بھانت کی بولی بولتے ہوئے نظر آتے ہیں۔کوئی کہتا ہے کہ "ابھی تیری عمر ہی کیا تھی؟، کوئی کہے گا "ابھی تو تیرے کھیلنے کودنے کے دن تھے" کوئی کہتا ہے "تو ابھی سے ذمہ داریوں کے بوجھ تلے آگیا ہے" کوئی کہے گا "تجھے شادی کی زیادہ جلدی تھی؟" وغیرہ وغیرہ۔معلوم نہیں ہم لوگ کیوں اپنے آپ کو بھی اور دوسروں کو بھی دھوکہ میں مبتلا رکھنا چاہتے ہیں؟۔پھل جب پک جاتا ہے تو اس کو درخت سے اتار لیا جاتا ہے ورنہ اس کے خراب اور ضائع ہونے کا خدشہ بڑھ جاتا ہے۔

میرے ایک انتہائی مخلص اور قریبی دوست نے جوانی کی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی شادی کے لیے تگ ودَو شروع کر دی۔اب جو بھی سنتا، تعجب کرتا کہ ابھی سے شادی کی فکر پڑ گئی ہے۔ ابھی تو کوئی روزگار نہیں ہے، جوان ہوئے نہیں اور شادی شادی کی رٹ لگا رکھی ہے۔وہ اکثر مجھے کہا کرتے کہ دعا کریں اللہ کوئی نیک سیرت اور فرمانبردار بیوی عطا فرمائے۔وہ یہ بھی کہا کرتے کہ اگرچہ بظاہر شادی کے امکانات تو نظر نہیں آتے مگر اللہ کا حکم نافذ ہونے میں دیر نہیں لگتی۔میں ان سے عرض کیا کرتا کہ اللہ تعالیٰ نیک کاموں میں انسان کی مدد فرماتے ہیں۔پھر یونہی ہوا کہ ان کے والد صاحب ایک شادی میں شریک ہوئے جہاں ان کو رات ٹھہرنا پڑا، ایک بزرگ کو دیکھا جو پانچ وقت کی نماز پڑھنے کے ساتھ ساتھ مسجد میں تہجد پڑھ رہے ہیں۔ان کی دو بیٹیاں جوان تھیں، گاؤں میں ان کی شہرت بھی اچھی تھی۔انہوں نے دونوں بیٹیوں کی بات دینداری کی بنیاد پر پکی کر دی اور چند دن کے بعد انتہائی سادگی سے شادی ہوگئی۔میرے مذکورہ دوست BSc کرنے کے بعد ابھی تک بے روزگار تھے۔شادی کا مرحلہ طے ہوا تو اللہ نے روزگار کا بندوبست اس طرح کیا کہ گھر کے قریب ہی ایک Private سکول میں Job مل گئی اور اللہ تعالیٰ نے خوبصورت بیٹا بھی عطا فرما دیا۔بیوی بھی انتہائی فرمانبردار اور خدمت گزار ملی۔

میں جب اس واقعہ کے تناظر میں ان لوگوں کی بات سنتا ہوں جو اس لیے شادی لیٹ کرتے ہیں کہ کوئی اچھا روزگار ملے گا، اعلیٰ ملازمت ملے گی تو شادی کریں گے، تو بے اختیار سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہوں کہ شاید ان لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے واقفیت ہی نہیں یا پھر

صاحبِ شریعت ﷺ کی زبانِ اطہر پر یقین نہیں جن کا فرمانِ عالی ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ گناہ سے بچنے کے لیے شادی کرنے والے کی مدد اپنے اوپر واجب کرلیتا ہے۔'' [1]

لڑکی کی رضامندی کے بغیر اسے شادی پر مجبور کرنا کیسا ہے؟

سوال کیا باپ اپنی بیٹی کو کسی ایسے شخص کے ساتھ شادی کرنے پر مجبور کرسکتا ہے جس کو وہ پسند نہیں کرتی اور اس کے ساتھ شادی کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں ہے۔ یاد رہے کہ لڑکا دیندار اور شریف النفس ہے۔

جواب اگر لڑکی اس لڑکے کو پسند نہیں کرتی اور شادی سے یکسر انکار کررہی ہے تو اسے دیندار اور شریف النفس لڑکے کے ساتھ بھی شادی پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ لڑکی کو اگر یہ شادی پسند نہیں تو ماں باپ کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اسے مجبور کریں۔ [محمد بن ابراہیم آل شیخ]

سوتیلی ماں کے ظلم سے بچنے کے لیے شادی کرنے کا حکم

سوال میں 21 سال کی کنواری لڑکی ہوں، میں چھوٹی سی تھی کہ میری ماں فوت ہوگئی۔ میرے والد کی دوسری بیوی بچپن سے ہی میرے اوپر ظلم کرتی چلی آرہی ہے اور کبھی بھی میرے حال پر ترس نہیں کھاتی۔ وہ ہر وقت میرے ساتھ گالی گلوچ اور سختی کا معاملہ رکھتی ہے۔ میرا باپ اس صورتحال میں خاموش ہے اور اس کی چیرہ دستیوں کے مقابل کچھ نہیں کرسکتا۔ وہ اس بات پر بھی مکمل قدرت رکھتی ہے کہ میری شادی جب چاہے اور جس نوجوان سے چاہے میرے باپ کی مرضی کے بغیر کردے۔ میں اس کے ساتھ کیا رویہ اختیار کروں یا پھر جیسا وہ چاہے ایسا ہی کروں اور بلا چوں و چراں اس کی پسند کے مطابق شادی کرلوں تاکہ اس کے ظلم سے تو نجات پاؤں۔ براہِ کرم میری رہنمائی کیجئے۔ یاد رہے کہ میں نے بڑی مخالفت اور رکاوٹوں کے بعد کچھ دنیاوی اور دینی تعلیم الحمدللہ حاصل کرلی ہے۔ (ایک دکھیاری بیٹی)

جواب اے بیٹی! جب تو بالغ ہوچکی ہے اور اللہ نے تیری عقل کامل کردی ہے، تو اب اپنی مصلحت، نفع، نقصان کو پہچانتی ہے۔ اپنے متعلق سوتیلی ماں سے زیادہ سمجھتی ہے، تو نے اللہ کے

---

[1] ترمذی، الجہاد، باب ماجاء فی المجاهد والناکح...... : ١٦٥٥۔

فضل وکرم سے ایسی تعلیم حاصل کر رکھی ہے جس میں خیر اور بھلائی ہے تو تجھے اپنی سوتیلی ماں کے فیصلہ کے آگے سر تسلیم خم نہیں کرنا چاہیے، اگر تو سمجھتی ہے کہ تیری سوتیلی ماں کا فیصلہ تیرے لیے نقصان دہ ہے تو اس فیصلے کو ماننے سے انکار کر دے۔ تجھے چاہیے کہ ایسی عورت کی سختیوں سے خلاصی حاصل کرے اگرچہ اس کے لیے تجھے اس کی کڑوی کسیلی باتیں ہی کیوں نہ سننا پڑیں۔ تم اپنے باپ سے اپنا عذر اچھے طریقے سے پیش کرو اور اپنی حالت زار ان کو بیان کر کے کوئی بہتر راستہ تلاش کرو۔ اپنے والد صاحب سے کہو کہ وہ کسی اچھی جگہ پر آپ کا نکاح کر دے۔ جونہی کوئی با اخلاق اور شریف النفس نوجوان آپ کے ساتھ شادی کے لیے رضا مند ہو تو فوراً شادی کر لو، اگرچہ آپ کی سوتیلی ماں اس رشتہ کو قبول نہ کرے، اسے آپ کے معاملہ میں فیصلہ سازی کا قطعاً اختیار حاصل نہیں ہے اور نہ ہی شریعت اس کو یہ حق دیتی ہے۔ اگر آپ کو کوئی مناسب رشتہ ملتا ہے تو اپنے باپ یا دیگر کسی ہمدرد رشتہ دار کے تعاون سے شادی کر لو اور اپنی سوتیلی ماں کو اس کام میں شامل نہ کرو۔ (واللہ اعلم) [عبداللہ جبرین]

نکاحِ صحیح

بھائی کی مطلقہ سے نکاح اور پہلی اولاد کا حکم

سوال میری سابقہ بیوی میرے بھائی کے نکاح میں آئی مگر ان دونوں میں خلوت میسر نہیں آسکی اور وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب بھی نہیں گئے۔ میرے بھائی کے دوسری بیوی سے بچے ہیں، کیا یہ بچے میری سابقہ بیوی کے محرم شمار ہوں گے یا نہیں؟ مذکورہ بیوی سے میری چند بیٹیاں ہیں، کیا میری ان بچیوں کا نکاح میرے بھائی کے بیٹوں سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ شرعی رہنمائی واضح کر دیں۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ [آمین]

جواب آپ کے بھائی کی اولاد اپنے باپ کی بیوی کے محرم ہی شمار ہوں گے، اگرچہ ان دونوں کا تعلق قائم نہیں ہوسکا بشرطیکہ ان کا نکاح ہوا ہو، البتہ اس عورت کی وہ بچیاں جو موجودہ خاوند کے علاوہ کسی اور سے ہیں وہ مذکورہ لڑکوں کے لیے حلال ہیں۔ وصلی اللہ علی النبی و الہ واصحابہ [عبداللہ جبرین]

بیوی کی وفات کے بعد اس کی بھانجی سے نکاح

سوال جب ایک شخص کی اہلیہ وفات پا جائے تو کیا وہ اس کے بعد بیوی کی بھانجی یا بھتیجی سے نکاح کرسکتا ہے؟

جواب بیوی کی موجودگی میں اس کی بھانجی اور بھتیجی سے نکاح حرام ہے، البتہ عدم موجودگی میں نکاح ہوسکتا ہے۔ خواہ وہ عدم موجودگی بوجہ وفات ہو، یا طلاق وخلع کی صورت میں ہو۔ ایک وقت میں دونوں کو نکاح میں اکٹھا رکھنا منع ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کسی عورت سے اس کی پھوپھی اور خالہ کی موجودگی میں نکاح نہ کیا جائے۔'' [1]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

---

[1] ابن ماجه، أبواب النكاح، باب لا تنكح المرأة ......الخ (١٩٢٩)، مسلم (٣٧/ ١٤٠٨)۔

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ دو نکاحوں سے منع کرتے تھے یعنی کہ آدمی عورت اور اس کی پھوپھی اور عورت اور اس کی خالہ کو اکٹھا رکھے۔'' ❶

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کسی عورت سے اس کی پھوپھی کی موجودگی میں، یا پھوپھی سے اس کی بھتیجی کی موجودگی میں نکاح کیا جائے، اسی طرح اس بات سے بھی منع کیا کہ کسی عورت سے اس کی خالہ کی موجودگی میں، یا خالہ سے اس کی بھانجی کی موجودگی میں نکاح کیا جائے۔ اور نہ چھوٹی کی موجودگی میں بڑی سے اور نہ بڑی کی موجودگی میں چھوٹی سے نکاح کیا جائے۔'' ❷

یہاں چھوٹی سے مراد بھتیجی یا بھانجی ہے اور بڑی سے مراد خالہ یا پھوپھی ہے۔ امام ترمذی اس باب میں فرماتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور عام اہل علم کا اس پر عمل ہے۔''

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کسی عورت کا نکاح اس کی پھوپھی اور خالہ کی موجودگی میں نہ کیا جائے۔'' ❸

ان احادیثِ صحیحہ سے واضح ہو گیا ہے کہ پھوپھی اور بھتیجی یا خالہ اور بھانجی ایک نکاح میں اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ ہاں اگر ایک فوت ہو جائے، یا طلاق ہو جائے، یا خلع لے لے اور جدائی ہو جائے تو دوسری کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے۔ [ابو الحسن مبشر احمد ربانی]

بدکردار لڑکے اور لڑکی کی شادی

سوال ایک لڑکے نے اپنی منگیتر سے بدکاری کی، گھر والوں نے رسوائی سے بچنے کے لیے

---

❶ ابن ماجه، أبواب النكاح، باب لا تنكح المرأة على عمتها و لا على خالتها (١٩٣٠)، ابن أبي شيبة (٦١٤١٤)۔ ❷ ترمذي، كتاب النكاح، باب ما جاء لا تنكح المرأة على عمتها ولا على خالتها (١١٢٦)۔ ❸ ابن ماجه، أبواب النكاح، باب لا تنكح المرأة على عمتها و لا على خالتها (١٩٣١)، أبو يعلى (٧٢٢٥)۔

ان کا فوراً نکاح کر دیا، کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

جواب زانی مرد جس عورت سے زنا کرتا ہے اس کے ساتھ اس کا نکاح جائز ہے، خواہ وہ اس کی منگیتر ہو یا اس سے منگنی نہ ہوئی ہو۔ جرمِ زنا اپنی جگہ پر بہت سنگین ہے، تاہم اس سے ایک حلال چیز حرام نہیں ہوگی۔ لیکن اپنی منگیتر سے بدکاری کرنے کی صورت میں برائی سے بچنے کے لیے فوراً نکاح کر دینا صحیح نہیں ہے، اس بات کا یقین کر لینا ضروری ہے کہ منگیتر کا رحم خالی ہے۔ اس کے لیے ایک حیض آنے کا انتظار کرنا ہوگا۔ قرارِ حمل کی صورت میں وضع حمل کے بعد نکاح ہو سکے گا، کیونکہ حالتِ حمل میں نکاح کی ممانعت ہے خواہ وہ زنا کے نتیجہ میں قرار پایا ہو، بہر حال نکاح کے وقت رحم کا خالی ہونا اولین شرط ہے، اس کا یقین ہو جانے کے بعد نکاح ہو سکے گا۔ اگر نکاح کر دیا گیا ہے تو ان کے درمیان علیحدگی کروادی جائے گی۔ (واللہ اعلم)

[ابو محمد حافظ عبد الستار الحماد]

رخصتی سے قبل منکوحہ سے بات چیت

سوال اگر کسی شخص کا نکاح ہوئے ایک دو سال گزر گئے ہوں اور رخصتی نہ ہوئی ہو تو کیا وہ شخص اپنی منکوحہ سے ملاقات یا بات چیت کر سکتا ہے یا نہیں؟ کیا دونوں کو کنوارہ رکھنا، یعنی رخصتی نہ کرنا جائز ہے؟

جواب جب کسی شخص کا کسی عورت سے نکاح کر دیا جائے تو وہ دونوں آپس میں ملاقات اور گفتگو کر سکتے ہیں، کیونکہ اب وہ آپس میں میاں بیوی ہیں اور انہیں شادی کے بعد والے حقوق حاصل ہیں۔ صورت مسؤلہ میں ان دونوں کی رخصتی فی الفور کر دینی چاہیے، کیونکہ مقاصدِ نکاح میں نگاہ کو پست رکھنا اور شرمگاہ کی حفاظت بھی ہے اور عدم رخصتی کی بناء پر فساد کھڑا ہو سکتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں جو نوجوان لڑکیوں کو شادی کے بندھن میں باندھنے سے گریز کیا جاتا ہے اور مسلسل غیر ضروری امور کے لیے تاخیر کی جاتی ہے، یا شادی کر کے بھی عدم رخصتی کی صورت میں تاخیر در تاخیر کی جاتی ہے، یہ مقاصدِ نکاح کے خلاف ہے۔ سلف صالحین کے ہاں ایسا کوئی سلسلہ نہ تھا۔ شادی کرتے ہی رخصتی کر دینا زیادہ مناسب ہے اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو برائی سے بچانے کے لیے یہی زیادہ موزوں ہے۔ [ابو الحسن مبشر احمد ربانی]

نکاح کا طریقہ

نکاح کے وقت کلمے پڑھانا

سوال نکاح کے وقت کلمے پڑھائے جاتے ہیں اور اسے شرائطِ نکاح کا نام دیا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث کی رو سے اس کی کیا حیثیت ہے؟ اور اگر کسی کا نکاح ان کے بغیر پڑھا دیا گیا تو کیا نکاح درست ہے؟ نکاح کے وقت نکاح خواں لڑکی کے پاس جا کر ایجاب وقبول کرواتا ہے، کیا عورت کا ولی ایجاب وقبول نہیں کرواسکتا؟ نیز بتائیں کہ نکاح میں گواہوں کی تعداد کیا ہے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں ان سوالات کا جواب دیں۔

جواب نکاح کے وقت ایمان مجمل، ایمان مفصل، کلمۂ طیبہ، کلمۂ شہادت، کلمۂ تمجید، کلمۂ توحید، کلمۂ استغفار اور کلمۂ ردِ کفر وغیرہ کی تلقین کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہے، بلکہ اس طرح کے کلمات کا وجود ہی محلِ نظر ہے، چہ جائیکہ انہیں نکاح کے موقع پر پڑھا جائے۔ نکاح صرف ایجاب وقبول کا نام ہے۔ عورت کی رضامندی، ولی کی اجازت، حق مہر اور دو گواہوں کی موجودگی نکاح کی شرائط ہیں، جن کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ اس بناء پر اگر کسی کا نکاح ان کلمات کے پڑھائے بغیر کر دیا جاتا ہے تو اس کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں ہے بلکہ ہمارے نزدیک نکاح کے وقت دولہا اور دلہن کو ان چھ کلمات کی تلقین بدعتِ سیئہ ہے، ان کے پڑھنے پڑھانے سے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔

ہمارے ہاں نکاح کے وقت بہت سی غلط رسومات ادا کی جاتی ہیں، ان میں بدترین رسم یہ ہے کہ نکاح خواں جو محرم نہیں ہوتا لڑکی کے پاس جاتا ہے اور ایجاب کا فریضہ سرانجام دیتا ہے، حالانکہ یہ کام اس لڑکی کے محرم رشتہ داروں کے کرنے کا ہے۔ نکاح کی پیشکش کرنے کے لیے ابتدائی کلام کو ایجاب کہا جاتا ہے جو عام طور پر عورت کی طرف سے ہوتا ہے یا عورت کی طرف سے اس کا سرپرست ادا کرتا ہے یا نکاح خواں ان کا نمائندہ بن کر ایجاب کے کلمات کہتا ہے۔ اس پیشکش کو منظور کرنے کے لیے جو کلام کی جاتی ہے اسے قبول کہا جاتا ہے اور قبول کا

فریضہ خود دولہا سرانجام دیتا ہے۔ یہی ایجاب وقبول نکاح کا ستون ہے۔ یہ ایجاب وقبول اصالتاً (خود) اور وکالتاً دونوں طرح ادا کرنا جائز ہے، البتہ یہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہے کہ نکاح خواں لڑکی کے پاس جائے اور اس سے نکاح کی پیشکش کرنے کے اختیارات حاصل کرے، یہ کام لڑکی کا باپ، چچا، بھائی یا اور کوئی محرم رشتہ دار سرانجام دے۔ نکاح کے لیے کم از کم دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے جو مسلمان عاقل اور بالغ ہوں، پھر ان گواہوں کے لیے طرفین کے ایجاب وقبول کی سماعت ضروری ہے۔ صرف ایک گواہ کی موجودگی میں نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ اگر گواہوں نے صرف ایک فریق کا کلام (ایجاب یا قبول) سنا یا ایک گواہ نے ایک کا اور دوسرے نے دوسرے کا تو اس طرح بھی نکاح نہیں ہوگا، یعنی یہ امر لازم ہے کہ دونوں گواہ ایجاب وقبول کے وقت موجود رہیں اور اپنے کانوں سے ایجاب وقبول کی سماعت کریں۔ یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ شہادت، نکاح کے لیے شرط ہے۔ حدیث میں ہے:

''سرپرست اور دو دیانتدار گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔'' [1]

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ شہادت کی یہ شرط صحتِ نکاح کے لیے ہے یا تکمیلِ نکاح کے لیے۔ ہمارے نزدیک صحتِ نکاح کے لیے شہادت بنیادی شرط ہے۔ چنانچہ اس وقت تک نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا جب تک کہ ایجاب وقبول کے وقت گواہ موجود نہ ہوں۔ امام ترمذیؒ نے اس کی صراحت کی ہے۔ [2] [ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد]

---

[1] بیہقی، ص: ۱۲۵، ج: ۷۔ [2] ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء لا نکاح الا ببینۃ، حدیث نمبر ۱۱۰۳۔

قرآن سے شادی

قرآن پاک سے لڑکی کی شادی

سوال بعض لوگ اپنی بیٹیوں کی شادی دولت بچانے کی خاطر قرآن سے کر دیتے ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ لوگ ایسا کرنے سے اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں یا نہیں؟

جواب قرآن کے ساتھ لڑکیوں کی شادی کرنا انتہائی باطل ومردود فعل ہے بلکہ دینِ اسلام کے ساتھ تمسخر و مذاق ہے۔ اقامتِ حجت کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس کے جواز کا قائل ہے تو اس کا اسلام مشکوک ہے۔ [حافظ زبیر علی زئی]

وٹہ سٹہ کی شادی

وٹہ سٹہ کا نکاح

سوال میں اپنے چھوٹے بھائی کے نکاح کے لیے تقریباً 7 سال قبل اپنے خالو کے پاس گیا۔ انہوں نے کہا تم بھی اپنی ہمشیرہ کا نکاح میرے بیٹے سے کر دو۔ میں نے کہا کہ میری ہمشیرہ تو دینی درسگاہ میں زیرِ تعلیم ہے، فراغت کے بعد سوچ بچار کروں گا۔ اسی دوران میرے بھائی کا رشتہ کر دیا گیا۔ مجھے بعد میں علم ہوا کہ اس طرح کا مشروط نکاح وٹہ سٹہ کے زمرے میں آتا ہے، اس لیے میں نے اپنی ہمشیرہ کا رشتہ دینے سے یکسر انکار کر دیا لیکن برادری والے مجھے یہ کام کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ میرے والد نے اپنی زندگی میں میری بہن کی منگنی میرے چچا زاد سے کر دی تھی۔ میرے والد کے فوت ہونے کے بعد برادری کی طرف سے دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ میں اپنی ہمشیرہ کی منگنی اپنے خالوزاد بھائی سے کروں۔ قرآن وسنت کی روشنی میں ہماری رہنمائی کریں کہ کیا واقعی اس قسم کا نکاح وٹہ سٹہ کے زمرے میں آتا ہے؟

جواب بشرطِ صحت سوال واضح ہو کہ مذکورہ صورت وٹہ سٹہ کی ہی ہے، جسے شریعت نے حرام اور ناجائز ٹھہرایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے نکاح سے منع فرمایا ہے۔ [1]

بلکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''دین اسلام میں وٹہ سٹہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔'' [2]

امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر بایں الفاظ عنوان قائم کیا ہے۔ ''نکاح شغار اور اس کا بطلان۔'' حضرت نافع رحمہ اللہ اس کی تفسیر بایں طور پر فرماتے ہیں کہ:

''آدمی اپنی بیٹی یا عزیزہ کا نکاح کسی دوسرے شخص سے اس شرط پر کرے کہ وہ بھی اپنی بیٹی یا عزیزہ کا نکاح اس سے کر دے گا۔'' [3]

بعض روایات میں اس شرط کے ساتھ یہ الفاظ بھی ملتے ہیں کہ دونوں لڑکیوں کا کوئی

---

[1] صحیح بخاری، النکاح، باب الشغار: ۵۱۱۲۔

[2] صحیح مسلم، النکاح، باب تحریم نکاح الشغار و بُطلانہ: ۳۴۶۸۔

[3] صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم نکاح الشغار و بُطلانہ: ۲۵۳۷۔

الگ حق مہر مقرر نہ کیا جائے۔ [1]

واضح رہے کہ مہر ہونے یا نہ ہونے سے نفس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ نتیجہ اور انجام کے اعتبار سے دونوں صورتیں یکساں حکم رکھتی ہیں۔ اگر ناچاقی کی صورت میں ایک لڑکی کا گھر برباد ہوتا ہے تو دوسری بھی ظلم و ستم کا نشانہ بن جاتی ہے۔ قطع نظر کہ نکاح کے وقت ان کا الگ الگ حق مہر مقرر کیا گیا تھا یا نہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کے ایک نکاح کو باطل قرار دیا تھا، حالانکہ ان کے درمیان مہر بھی مقرر تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''یہی وہ شغار ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا تھا۔'' [2]

ہمارے نزدیک اس قسم کے نکاح کی تین صورتیں ممکن ہیں:

① نکاح کا معاملہ کرتے وقت ہی رشتہ لینے دینے کی شرط کر لی جائے، یہ صورت بالکل باطل، حرام اور ناجائز ہے۔

② نکاح کے وقت شرط تو نہیں کی، البتہ آثار و قرائن ایسے ہیں کہ شرط کا سا معاملہ ہے۔ انجام کے اعتبار سے یہ بھی شغار ہے اور ایسا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ صرف جواز کا حیلہ تلاش کرنے کے لیے ایسا کیا گیا ہے۔

③ نکاح کرتے وقت شرط بھی نہیں کی اور نہ ہی آثار و قرائن شرط جیسے ہیں۔ اس صورت کو جائز قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ اس قسم کا تبادلۂ نکاح محض اتفاق ہے۔ اس طرح کے نکاح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں متعدد مرتبہ ہوئے ہیں۔

صورتِ مسئولہ میں نکاح کی پہلی شکل ہے کہ خالو نے بات چیت کے وقت ہی اس شرط کا اظہار کر دیا تھا لیکن دوسری طرف سے اس شرط کو قبول نہیں کیا گیا بلکہ آیندہ کے حالات و ظروف پر اسے چھوڑ دیا گیا، پھر لڑکی کے والد نے کسی اور کے ساتھ اس کی منگنی بھی کر دی ہے۔ اب برادری کی طرف سے منگنی توڑ کر خالوزاد سے منگنی کرنے کے لیے دباؤ ڈالنا صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا کتاب و سنت کے خلاف ہے۔ (واللہ اعلم) [ابومحمد حافظ عبدالستار الحماد]

---

[1] صحیح بخاری، النکاح، باب الشغار: ۵۱۱۲۔

[2] ابو داود، النکاح، باب فی الشغار: ۲۰۷۵۔

وٹہ سٹہ کی شادی کا حکم

سوال شرعی طور پر وٹہ سٹہ کی شادی کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب وٹہ سٹہ کی دو صورتیں ہیں کہ کسی شخص نے اپنے بھائی کو اپنی بیٹی کا رشتہ دے دیا، اس کے بعد اُس نے اپنی بیٹی کا رشتہ اپنے بھائی کے بیٹے سے کر دیا، نکاح کے وقت کوئی شرط وغیرہ نہیں رکھی گئی، اس کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ دوسری قسم وٹہ سٹہ ارادی ہے، یعنی نکاح کرتے وقت یہ شرط کر لی جائے کہ تم اپنی بیٹی کا رشتہ میرے بیٹے سے کرو گے۔ اسے شریعت کی اصطلاح میں ''شغار'' کہتے ہیں۔ شرعی طور پر ایسا کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ حدیث میں بیان ہے کہ:

''شغار کا اسلام میں کوئی وجود نہیں ہے۔'' [1]

رسول اللہ ﷺ نے شغار سے منع کیا ہے۔ [2]

حدیث میں شغار کی تعریف بایں الفاظ کی گئی ہے:

''کوئی آدمی اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرے کہ دوسرا بھی اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کرے گا اور درمیان میں کوئی حق مہر نہ ہو۔'' [3]

بعض علماء کا خیال ہے کہ اگر درمیان میں مہر رکھ دیا جائے تو نکاح شغار کے دائرہ سے نکل جاتا ہے، حالانکہ اس تعریف میں حق مہر کا ذکر اتفاقی ہے احترازی نہیں ہے، جیسا کہ ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت عباس بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت عبد الرحمٰن بن حکم رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت عباس بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں دے دی، انہوں نے درمیان میں مہر بھی رکھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب اس نکاح کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے گورنر مروان کو مدینے میں خط بھیجا کہ ان کے درمیان فوراً تفریق کروا دی جائے

---

[1] صحیح مسلم، النکاح، تحریم نکاح الشغار: ٣٤٦٨۔ [2] صحیح بخاری، النکاح، باب الشغار: ٥١١٢۔ [3] صحیح بخاری، الحیل، باب الحیلة فی النکاح: ٦٩٦٠۔

کیونکہ یہ وہی شغار ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا تھا۔ ❶

جب معاشرتی طور پر نکاحِ شغار کو دیکھا جاتا ہے کہ مہر ہونے یا نہ ہونے سے اس کی قباحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ جب خرابی پیدا ہوتی ہے تو دونوں گھر اجڑتے ہیں، حالانکہ قصور ایک کا ہوتا ہے اور دوسرا بلاوجہ زیادتی کے لیے تختۂ مشق بن جاتا ہے۔ لہٰذا اس قسم کے نکاح سے اجتناب کرنا چاہیے، اگرچہ احناف کا مؤقف ہے کہ اگر اس قسم کا نکاح ہو جائے تو درمیان میں حق مہر رکھنے کے بعد اسے سندِ جواز مہیا کی جا سکتی ہے لیکن اس قسم کی حیلہ گری کا اسلام میں کوئی وجود نہیں ہے۔ وٹہ سٹہ کا نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا۔

(واللہ اعلم بالصواب) [ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد]

☆ نوٹ: میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ ہمارے ہاں وٹہ سٹہ کے نکاح کا رواج عام ہے۔ یہ احکام شریعت کی واضح خلاف ورزی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر مہر مقرر کیا جائے تو اسے وٹہ سٹہ نہیں کہتے، مگر یہ بات صحیح نہیں ہے۔ وٹہ سٹہ ہر اُس شادی کو کہیں گے جس میں یہ شرط رکھ دی جائے کہ تم اپنی بیٹی یا بہن کا رشتہ ہمیں دو گے تو ہم اپنی بیٹی / بہن کا رشتہ تمہیں دیں گے، اگر تم نہیں دو گے تو ہم بھی نہیں دیں گے یا اس طرح آثار و قرائن موجود ہوں یہ نکاح شرعی لحاظ سے باطل ہے۔ مہر مقرر کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

بعض لوگ حیلوں بہانوں سے وٹہ سٹہ کے نکاح کو جائز قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ وہ شرط کو خفیہ رکھ کر چند سال کے وقفہ سے نکاح کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ حیلوں بہانوں سے شرعی احکام قطعاً تبدیل نہیں ہوتے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں حیلوں بہانوں سے شرعی احکام کو توڑنے مروڑنے کو غلط اور باطل قرار دیا ہے اور نبی کریم ﷺ کا مشہور و معروف فرمان ہے کہ

((إنما الأعمال بالنيات))

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''

وٹہ سٹہ کی شادی میں ایک قباحت یہ بھی ہے کہ اس میں اکثر رشتے غیر مناسب ہوتے ہیں جن کا انجام خاندانی تنازعات کی شکل میں سامنے آتا ہے اور ایسی قباحتیں جنم لیتی ہیں کہ

---

❶ أبو داود، النكاح، في الشغار: ٢٠٧٥۔

الحفيظ والأمان۔

وٹہ سٹہ کی شادیوں میں ایک قباحت یہ بھی ہے کہ اگر ایک جوڑے میں ناچاقی ہوتی ہے اوران کا آپس میں گزارہ نہیں ہوتا تو لازمی بات ہے کہ دوسرا جوڑا جواُن کے وٹہ سٹہ کی بنیاد پر بیاہا گیا تھا، ان کا رشتہ بھی ختم کر دیا جائے اوران کے درمیان بھی جدائی پیدا کی جائے۔اس بنیاد پر بعض دفعہ طویل عرصہ سے کی گئی شادیوں کو بھی خطرات لاحق ہو جاتے ہیں حالانکہ ان کے بچے بھی جوان ہونے کے قریب ہوتے ہیں یا جوان ہو چکے ہوتے ہیں۔

میں ایک ایسے خاندان کے متعلق جانتا ہوں جو میرے آبائی علاقہ میں آباد ہے۔ مذکورہ خاندان کے بزرگ ایک دن اکٹھے ہوئے اور بغیر سوچے سمجھے چھ بچوں اور چھ بچیوں کی شادیاں وٹہ سٹہ کی بنیاد پر طے کر دیں۔ انہوں نے یہ شادیاں اپنی مرضی سے طے کیں مگر یہ ہرگز نہ سوچا کہ جو رشتے ہم طے کر رہے ہیں وہ مناسب بھی ہیں یا نہیں؟ حتیٰ کہ انہوں نے مذکورہ بچوں اور بچیوں کی عمروں کے فرق کا بھی قطعاً کوئی خیال نہیں کیا، ان کی طبیعتوں اور ذہنی رجحانات کو بھی مدنظر نہ رکھا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہی پانچ شادیاں ناکام ہو گئیں۔ خاندان میں اختلافات کی خلیج وسیع ہوتی گئی، قطع تعلقی اور لڑائی جھگڑے پیدا ہوئے، تباہی و بربادی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا مگر تعجب کی بات ہے کہ اس سارے واقعہ سے سبق سیکھنے کی کوشش بھی نہیں کی گئی اور شادیاں طے کروانے والے اپنی غلطی کو غلطی تسلیم کرنے کے لیے بھی آمادہ نہ ہوئے۔

کچھ لوگ پریشان ہیں کہ ہم تو سالہا سال سے وٹہ سٹہ کے نکاح کے تحت زندگی گزار رہے ہیں، بچے بھی جوان ہو چکے ہیں، اگر ایسا نکاح صحیح نہیں تو ہم کدھر جائیں؟

ایسے لوگوں کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ کتاب وسنت کے پیروکار جید علماء سے رابطہ کریں۔ وہ انہیں بہتر رہنمائی دے سکتے ہیں۔

البتہ ایسا نکاح جو بغیر شرط کے ہوا، مثلاً ایک بھائی اپنی بیٹی کا نکاح اپنے بھتیجے سے کرتا ہے اور اُس وقت اس کا اپنا بیٹا چھوٹا تھا، پھر جب وہ جوانی کی دہلیز پہ قدم رکھتا ہے تو وہ اپنی بھتیجی کا رشتہ مناسب سمجھ کر مانگ لیتا ہے اور کوئی شرط وغیرہ نہیں لگائی گئی تھی تو ان شاء اللہ تعالیٰ ایسے نکاح میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ (واللہ اعلم)

حق مہر

کیا مہر کی کوئی مقدار ہے؟

سوال کیا حق مہر کی کوئی کم از کم مقدار متعین ہے؟ جیسے لوگ کہتے ہیں کہ شرعی مہر باندھ لو اور سوا بتیس روپے حق مہر مقرر کر لیتے ہیں۔

جواب حضرت سہل بن عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک دفعہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ ﷺ کی خدمت میں اپنے آپ کو ہبہ کرنے آئی ہوں۔'' رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور پھر نظر نیچی کر لی اور سر جھکا لیا۔ جب اُس نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تو وہ بیٹھ گئی۔ تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر آپ ﷺ کو اس عورت کی ضرورت نہیں تو اس کے ساتھ میرا نکاح کر دیں۔'' آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تیرے پاس (حق مہر کے لیے) کوئی چیز ہے؟'' اُس نے کہا: ''اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول ﷺ! کچھ بھی نہیں ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے گھر جاؤ اور دیکھو شاید کوئی چیز مل جائے۔'' وہ صحابی رضی اللہ عنہ اپنے گھر جاتے ہیں اور واپس آ کر عرض کرتے ہیں: ''اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے کوئی چیز نہیں ملی۔'' آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''تلاش کرو، اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے۔'' وہ تلاش کرتا ہے لیکن اُسے لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملتی تو رسول اللہ ﷺ اس کا نکاح قرآن کی چند سورتوں کے عوض کر دیتے ہیں کہ وہ اسے یاد کروا دے گا۔ [1]

اس حدیث سے یہ مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار کا تعین نہیں ہے، جتنا آدمی کی ہمت میں ہو اتنا ہی مقرر کیا جائے۔ امام شافعی اور جمہور علما کا یہی مؤقف ہے کہ مہر کی وہ قلیل مقدار جس پر فریقین راضی ہو جائیں، کفایت کرتی ہے۔ اس لیے کہ لوہے کی انگوٹھی

---

[1] بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب القراءۃ عن ظهر القلب (۵۰۳۰)۔

انتہائی کم قیمت والی ہے۔ ملا علی قاری حنفی حضرت سہل رضی اللہ عنہ والی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

((مذهب الجمهور وهو الصحيح لهذا الحديث الصحيح الصريح)) [1]

''جمہور کا مذہب ہی صحیح ہے جو اس صحیح وصریح حدیث کی بناء پر ہے۔''

علمائے احناف کے ہاں دس درہم سے کم مہر نہیں ہے۔ اس کے لیے وہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت پیش کرتے ہیں جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ولا مهر دون عشرة دراهم))

''دس درہم سے کم مہر نہیں ہے۔''

یہ روایت سنن دار قطنی ۲۴۵/۳ ، ح:۳۵۵۹ اور بیہقی وغیرہ میں موجود ہے لیکن اس کی سند میں مبشر بن عبید ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس کی روایت من گھڑت اور جھوٹی ہے۔'' [2]

اسی طرح اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ بھی ہے۔ اسی طرح ایک اثر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس کی سند میں داؤد الاودی ضعیف راوی ہے اور شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں۔ ایک سند میں جویبر ضعیف ہے اور ایک طریق میں عبید اللہ بن موسیٰ الربذی متروک ہے۔ ملاحظہ ہو [سنن دار قطنی مع التعليق المغني: ۲۴۵/۳] لہٰذا اس مؤقف پر کوئی دلیل نہیں، صحیح اور صریح احادیث اس کے خلاف ہیں۔ [ابو الحسن مبشر احمد ربانی]

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حق مہر کے بغیر شادی کرنے کا حکم

سوال کیا ایک مسلمان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی اللہ کی رضا کے لیے کر دے اور حق مہر مقرر نہ کرے؟

جواب کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ حق مہر کے بغیر فی سبیل اللہ اپنی بیٹی کو کسی کے نکاح میں دے دے۔ نکاح میں حق مہر کا ہونا ضروری ہے، اللہ فرماتے ہیں:

''اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں کہ اپنے مال

---

[1] مرقاة (٦/ ٣٥٦)۔ [2] المغني في الضعفاء: ٢٤٤/٢ ، الجرح والتعديل: ١٥٧٢/٨۔

کے مہر سے تم ان سے نکاح کرنا چاہو۔'' ❶

اور سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (حق مہر دینے کے لیے) ''تلاش کرو چاہے لوہے کی انگوٹھی کیوں نہ ہو۔'' ❷

یہ اُس شخص کو فرمایا تھا جو عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا اور اس کے پاس کوئی خاص مال و دولت نہیں تھا۔ اگر کسی عورت کا نکاح حق مہر کے بغیر کر دیا جائے تو اس کے لیے مہر مثل دینا واجب ہے، (مہر مثل سے مراد اُس عورت کے خاندان کی دیگر عورتوں کا اوسطاً حق مہر ہے۔ مترجم)

یہ بھی ممکن ہے کہ انسان قرآن وحدیث کی تعلیم سکھانے کے بدلے عورت سے شادی کر لے، یہی اس کا مہر ہوگا۔ اسی طرح نفع بخش علوم سکھانے کے عوض میں بھی شادی کی جا سکتی ہے، یہی اس کا حق مہر ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ شخص سے فرمایا تھا کہ (اگر تیرے پاس کچھ نہیں تو) بتاؤ تجھے قرآن مجید کی کچھ سورتیں یاد ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں، فرمایا اس عورت کو یہ سورتیں سکھلاؤ، جاؤ میں نے اسی مہر کے عوض تمہاری شادی اس سے کر دی۔ لہٰذا ایسا شخص جو اتنا تنگدست ہو کہ اس کے پاس مہر میں دینے کے لیے کوئی چیز نہ ہو تو وہ قرآن وحدیث اور نفع بخش تعلیم کو بھی مہر بنا سکتا ہے اور اگر اس کے پاس مال واسباب ہیں تو مہر لازمی مقرر کرنا ہوگا۔ مہر عورت کا حق ہے جس میں کوئی دوسرا حقدار نہیں۔ اگر عورت اپنی رضامندی، رغبت اور خوشی سے مہر معاف کر دے تو پھر آدمی پر کچھ لازم نہیں، بشرطیکہ عورت اپنی رضامندی، پورے ہوش و حواس اور بغیر کسی دباؤ کے ایسا کرے اور وہ عاقل ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اور عورتوں کو ان کے مہر راضی خوشی دے دو، ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے کچھ مال چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھاؤ پیو۔'' ❸

[عبدالعزیز بن باز]

نوٹ: ☆ میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ مہر کی مقدار شریعت نے مقرر نہیں کی ہے۔ یہ شادی

❶ ٤/ النساء: ٢٤۔ ❷ بخاري، كتاب النكاح، باب تزويج المعسر: ٥٠٨٧۔

❸ ٤/ النساء: ٤۔

کرنے والے کی مالی حیثیت کے مطابق باہمی رضامندی سے مقرر کیا جائے گا،مگر اُس وقت دلی افسوس ہوتا ہے جب لوگ کہتے ہیں کہ شرعی حق مہر مقرر کردیں یا پھر یہ کہہ دیتے ہیں کہ چلو جی 500 روپے لکھ دیں۔ افسوس ہماری بے دین زندگی پر کہ شادی اور فضول رسموں پر لاکھوں روپیہ پانی کی طرح بہانے والا اور برادری میں ناک اونچی رکھنے کے نام پر بے حساب پیسہ اجاڑ دینے والا یہ کیوں نہیں سوچتا کہ مہر کی رقم لڑکے کی مالی حیثیت کے مطابق ہونی چاہیے۔ یہاں اسے شرعی حق مہر یا 1000,500 روپے کی منطق یاد آجاتی ہے۔ یاد رکھیے، شرعی حق مہر کا فلسفہ شیطانی ہے جو بعض مفاد پرستوں کا مقرر کردہ ہے۔ شریعت نے اگرچہ اس کی رقم مقرر نہیں کی مگر اسے دولہا کی مالی حیثیت کے مطابق مقرر کرنے کی ترغیب دی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی بعض بیویوں کو 500 درہم مہر ادا فرمایا ہے۔ [1] زیور بھی بطور مہر مقرر کیا جاسکتا ہے۔ سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے شادی کی تو نبی ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا تو نے کتنا مہر ادا کیا؟ انہوں نے عرض کیا سونے کی ایک گٹھلی۔ [2]

لہٰذا اس معاملہ میں شادی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھنا چاہیے اور کنجوسی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ اس کے برعکس کچھ لوگ محض دکھلاوے کے لیے بہت زیادہ مہر مقرر کرتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ شادی کرنے والے کی مالی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے کونسا دینا ہے؟

یاد رہے مہر فقط عورت کا حق ہے اور اس میں کسی دوسرے کو تصرف کا اختیار نہیں ہے۔ اس میں تاخیر تو ممکن ہے مگر اس کی ادائیگی ضروری ہے۔ اگر عورت اپنی مرضی سے بغیر کسی دباؤ اور زبردستی کے اپنے خاوند کو معاف کردیتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے ورنہ مہر کی رقم بیوی کو ادا کرنا ضروری ہے۔

کیا مہر کی ادائیگی میں تاخیر ممکن ہے؟

سوال کیا مہر کی ادائیگی میں تاخیر ہوسکتی ہے اور کیا اس میں زکوٰۃ واجب ہے؟

---

[1] صحیح مسلم: ٣٤٨٩۔

[2] بخاری، کتاب النکاح، باب قول الرجل لأخیه ..... ٥٠٧٢۔

جواب مہر کی ادائیگی میں تاخیر جائز ہے اور ایک مدت کے بعد دیا گیا حق مہر بالکل صحیح اور جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اے ایمان والو! عہد و پیمان پورے کرو۔'' [1]

لہٰذا عہد و پیمان اور اس کی شرط کو پورا کرنا ہے۔ جس آدمی نے تاخیر سے مہر ادا کرنے کی شرط طے کی تو یہ جائز ہے، چاہے تو مہر پورے کا پورا یا بعض تاخیر سے ادا کرے مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ اگر اس نے مہر کی ادائیگی کے لیے کوئی مدت مقرر کی ہو تو وقت آنے پر مہر ادا کر دے اور اپنی ذمہ داری سے بطریقِ احسن عہدہ برآ ہو اور اگر اس نے مہر کی ادائیگی کو مؤخر رکھا مگر اس کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں کی تو اس صورت میں مندرجہ ذیل حالتوں میں اس کی ادائیگی اس پر لازم ہوگی؛

☆ میاں بیوی میں جدائی۔ (طلاق)

☆ نکاح کا فسخ (ختم) ہو جانا۔

☆ موت۔

عورت پر اس مہر میں زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ اس کا خاوند مالدار ہو لیکن اگر وہ فقیر ہے تو اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی لازم نہیں ہے۔ اگر لوگ اس مسئلہ کو سنجیدہ ہو کر اپنائیں، اس کی شروط کو پورا کریں تو شادیوں میں آسانی پیدا ہو سکتی ہے۔ عورت اپنی مرضی اور خوشی سے حق مہر اپنے خاوند کو معاف کر سکتی ہے، بشرطیکہ اسے ڈرایا دھمکایا نہ جائے اور اسے مجبور نہ کیا جائے۔ مہر عورت کا حق ہے، اگر اسے مجبور کر کے معاف کروا گیا تو یہ ہرگز معاف نہیں ہوگا بلکہ خاوند کے ذمہ واجب الادا رہے گا۔ بعض لوگ طلاق کی دھمکی دے کر مہر مؤجل (مؤخر) معاف کروانے کی غلط کوشش کرتے ہیں، ایسا کرنا ہرگز درست نہیں ہے اور یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

[محمد بن صالح العثیمین]

ولی کی طرف سے مہر اپنے پاس رکھنے کی شرط کیسی ہے؟

سوال کیا کوئی آدمی اپنی بیٹی یا بہن کا مہر اپنے پاس رکھنے کی شرط پر اس کا نکاح کر سکتا ہے؟

---

[1] ٥/ المائدہ: ١۔

جواب مہر عورت کا ہی حق ہے اور اس کی ملکیت ہے جس میں تصرف کا اختیار باپ یا بھائی کو ہرگز نہیں ہے۔ اگر عورت اپنی مرضی سے اپنا مہر اسے دے دیتی ہے یا اس میں سے بعض حصہ باپ یا بھائی کے حوالے کر دیتی ہے تو اسے اس بات کا مکمل اختیار ہے بشرطیکہ اس پر کسی قسم کا کوئی دباؤ نہ ہو۔ یہ عورت کی طرف سے ہبہ (تحفہ) تصور کیا جائے گا، جو وہ اپنے باپ یا بھائی کو پیش کر رہی ہے۔ اگر عورت اس بات پر رضامند نہ ہو تو کسی بھی صورت میں باپ یا بھائی کے لیے جائز نہیں کہ وہ حق مہر مکمل یا کچھ مقدار حاصل کرنے کی کوشش کرے یا اس کے لیے اپنی شرط رکھے۔ [عبدالعزیز بن باز]

مہر کب واجب ہوتا ہے؟

سوال مہر کی ادائیگی آدمی پر کب واجب ہے اور کیا عقدِ نکاح سے ہی مہر واجب ہو جاتا ہے یا اس کے لیے میاں اور بیوی کا تنہائی میں ملنا ضروری ہے؟

جواب عورت کے لیے مہر مندرجہ ذیل صورتوں میں مکمل طور پر لازم ہوگا:

☆ میاں اور بیوی کا تنہائی میں ملنا۔

☆ خاوند اور بیوی کے تعلق کا قائم ہو جانا۔

☆ موت۔

☆ مباشرت۔

جب کسی آدمی نے کسی عورت سے شادی کی اور تنہائی میں اسے مل چکا تو مکمل مہر واجب ہو گیا، اگرچہ اسے اس کے فوراً بعد طلاق دے دے۔ اگر کسی نے کسی عورت سے نکاح کیا، پھر میاں بیوی کا تعلق قائم ہو گیا تو مہر مکمل طور پر واجب ہوگا۔ اگر کسی آدمی نے کسی عورت سے شادی کی، پھر اس سے فقط مباشرت کی تو پھر بھی مہر واجب ہو گیا۔ اسی طرح نکاح کے بعد موت بھی مہر کی ادائیگی کو واجب بنا دیتی ہے، یعنی اگر کسی آدمی نے کسی عورت سے نکاح کیا، ابھی اس کے پاس نہیں جا سکا تھا اور نہ ہی اسے دیکھ سکا تھا، نہ ہی اس سے بات کر سکا مگر اس سے پہلے ہی موت کی آغوش میں چلا گیا تو عورت کے لیے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوں گے:

☆ اس پر عدت گزارنا واجب ہے۔

☆ اس کے لیے اس آدمی کے مال سے وراثت کا حصہ ہوگا۔

☆ اس کے لیے مہر مثل ہوگا بشرطیکہ مہر مقرر نہ کیا گیا ہو۔

بعض لوگ اس بات پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مذکورہ امور عورت کے لیے کیسے ثابت ہو سکتے ہیں جبکہ اس کا خاوند اسے دیکھ بھی نہ سکا اور نہ ہی اس کے پاس جا سکا۔ ہم کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہوگا، کیونکہ اللہ فرماتے ہیں:

''تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن عدت میں رکھیں۔'' ❶

یہ عورت اس کی بیوی ہے اگرچہ وہ حق زوجیت ادا کرنے سے پہلے ہی اس دنیا فانی سے کوچ کر گیا۔ [محمد بن صالح عثیمین]

طلاق اور مہر کی ادائیگی کیسے ہو؟

سوال ایک آدمی نے ایک عورت سے شادی کی لیکن حق زوجیت ادا کرنے اور اس کے ساتھ خلوت (تنہائی میں ملاقات) سے قبل ہی اسے طلاق دے ڈالی تو کیا اس پر مہر کی ادائیگی لازم ہے اور اگر ہے تو کیا مکمل حق مہر ادا کرنا ہوگا؟

جواب ایسی صورت میں اس پر لازم ہے کہ وہ حق مہر ادا کرے، مکمل حق مہر کی بجائے نصف ادا کرنا ہوگا، اگر اس کی مقدار متعین تھی اور اگر مہر متعین نہیں کیا گیا تھا تو مرد اپنی طرف سے عورت کو کچھ نہ کچھ مال و متاع دے کر رخصت کرے گا اور اس عورت پر عدت گزارنا لازم نہیں ہوگا۔ اللہ فرماتے ہیں:

''اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، جو ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر تمہارا کوئی حق عدت نہیں جسے تم شمار کرو۔'' ❷

اور ایک جگہ پر ارشاد فرمایا:

''اور اگر تم عورتوں کو اس سے پہلے طلاق دے دو کہ تم نے انہیں ہاتھ لگایا ہو اور تم نے ان کا مہر بھی مقرر کر دیا ہو تو مقررہ مہر کا آدھا مہر دے دو۔ یہ اور بات ہے

---

❶ ٥/ البقرة: ٢٣٤۔ ❷ ٣٣/ الاحزاب: ٤٩۔

کہ وہ خود معاف کر دیں یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔'' ❶

اور اگر مہر مقرر نہ کیا گیا ہو تو اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ دے دلا کر عورت کو رخصت کرنا ہو گا۔ ایسی صورتحال کے متعلق ارشادِ ربانی ہے:

''تمہیں کچھ نہ کچھ انہیں دینا چاہیے اور اچھے طریقہ پر انہیں رخصت کرنا چاہیے۔'' ❷

نوٹ ☆: میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ طلاق کی صورت میں مہر کی چار شکلیں سامنے آتی ہیں، ہر ایک کا حکم اور تفصیل درج ذیل ہے: نکاح کے وقت،

① مہر مقرر کیا گیا اور خاوند نے حق زوجیت بھی ادا کیا یا خلوت میسر آئی تو طلاق کی صورت میں پورا مہر لازم ہو گا۔

② پہلی صورت کے بالکل برعکس نہ ہی مہر مقرر کیا گیا اور نہ ہی حق زوجیت ادا ہو سکے، اس صورت میں اگر خاوند طلاق دے دے تو عورت کو کچھ نہ کچھ دے دلا کر رخصت کرے۔

③ مہر تو مقرر ہو چکا تھا مگر حق زوجیت ادا نہ کیا جا سکا تو طلاق کی صورت میں نصف مہر لازمی ہو گا۔

④ مہر مقرر نہیں کیا گیا تھا مگر حق زوجیت ادا ہوئے تو طلاق کی صورت میں مہر مثل دینا ہو گا جو عورت کے قبیلہ کی دیگر خواتین کے مہر کو سامنے رکھتے ہوئے اوسطاً مقرر کیا جائے گا۔

[دیکھئے تفصیل بقرۃ:۲۲۹، ۲۳۷، احزاب:۴۹]

---

❶ ۲/ البقرۃ: ۲۳۷۔ ❷ ۳۳/ الاحزاب: ۴۹۔

ولی

بغیر ولی عورت کے نکاح کا حکم

سوال کیا عورت ولی کی اجازت کے بغیر ازخود اپنا نکاح کر سکتی ہے؟

جواب کسی کنواری یا مطلقہ و بیوہ وغیرہ کا نکاح اس کے ولی کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں۔

امام بخاری نے صحیح بخاری کی کتاب النکاح میں ((باب من قال لا نکاح الا بولی)) (جس نے یہ کہا کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں) کے تحت سورۃ البقرہ (۲۳۱،۲۲۱) اور سورۃ النور (۳۲) کی آیات اور چند احادیث درج کر کے اس بات کو واضح فرمایا ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔

اِسی کتاب میں ایک اور عنوان ((باب السلطان ولی لقول النبیّ زوجنا کھا بما معك من القرآن)) کے تحت حدیث واہبہ سے حاکم وسلطان کی ولایت کا اثبات کیا ہے۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری نے "فتح الباری (۹/ ۲۳۹، ط دار السلام)" میں لکھا ہے:

((وقد ورد التصريح بان السلطان ولی فی حديث عائشة المرفوع "ايما امرأة نكحت بغير اذن وليها فنكاحها باطل" الحديث فيه "والسلطان ولی من لا ولی له، اخرجه أبوداود والترمذی وحسنه وصححه أبو عوانة وابن خزيمة وابن حبان والحاكم))

''ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث میں اس بات کی تصریح آ چکی ہے کہ سلطان ولی ہے۔ حدیث ہے: ''جس عورت نے بھی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا، اس کا نکاح باطل ہے'' اور اس حدیث میں ہے: ''سلطان و حاکم اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہیں۔'' اس حدیث کو ابوداؤد نے ذکر کیا ہے۔ ترمذی نے حسن اور ابوعوانہ، ابن خزیمہ، ابن حبان اور

حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔''

جب عورت کے اولیاء اس کا نکاح نہ کریں اور عورت نکاح کرنا چاہتی ہو تو ایسی صورت میں سلطان و حاکم ولی ہوتا ہے۔ اسی حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے:

((فان اشتجروا فالسلطان ولی من لا ولی له))

''اگر اولیاء جھگڑے سے کام لیں تو جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہے۔''

اس کی شرح میں شارح ترمذی علامہ عبدالرحمان مبارکپوری رقمطراز ہیں:

لأن الولی اذا امتنع من التزویج فکانه لا ولی لها فیکون السلطان ولیها و الا فلا ولایة للسلطان مع وجود الولی۔ [1]

''اس لیے کہ جب ولی عورت کی شادی میں مانع ہو تو گویا عورت کا کوئی ولی نہیں، لہٰذا سلطان اس کا ولی ہو جائے گا۔ بصورتِ دیگر ولی کی موجودگی میں سلطان کی ولایت درست نہیں۔''

ولی کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ عورت کے لیے نیک جذبات رکھتا ہو، رشد و فلاح والا ہو اور جو ولی عورت کے چاہنے کے باوجود اس کی شادی نہ کرے اور دلچسپی ہی نہ لے، وہ ولی ہدایت یافتہ نہیں ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وأخرجه سفیان فی جامعه ومن طریق الطبرانی فی "الأوسط" باسناد آخر حسن عن ابن عباس بلفظ لا نکاح الا بولی مرشد أو سلطان۔ [2]

''حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے بسند حسن سفیان کی جامع اور اسی کے طریق سے طبرانی کی اوسط میں حدیث ان لفظوں سے ہے: ''ولی مرشد (رشد و ہدایت والا) یا سلطان کے بغیر نکاح نہیں۔''

یہ حدیث طبرانی اوسط (۳۱۸/۱، ح: ۵۲۵)، التلخیص الحبیر (۱۶۲/۳)

---

[1] تحفة الأحوذی: (٤/ ٢٣٧)۔ [2] فتح الباری: (٩/ ٢٤٠)۔

(۱۵۱۲)، کتاب الام از شافعی ۵/ ۲٦۵)، السنن الکبری از بیهقی (۱۲٤/۷)، مجمع البحرین (٤/ ۲۱٦۳) اور مجمع الزوائد میں موجود ہے۔علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: ''اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔''

لہٰذا جو ولی عورت کا جائز و مناسب دینی رشتہ ملنے کے باوجود اس کے نکاح میں دلچسپی نہ لے اور اپنے ہی کاموں میں مگن ہو تو اس کی ولایت معدوم ہے۔اولیاء میں سے باپ اور بیٹے سب سے زیادہ قریب ہیں، پھر والدین کی طرف سے بھائی، پھر باپ یا ماں کی طرف سے بھائی، پھر پوتے، نواسے، پھر بھتیجے اور بھانجے، پھر چچا اور ماموں وغیرہ ہیں۔ [1]

لہٰذا سائلہ محترمہ اپنے اولیا سے رابطہ کرے، اگر قریبی ولی دلچسپی نہ لے تو دور والے سے رابطہ کرے، جن کی ترتیب اوپر درج کر دی گئی ہے اور اگر ان میں سے کوئی بھی اس کے نکاح میں دلچسپی نہ لے اور نکاح کرنے کو تیار نہ ہو تو ان کی ولایت نہ ہونے کی طرح ہوگی اور سلطان و حاکم ولی ہوگا، اس کے ذریعے سے نکاح ہو جائے گا۔اگر لڑکی کے اولیا میں سے کوئی بھی اس کا نکاح کرنے پر تیار ہو جائے تو حاکم کی ولایت کالعدم تصور ہوگی۔

[ابوالحسن مبشر احمد ربانی]

کورٹ میرج کی شرعی حیثیت

سوال کورٹ میرج کے متعلق شرعی احکام سے آگاہ فرما دیں۔

جواب موجودہ معاشرے میں امتِ مسلمہ کے اندر فحاشی، عریانی اور بے حیائی کو عام کرنے کے لیے مختلف یہودی ادارے، آزادیٔ نسواں کے نام سے اٹھنے والی تحریکیں اور یہود و نصاریٰ کے تحت اسلامیات کی ڈگریاں لینے والے پروفیسرز اور وکلاء اپنا اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔اگر کوئی لڑکا اور لڑکی عشق معاشقے کے مارے گھر سے راہِ فرار اختیار کرتے ہیں تو انہیں پولیس اور نام نہاد عدالتوں کا سہارا مل جاتا ہے۔وہ اپنی غلط روش کو ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کے بندھن کا روپ دے لیتے ہیں۔آج کل نوجوان لڑکیوں کی خودسری اور گھروں سے فرار کی وبا عام ہے۔بدقسمتی کی بات ہے کہ بعض نام نہاد علماء بھی انہیں سندِ جواز فراہم کرتے ہیں۔ان

---

[1] الروضة الندية (۲/ ۲۹) بتحقيق محمد صبحي حلاق۔

بد قماش اور آوارہ لڑکیوں کی تائید کر کے وہ معزز اور شریف والدین کی بے عزتی اور بے بسی کو نظر انداز کر دیتے ہیں، لیکن اس تاریک دور میں بعض جج ایسے بھی ہیں جو عدالت کی کرسی پر بیٹھ کر اس بے راہ روی پر قابو پانے کے لیے ایسی لڑکیوں کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں اور کتاب وسنت کے دلائل کو مدنظر رکھ کر صحیح فیصلہ بھی کر جاتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگ آٹے میں نمک کے برابر ہیں، اکثر جج یہی فیصلے کیے جا رہے ہیں کہ اگر لڑکا اور لڑکی گھر سے فرار ہو کر عدالت کے سامنے یا پولیس ہی کے سامنے ازدواجی زندگی کا اقرار کر لیں تو یہ نکاح صحیح شمار ہوگا، حالانکہ کتاب وسنت کی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نکاح باطل ہے۔ اس نکاح کے باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس نکاح میں لڑکی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے اور یہ بات پچھلے مسئلے میں ثابت کی جا چکی ہے کہ شریعتِ اسلامیہ میں ولی کی اجازت کے بغیر کیا گیا نکاح باطل و ناجائز ہے۔

[ابوالحسن مبشر احمد ربانی]

نوٹ ☆: میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ ولی اور عادل گواہوں کی موجودگی کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ اگر کسی لڑکی کا ولی اس کی شادی کسی غیر مناسب جگہ پر زبردستی کرنا چاہتا ہے یا اسے زبردستی کہیں مناسب جگہ شادی کرنے سے روکنا چاہتا ہے جس میں شرعی طور پر کوئی قباحت نہیں ہے اور ولی فقط اپنی انا یا دیگر کسی غرض سے رکاوٹ بن رہا ہے تو لڑکی کو چاہیے کہ وہ اپنے دیگر ولیوں سے مدد طلب کرے یعنی باپ زبردستی کر رہا ہے تو بھائی، چچا، دادا، تایا وغیرہ سے مدد طلب کرے۔ اگر وہ بھی تیار نہ ہوں تو خاندان کے دیگر بزرگوں اور مؤثر افراد سے تعاون کی درخواست کرے، لیکن اگر کوئی بھی اس کی مدد کرنے کو تیار نہ ہو تو پھر کسی کو ساتھ لے کر پنچایت یا عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے اور انصاف کی اپیل کرے۔ مگر اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وہ اپنے کسی آشنا کے ساتھ فرار ہو جائے اور کورٹ میرج کر لے۔ اپنی مشکل میں عدالت سے انصاف طلب کرنا اور چیز ہے اور کسی لٹیرے کے ساتھ گھر سے بھاگ جانا اور ماں باپ کی عزت خاک میں ملا دینا اور بات ہے۔ اسلام ایسے خفیہ یارانوں اور چوری چوری تعلقات استوار کرنے کی قطعاً اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی ایسی شادی شرعی لحاظ سے صحیح ہے۔ کاش ہمارے ملک میں شرعی نظام نافذ ہوتا تو ہر کسی کو انصاف مہیا ہوتا۔ عدالت نوجوان لڑکی کی بات پر غور کرتی اور اس کے

ولی کو زبردستی کرنے سے منع کر دیتی۔ بہرحال شرعی احکام محکم ہیں، ان میں تبدیلی ممکن نہیں۔ کسی نوجوان لڑکی کا کسی نوجوان غیر محرم کے ساتھ گھر سے نکلنا ہی ناجائز ہے۔ اس کے ساتھ بھاگنا، سفر کرنا، تنہائی میں اکٹھے ہونا، خفیہ دوستی لگانا اور بغیر نکاح کے ساتھ اس کے وقت گزارنا بالکل حرام ہے۔ جو کوئی عورت ایسا کرے گی، وہ حرام فعل کا ارتکاب کرے گی۔

والد کی موجودگی میں چچا کی ولایت

سوال کیا والد کی موجودگی میں چچا ولی بن سکتا ہے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

جواب یہ جائز نہیں ہے، امام ابن قدامہ فرماتے ہیں:

ان زوّج المرأة الولی الأبعد مع حضور الولی الأقرب بغیر اذنه فاجابته الی زوجها فالعقد فاسد۔ [1]

"اگر عورت کا دور کا ولی قریبی ولی کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر عورت کا نکاح کر دیتا ہے تو یہ نکاح فاسد ہے، خواہ عورت اس کو قبول ہی کر لے۔"

کیونکہ ولی ہونا تعصیب سے ہے، جس طرح قریبی عصبہ کے ہوتے ہوئے دور والے عصبات محروم ہوتے ہیں اسی طرح قریبی ولی کی موجودگی میں دور والے کو اس کا اختیار نہیں ہے، اور میراث میں یہ ترتیب صحیح حدیث سے ثابت ہے اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ قریبی ولی دوسرے اولیا سے عورت کی مصلحت پر زیادہ حریص ہوتا ہے اور اس پر شفقت اور رحم کے لحاظ سے بھی دوسروں سے زیادہ قریب ہے۔ اس لیے یہ حق صرف اسی کو ہونا چاہیے۔ ہاں اگر یہ خود کسی دوسرے کو اجازت دے دیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

[ابوالحسن مبشر احمد ربانی]

کیا ماں بیٹی کی ولی بن سکتی ہے؟

سوال کیا ایک عورت اپنی بیٹی کی ولی بن کر اس کا نکاح کروا سکتی ہے، جبکہ لڑکی کا باپ بھی

---

[1] المغنی: ۷/ ۳٦٤)۔

موجود ہے؟ کتاب وسنت کی رو سے وضاحت فرمائیں۔

جواب عورت کے نکاح کے لیے ولی کا ہونا ضروری ہے اور ولی مرد ہی ہو سکتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لا نكاح الا بولي)) 1

"ولی کے بغیر نکاح نہیں۔"

اس حدیث کو امام ترمذی، ابن حبان (۴۰۷۵ تا ۴۰۷۸) اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

اسی طرح ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس بھی عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے۔" 2

اس حدیث کو بھی امام ابن حبان اور امام حاکم وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ زکریا انصاری فرماتے ہیں:

'اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ولی کے بغیر واقع ہونے والا نکاح صحیح نہیں ہے۔" 3

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کوئی عورت کسی عورت کی شادی نہ کرے اور نہ کوئی عورت اپنی شادی بذاتِ خود کرے۔" 4

علامہ زکریا انصاری نے فتح العلام (ص ۵۳۱) میں اس حدیث کو بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ عورت نہ خود اپنا نکاح کر سکتی ہے اور نہ کسی دوسری عورت کا،

---

1 أبو داود، كتاب النكاح، باب في الولي (۲۰۸۵)، ابن ماجه (۱۸۸۱)، ترمذی (۱۱۰۱)، حاکم (۱۶۹/۲)۔ 2 أبو داود، كتاب النكاح، باب في الولي (۲۰۸۳)، ترمذی (۱۱۰۲)، ابن حبان (۴۰۷۴)، حاکم (۱۶۸/۲، ح: ۲۷۰۶)۔

3 فتح العلام، ص: ۵۱۶۔ 4 ابن ماجه، كتاب النكاح، باب لا نكاح الا بولي (۱۸۸۲)، دار قطنی (۲۲۷/۳، ۲۲۸)، بیهقی (۱۱۰/۷)۔

اور اسی میں عزت وشرافت ہے۔ جو عورتیں گھروں سے راہِ فرار اختیار کر کے اپنا نکاح خود منعقد کروالیتی ہیں، وہ جہاں شریعت کے مقاصدِ حسنہ کی دھجیاں بکھیرتی ہیں وہاں اپنے والدین، عزیز واقارب اور رشتہ داروں کے لیے بھی ذلت ورسوائی کا باعث بنتی ہیں۔ شریعت نے جو بھی اصول وضوابط اور زندگی گزارنے کے طور طریقے دیئے ہیں، ان پر عمل کرنے میں ہی خیر وبھلائی ہے۔ شریعت سے ہٹ کر زندگی بسر کرنا دنیا وآخرت میں ذلت ورسوائی کو جنم دیتا ہے۔ اللہ ہمیں راہِ سدید اور صراطِ مستقیم پر قائم رکھے اور جادۂ حق پر ہی ہماری موت آئے۔ (آمین)

[ابوالحسن مبشر احمد ربانی]

جس نکاح میں شروط پوری نہ ہوں اس کا حکم

سوال محترم شیخ صاحب! ہمارے ہاں ایک آسٹریلوی لڑکی نے اپنی شادی بغیر ولی کے کر لی، نہ حق مہر مقرر کیا گیا اور نہ ہی گواہان موجود تھے۔ نکاح کے موقع پر ایک مسلمان مرد، ایک عیسائی عورت جو کہ لڑکی کی ماں ہے، لڑکی کی عیسائی سہیلیاں اور چند مسلمان سہیلیاں موجود تھیں۔ نکاح کی رجسٹریشن بھی ایک عیسائی عورت نے کی۔ چار سال گزر جانے کے بعد اس لڑکی نے اسلام قبول کر لیا، اللہ نے اسے دو بیٹے بھی عطا فرمائے۔ اب وہ لڑکی اس نکاح کے بارے میں شرعی حکم معلوم کرنا چاہتی ہے۔ اگر یہ نکاح صحیح نہیں ہے تو اس صورتحال میں اسے کیا کرنا ہوگا؟ دوسری بات یہ ہے کہ یہ لڑکی انگریزی کے علاوہ کچھ نہیں جانتی تو مسلمان ہونے کے بعد وہ نماز کس طرح پڑھے گی؟

جواب سوال میں مذکورہ نکاح کی صورت غیر شرعی ہے، یہ نکاح صحیح نہیں ہے کیونکہ اس نکاح میں نہ ہی تو ولی موجود تھا اور نہ ہی شرعی گواہان۔ نکاح میں حق مہر کا تذکرہ نہ کرنا بھی غیر صحیح فعل ہے۔ نکاح میں ولی اور دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"ولی اور عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔" [1]

اس نکاح کو صحیح اور شرعی بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس لڑکی کا ولی نکاح رجسٹرار کی خدمت میں حاضر ہو اور مذکورہ خاوند سے اس لڑکی کا نکاح عادل گواہوں کی موجودگی میں

---

[1] دار قطنی، سنن بیهقی۔

کروائے بشرطیکہ لڑکی اس نکاح پر رضامند ہو اور اس کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو۔ اگر اس کا ولی موجود نہ ہو تو عدالت میں شرعی حاکم (جج) کی موجودگی میں نکاح کیا جائے۔ جو کچھ پہلے گزر چکا ہے اس میں اس عورت پر کوئی جرمانہ عائد نہیں ہوتا ہے۔ دونوں کی اولاد شرعی تصور کی جائے گی۔ ان کا نسب ان کے باپ کی طرف منسوب ہوگا اور یہ نسب بالکل صحیح تصور ہوگا بشرطیکہ دونوں صحتِ نکاح کا اعتقاد رکھتے ہوں۔ گزشتہ چار سالوں میں میاں بیوی کے قائم شدہ تعلقات کو زنا وغیرہ سے تعبیر کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ اس کو شریعت کی اصطلاح میں وطی شبہ کہتے ہیں۔

اس لڑکی کی نماز کے بارے میں سوال کیا گیا ہے تو اس کے متعلق ہم یہی کہنا چاہیں گے کہ اس پر لازم ہے کہ وہ سورۃ فاتحہ اور نماز کے ضروری اذکار اور دعاؤں کو یاد کرنے کی فوراً کوشش کرے۔ (محمد بن ابراہیم آل شیخ)

بغیر ولی کے نکاح اور ٹیلی فونک دوستی کا حکم

سوال کیا نوجوان کنواری لڑکی اپنے والد کی اجازت کے بغیر نکاح کر سکتی ہے اور کیا وہ کسی نوجوان کے ساتھ بذریعہ ٹیلی فون یا بذریعہ خط و کتابت گفتگو کر سکتی ہے؟

جواب کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے والد کی اجازت کے بغیر شادی کرے کیونکہ وہ اس کا ولی (سرپرست) ہے۔ والد کی نظر، تحقیق اور جانچ اس کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے، لیکن والد کے لیے بھی یہ قطعاً جائز نہیں کہ وہ اپنی بیٹی کو مناسب اور بہترین لڑکا مل جانے کے باوجود شادی سے روکنے کی کوشش کرے۔ رسولِ کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

> ''جب تمہیں کوئی ایسا نوجوان شادی کا پیغام بھیجے جس کے دین اور امانت سے تم مطمئن ہو تو اس کے ساتھ (اپنی بیٹی، بہن وغیرہ کی) شادی کر دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں بہت بڑا فتنہ و فساد پھیل جائے گا۔'' [1]

اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی کہنا چاہیں گے کہ لڑکی کے لیے یہ قطعاً جائز نہیں کہ وہ اس لڑکے کے ساتھ شادی پر اصرار کرے جس کو اس کا باپ ناپسند کر رہا ہے۔ باپ کی نظر بیٹی کی نسبت زیادہ بہتر اور دور رس ہے اور شاید یہ شادی نہ کرنے میں ہی بھلائی ہو اور وقتی طور پر یہ

---

[1] مصنف عبد الرزاق، باب الأكفاء: ١٠٣٢٥۔

لڑکی اس حقیقت کا ادراک نہ کر رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''(ہوسکتا ہے) کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے نقصان دہ ہو۔'' [1]

لڑکی کے لائق یہی ہے کہ وہ اللہ کے حضور دست دعا بلند کرے اور اللہ سے بہتری اور بھلائی کا سوال کرے۔ اور کسی جوان عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی جوان مرد سے بذریعہ ٹیلی فون یا بذریعہ خط وکتابت رابطہ رکھے۔ ایسا فعل اس لڑکی سے شرم وحیا کا زیور چھین کر اسے حیا باختہ بنا ڈالے گا۔ مزید یہ کہ شریعت ایسے افعال کو حرام اور ناجائز کہتی ہے۔ [صالح الفوزان]

حکومت کی آزاد کردہ لونڈیوں کے نکاح کا حکم

سوال جن عورتوں کو حکومت نے آزاد کروا دیا جو کہ خرید کر لائی گئی تھیں اور لونڈی کی حیثیت سے زندگی گزار رہی تھیں، ان کے نکاح کا کیا حکم ہے اور ان کا نکاح کون پڑھائے گا؟

جواب جن لونڈیوں کو حکومت نے آزاد کر دیا، ان کا نکاح وہ جج منعقد کر سکتا ہے جو حکومت کی طرف سے مقرر کردہ ہے اور کسی عدالت میں اپنے فرائض انجام دے رہا ہے۔ اگر کوئی آدمی ان آزاد کردہ عورتوں سے شادی کا خواہاں ہے تو فیملی کورٹس میں ان کا نکاح تمام شروط وقیود کو سامنے رکھتے ہوئے منعقد کیا جا سکتا ہے اور یہ اُس وقت ہے جب ان کا کوئی ولی موجود نہ ہو، یعنی جہاں ان کو آزاد کیا گیا ہے وہاں نہ ہی ان کا کوئی باپ ہو، نہ بیٹا، نہ بھائی وغیرہ اور نہ ہی کوئی قریبی رشتہ دار ہو۔ (محمد بن ابراہیم آل شیخ)

گھر سے دور ایک مجبور عورت کا ولی کون ہوگا؟

سوال ایک لڑکی اپنے باپ کے ساتھ یمن سے طائف میں آکر رہنے لگی۔ اس کے باپ نے اس کی شادی طائف میں ہی ایک شخص سے کر دی، پھر اس کا باپ طائف سے ریاض چلا گیا۔ ایک دن یہ لڑکی اپنے ہاتھ میں طلاق کا کاغذ تھامے اپنے باپ کے پاس حاضر ہوئی۔ اس کے باپ نے غمزدہ دل کے ساتھ اسے اپنے پاس رکھا۔ پھر اچانک ایک دن اس کا والد فوت ہو گیا۔ اس صورتحال میں وہ بیچاری اکیلی رہ گئی۔ اس کے باپ شریک بھائی یمن میں آباد ہیں۔

---

[1] ۲/ البقرہ: ۲۱٦۔

لڑکی اب بیوگی کے ایام ریاض میں گزارنے لگی۔ پھر ایک دن اسے ایک سنجیدہ شخص کی طرف سے نکاح کا پیغام موصول ہوا، یہ شخص بھی ریاض میں مقیم تھا جبکہ اصلاً یمنی باشندہ ہے۔ آپ سے سوال یہ ہے کہ براہِ کرم بتایئے کہ یہ عورت اپنے نکاح کے لیے کس کو وکیل بنائے گی؟ اسے اپنے باپ شریک بھائیوں کی سرپرستی میں جانا ہوگا، یا اس کے بھائی ریاض میں حاضر ہوں گے جبکہ وہ یمن میں ہیں، اس صورتحال میں کیا کرنا ہوگا؟

جواب سوال میں جو صورتحال مذکور ہے اس کے پیش نظر ہم کہنا چاہیں گے کہ اگر آسانی کے ساتھ اس کے بھائی ریاض آسکتے ہیں تو بہت بہتر ورنہ ان بھائیوں کو چاہیے کہ وہ ریاض میں کسی جاننے والے کو وکیل مقرر کردیں۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو علماء کے ایک قول کے مطابق دور کا کوئی بھی ولی اس کی شادی کرواسکتا ہے جو اس کے پاس آسانی سے پہنچ سکتا ہو۔ اگر ایسا بھی ممکن نہ ہو اور اس کے اولیاء کا وہاں پہنچنا کسی وجہ سے انتہائی مشکل ہو اور ان کے وہاں حاضر ہونے میں زبردست مشقت ہو تو اس لڑکی کا ولی حاکم ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس کا کوئی ولی نہ ہو تو حاکم اس کا ولی ہے۔''

اگر کسی بھی ولی کا اس عورت کے پاس پہنچنا انتہائی مشقت کا باعث ہے تو یہ اس عورت کے حکم میں ہوگی جس کا کوئی ولی نہیں ہے اور جس کا کوئی ولی نہ ہو تو اس کا ولی حاکم ہوگا۔

[محمد بن ابراہیم آل شیخ]

اگر عورت کا ولی موجود نہ ہو تو اس کا نکاح کیسے ہوگا؟

سوال ایک عورت کو کسی آدمی نے نکاح کا پیغام بھیجا، یہ عورت جس علاقہ میں رہائش پذیر ہے وہاں اس کا کوئی ولی موجود نہیں۔ اس عورت کے دو مرد رشتہ دار جو اس کے ولی بن سکتے ہیں وہ یمن میں مقیم ہیں اور ان کا نکاح میں حاضر ہونا انتہائی مشکل ہے۔ یہ عورت مناسب رشتہ مل جانے کی وجہ سے نکاح کی خواہاں ہے تاکہ یہ اچھا موقع اس کے ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ اس صورت میں آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟

جواب جس کسی عورت کا ولی موجود نہ ہو یا پھر ولی تو ہو مگر اس کا وہاں پہنچنا محال ہو تو کوئی دور کا رشتہ دار اس کا ولی بن سکتا ہے، اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ایسی عورت کا ولی حاکم ہوگا۔ عدالت کا

جج نکاح کی تمام شروط وارکان کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کا نکاح کروائے گا بشرطیکہ کوئی شرعی رکاوٹ موجود نہ ہو۔ [محمد بن ابراہیم آل شیخ]

باپ کی اجازت کے بغیر بھائی بہن کا نکاح کر دے تو کیسا ہے؟

سوال ایک لڑکی کی شادی اس کے بھائی نے باپ کی اجازت اور اس کو اطلاع دیئے بغیر کر دی، کچھ دنوں کے بعد جب بچی کے باپ کو پتہ چلا تو اس نے بھی اس شادی کے بارے میں رضامندی کا اظہار کر دیا، کیا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو ہمیں کیا کرنا ہوگا؟

جواب اگر لڑکی کا باپ موجود ہو تو بھائی کو قطعاً یہ حق حاصل نہیں کہ وہ باپ کو بتائے بغیر اپنی بہن کا نکاح کر دے، ہاں اگر باپ نے اس کو اس بات کا اختیار دے رکھا ہو تو کوئی حرج نہیں ورنہ ایسا نکاح صحیح نہ ہوگا، اگرچہ باپ نے رضامندی کا اظہار کر بھی دیا ہے۔ اگر آپ ان دونوں کو شرعی نکاح میں لانا چاہتے ہیں تو لڑکی کے باپ پر لازم ہے کہ وہ نئے سرے سے ان کا نکاح اپنی سرپرستی میں کروائے یا پھر لڑکی کے بھائی کو اپنا وکیل مقرر کرے اور وہ اس نکاح کی تجدید کروائے۔ باپ اگر چاہے تو بھائی کی جگہ کسی اور کو بھی نکاح کے لیے وکیل بنا سکتا ہے۔

[محمد بن ابراہیم آل شیخ]

بڑے چچا کی موجودگی میں چھوٹے چچا نے بھتیجی کا نکاح کروا دیا

سوال ایک نوجوان لڑکی کا باپ اس دنیا فانی سے کوچ کر گیا، اس لڑکی کے چھوٹے چچا نے بڑے بھائی کو بتائے بغیر اپنی بھتیجی کا نکاح کسی نوجوان سے کر دیا۔ اس لڑکی کا کوئی بھائی بھی موجود نہیں ہے۔ یہ لڑکی آپ سے اپنے نکاح کے بارے میں سوال کرنا چاہتی ہے۔

جواب اگر صورتحال یہی ہے جو سوال میں مذکور ہے کہ نہ تو اس لڑکی کا باپ دنیا میں موجود ہے اور نہ ہی کوئی بھائی، تو یہ نکاح صحیح ہے بشرطیکہ اس بچی کا چھوٹا چچا عاقل بالغ ہے اور اس بھتیجی کے نکاح کے متعلق عدل وانصاف سے کام لینے والا ہے اور اس نے یہ نکاح کفو (برابری) کا لحاظ رکھتے ہوئے کروایا ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ جب دو یا دو سے زیادہ اولیاء (سرپرست) درجہ میں برابر ہوں تو ان میں سے جو بھی اپنی زیر سرپرستی عورت کا نکاح کروا دے گا تو وہ صحیح تصور کیا جائے گا، اگر عمر میں

بڑے کو یہ حق دیا جائے تو یہ انتہائی بہترین فیصلہ ہوگا۔ یہ دونوں چچا درجہ میں ولی ہونے کے اعتبار سے برابر ہیں، لہٰذا یہ نکاح صحیح ہے۔ [محمد بن ابراہیم آل شیخ]

نوجوان بھائی کی موجودگی میں لڑکی کا نکاح کوئی اور کروا دے تو کیسا ہے؟

سوال ایک لڑکی جس کا باپ فوت ہو چکا ہے، اس کا سگا بھائی 15 سال کی عمر کو پہنچ چکا ہے مگر اس لڑکی کا نکاح اس کے بھائی سے پوچھے بغیر لڑکے کے کزن نے کہیں کروا دیا۔ ہمیں کسی نے بتایا کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہے کیونکہ نکاح کروانے والے کو نہ تو لڑکی کے باپ نے اور نہ ہی اس کے بھائی نے وکیل مقرر کیا اور نہ ہی اسے کسی قسم کا کوئی اختیار دیا، ایسے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب اگر اس لڑکی کا بھائی واقعتاً 15 سال کی عمر کو پہنچ چکا ہے اور وہ مکمل طور پر عقلمند ہے، نکاح کی مصلحتوں، کفو (برابری) وغیرہ کے متعلق جانتا ہے تو یہ نکاح فاسد ہے اور صحیح نہیں ہے، بشرطیکہ اس کا اس نکاح کے وقت حاضر ہونا ممکن ہے، لہٰذا یہ نکاح صحیح نہیں کیونکہ اس نکاح میں ولی کی شرط مفقود ہے۔ اگر میاں بیوی ایک دوسرے سے تنہائی میں مل چکے ہیں تو انہیں فوراً علیحدہ کر دیا جائے یعنی ان میں تفریق پیدا کر دی جائے اور اگر ایسا نہیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ نکاح کی تجدید سے پہلے ہرگز ہرگز ایک دوسرے کے قریب نہ جائیں۔ تجدیدِ نکاح کے لیے لڑکی کے بھائی کو ولی بنانا ہوگا۔ اگر یہ لڑکا اپنے مذکورہ کزن کو اپنا وکیل مقرر کر دے تو پھر اس کی موجودگی میں نکاح کی تجدید ہوگی۔ اگر ایسا نہیں تو ان دونوں کا اکٹھے رہنا حرام ہے۔ اس حرام فعل سے بچنے کے لیے پوری شروط اور ارکان کے ساتھ نکاح کی تجدید کرنا ہوگی۔

[محمد بن ابراہیم آل شیخ]

کیا لڑکی کے والد کے قریبی رشتہ داروں کی موجودگی میں ماموں ولی بن سکتا ہے؟

سوال ایک لڑکی جو جوانی کی عمر کو پہنچ چکی ہے لیکن اس کا باپ فوت ہو چکا ہے، وہ بیچاری یتیم ہے، اس کا ایک بھائی بھی ہے جو 12 سال سے بھی کم عمر کا ہے۔ اس لڑکی کے ماموں نے اس بچی کا ایک جگہ نکاح کروا دیا۔ اس لڑکی کے دیگر رشتہ دار موجود ہیں جو اس کے ولی بن سکتے ہیں جبکہ وہ درجہ کے لحاظ سے ایک ہی مقام رکھتے ہیں، کیا ایسی صورت میں نکاح صحیح ہوگا؟

جواب اس صورتحال میں نہ ہی ماموں ولی بن سکتا ہے اور نہ ہی اس بچی کا بھائی بلکہ اس

کے باپ کے قریبی رشتہ داروں میں کسی کو ولی بنایا جائے گا۔ اگر وہ درجہ میں برابر ہیں تو لڑکی خود ان میں سے کسی ایک کو نکاح منعقد کرنے کی اجازت دے گی، اس کا بھائی ہرگز ولی نہیں بن سکے گا کیونکہ وہ ابھی سن بلوغت کو نہیں پہنچا ہے البتہ اگر ماموں دیگر موجود رشتہ داروں کی نسبت بچی کے زیادہ قریب ہو تو نکاح صحیح تصور کیا جائے گا اور اگر اس سے زیادہ قریبی رشتہ دار موجود ہے تو یہ نکاح صحیح نہیں، اس کی تجدید ضروری ہے۔ اس صورتحال میں میاں بیوی کے درمیان جدائی کروادی جائے تاآنکہ نکاح کی تجدید ہو جائے۔ [محمد بن ابراہیم آل شیخ]

لڑکی کا ولی اس کو نکاح سے روکنا چاہتا ہے، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

سوال ایک لڑکے کی طرف سے لڑکی اور اس کے ولی (سرپرست) کو نکاح کا پیغام ملا، مگر لڑکی کے ولی نے اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ اسے ذاتی فائدے اور لالچ کی بناء پر نکاح سے روکنا چاہتا ہے۔

جواب لڑکیوں کے اولیاء اور سرپرستوں پر لازم ہے کہ جب انہیں مناسب اور اچھا رشتہ مل جائے تو وہ اپنی بچیوں کی فوراً شادی کر دیں بشرطیکہ جس لڑکی کی شادی مقصود ہو وہ بھی رضامند ہو، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

> ”جب تمہیں کسی ایسے (لڑکے) کی طرف سے منگنی کا پیغام ملے جس کے دین اور اخلاق سے تم مطمئن ہو تو اس سے (اپنی بچی کی) شادی کر دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں بہت بڑا فساد پھیل جائے گا۔“ [1]

اولیاء کے لیے جائز نہیں کہ وہ لڑکیوں کو فقط اس لیے نکاح سے روکے رکھیں کہ وہ اپنے چچازاد، ماموں زاد یا خالہ زاد بھائیوں سے نکاح کے لیے رضامند ہو جائیں یا پھر وہ ان کو ایسے لڑکوں سے نکاح کے لیے روکے رکھیں جن کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہے۔ اس طرح کی کسی اور غرض کے لیے بچیوں کے نکاح کو مؤخر کرنا زبردست بے وقوفی ہے، ایسی بیہودہ اغراض اور لالچ سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔

مسلمان حکمرانوں، ججوں اور حکومتی عہدیداروں پر لازم ہے کہ وہ ایسے ظالم افراد کا ہاتھ

---

[1] سنن ترمذی، كتاب النكاح، باب ما جاء إذا جاء أحدكم من ترضون دينه فزوجوه: ١٠٨٤۔

روکیں۔ نوجوان لڑکیوں سے ظلم وتشدد کو روکنے کے لیے ایسا کرنا اصحابِ اقتدار کا فرض ہے تاکہ نوجوان نسل کے جذبات کو مسلنے سے روکا جا سکے۔ عدل کا تقاضا یہی ہے کہ ایسے ظالم افراد کا ہاتھ پکڑا جائے تاکہ نوجوان نسل بے راہ روی سے بچ سکے۔ (عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز)

جس عورت کا ولی نہ ہو اور نہ ہی حاکم ولی بنے تو اس کا نکاح کیسے ہوگا؟

سوال ایک لڑکی نکاح کی عمر کو پہنچ چکی، اس کا ولی موجود نہیں ہے، نہ ہی حاکم اس شہر میں ہے کہ اس کا ولی بن سکے، نہ ہی اس چھوٹے سے قصبہ میں کوئی جج وغیرہ ہے تو کیا امیرِ علاقہ جج کے قائم مقام بن کر اس کا نکاح کر سکتا ہے؟

جواب لڑکی کا باپ سب سے زیادہ حق رکھتا ہے کہ نکاح میں اس کا ولی بنے، اگر باپ نہ ہو تو دادا یا پڑدادا ولی بنے گا۔ اگر وہ بھی نہ ہو تو لڑکی کا حقیقی بھائی ولی ہوگا، یعنی جیسے میراث تقسیم ہونے کے لیے رشتوں کا اعتبار ہوتا ہے اسی طرح قریبی مرد رشتہ دار بالترتیب ولی بنیں گے۔ اگر یہ میسر نہ ہوں تو حاکم اور اگر حاکم نہ ہو تو قاضی (جج) ولی ہوگا۔ البتہ امیرِ علاقہ جسے حاکمِ وقت نے چند خاص امور کی نیابت دے رکھی ہو وہ ولی نہیں بن سکتا۔ بہتر یہ ہے کہ اگر اس قصبہ میں قاضی (جج) میسر نہیں تو اس علاقہ کے قریب ترین علاقہ یا شہر کے قاضی کو ولی بنایا جائے۔ [فتاوی علماء کمیٹی سعودی عرب]

خفیہ نکاح کرنا کیسا ہے؟

سوال جناب شیخ صاحب! میں ایک شادی شدہ آدمی ہوں اور ایک مطلقہ عورت سے دوسری شادی کرنا چاہتا ہوں، وہ عورت اور میں دونوں اس بات پر متفق ہیں، مگر میری مشکل یہ ہے کہ ہم دونوں کے گھر والے اس شادی کے خلاف ہیں، جس کی بنیادی وجہ دونوں خاندانوں کا آپس میں اختلاف ہے، اس کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں ہے۔ کیا ہمارے لیے جائز ہے کہ ہم خفیہ طور پر شادی کر لیں اور یہ کہ ہم دونوں قرآن کو سامنے رکھ کر ایک دوسرے سے وعدہ کریں کہ ہم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور زندگی بھر ساتھ رہنے کے لیے شادی کر رہے ہیں۔ براہِ کرم میری رہنمائی فرمائیں۔

جواب اس طرح شادی کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ نکاح کے لیے ضروری ہے کہ لڑکی کا ولی

(سر پرست) اور گواہ موجود ہوں اور باقاعدہ ایجاب وقبول کروایا جائے۔ یاد رہے کہ ایجاب سر پرست جبکہ قبول خاوند کی طرف سے ہوتا ہے۔ فقط دو افراد کی رضامندی سے نکاح نہیں ہو گا۔ نکاح کے لیے نکاح کی شروط کا پورا ہونا لازم ہے۔

قرآن مجید پہ وعدہ، یہ ایک نئی بات اور بدعت ہے، ان خرافات کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس طرح کا نکاح ہرگز شرعی نہ ہوگا۔ کسی عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا نکاح خود کرے بلکہ اس کا نکاح اس کا ولی کرے گا۔

آپ نے جو صورتحال ذکر کی ہے کہ آپ کے خاندان والے اور عورت کے سر پرست اس نکاح کو پسند نہیں کرتے تو آپ کے لیے بہتر یہی ہے کہ اس نکاح سے دور رہیں۔ اللہ نے بہت سی عورتیں پیدا کی ہیں، کسی اور سے نکاح کر لیجئے۔ اُس کے لیے کوئی اور خاوند اور آپ کے لیے کوئی اور بیوی مناسب رہے گی۔ اس جگہ شادی بہتر ہے جہاں کوئی جھگڑا اور فساد جنم نہ لے۔ (علماء کمیٹی)

نکاح میں نوجوان لڑکی سے اجازت

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دختر جوان بالغہ کا نکاح فقط اس کے اذن (اجازت) سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر بغیر اذن کسی ولی کے نکاح اس کا ہو جائے تو درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب دختر بالغہ کا نکاح فقط اس دختر کے اذن (اجازت) سے صحیح و درست ہے، اور اذن باکرہ دختر کا یہی ہے کہ جب اس سے نکاح کا اذن (اجازت) لیا جائے تو وہ بولے یا خاموش رہے۔ اس کا سکوت بھی اذن ہے، کسی ولی کا جبر اس پر درست نہیں۔ تمام فقہ کی کتابوں میں اس کی تصریح ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب) [سید نذیر حسین دہلوی]

بیٹی کا زبردستی نکاح

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت عاقلہ بالغہ اپنا شوہر معین (مقرر) ہونے اور عین ایجاب کے وقت کہہ رہی تھی اور گریہ وزاری کر رہی تھی کہ میرا نکاح زید کے ساتھ نہ کرنا۔ چنانچہ شاہد موجود ہیں، مگر باپ نے نہ لڑکی کی مرضی پر توجہ کی اور نہ کسی غیر کا کہنا

مانا، بلکہ گریہ وزاری ہی میں اس کا نکاح زید کے ساتھ کر دیا اور ایسے الفاظ کہنے سے (گویا فریب دینے سے) کہ اگر تو وہاں راضی نہ ہوئی تو تمہیں ان سے واپس کروالوں گا، خسر کے گھر روانہ کر دیا اور لڑکی وہاں سے واپس چلی آئی۔ اور اس کی طرف سے تا حال بالرضا اور بالاکراہ ایجاب ہوا نہ قبول آیا۔ پس سوال یہ ہے کہ اس عورت کا خسر کے گھر چلا جانا موجب رضا یا قبول ایجاب شرعی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب صورت مسئولہ میں جب کہ عورت عاقلہ بالغہ مذکورہ اپنے شوہر کے معین ہونے کے وقت اور عین ایجاب کے وقت یہ کہہ رہی تھی، مگر اس کے باپ نے نہ اس کی مرضی پر توجہ کی اور نہ کسی غیر کا کہنا مانا اور بلا مرضی اس کے اس کا نکاح زید کے ساتھ کر دیا اور تا حال وہ راضی نہیں ہے، تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوا، کیونکہ عورت عاقلہ بالغہ کے نکاح کے منعقد ہونے کے لیے اس کی اجازت و مرضی شرط ہے۔ مشکوۃ شریف میں ہے:

عن ابن عباس رضي الله عنهما ان النبي صلى الله عليه وسلم قال الايم احق بنفسها من وليها والبكر تستاذن فى نفسها واذنها صماتها وفى رواية قال الثيب احق بنفسها والبكر يستاذنها ابوها فى نفسها و اذنها صماتها۔ [1]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیوہ اپنے ولی کی نسبت اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے اور کنواری سے اس کی ذات کے متعلق اجازت لی جائے اور اس کی خاموشی اس کی اجازت ہے۔“

اور ایک روایت میں ہے:

”بیوہ اپنے ولی کی نسبت اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے اور کنواری سے اجازت لی جائے۔“

وعن ابن عباس رضي الله عنهما قال ان جارية بكرا اتت رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكرت ان اباها زوجها وهى كارهة فخيرها النبى صلى الله عليه وسلم [2]

---

[1] مسلم، کتاب النکاح، باب الإستیئذان لثیب .... : ۱۴۲۱۔ [2] ابو داود، کتاب النکاح، باب فی البکر یزوجها.... : ۲۰۹۶۔

''ایک کنواری لڑکی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر کہا کہ میرے باپ نے میری مرضی کے برخلاف زبردستی میرا نکاح کر دیا ہے تو آنحضرت ﷺ نے اسے اختیار دیا۔'' [1]

اور اس کے باپ نے جو یہ کہہ کر کہ اگر تو وہاں راضی نہ ہوئی تو تمہیں ان سے واپس کروا لوں گا، خسر کے گھر روانہ کر دیا اور وہ جا کر وہاں سے واپس چلی آئی۔ سو باپ کے اس کہنے سے اس کا خسر کے گھر چلا جانا موجب رضا و قبول نہیں ہو سکتا۔ ہاں! وہاں جا کر زید سے بلا جبر و اکراہ راضی ہوتی تو اس کا یہ فعل البتہ موجب رضا و قبول نکاح ہوتا۔ مگر جب کہ وہ وہاں سے بلا رضامندی واپس چلی آئی اور تا حال وہ راضی نہیں ہے، تو اس کا خسر کے گھر مجرد چلا جانا ہرگز موجب رضا و قبول نکاح نہیں ہو سکتا ہے۔ (واللہ اعلم) [سید محمد نذیر حسین دہلوی]

---

[1] ابو داود، کتاب النکاح، باب فی البکر یزوجها....: ۲۰۹۶۔

گواہ

نکاح میں اللہ اور رسول ﷺ کو گواہ بنانا

سوال بعض لوگ نکاح کے وقت کہہ دیتے ہیں کہ اس نکاح پر اللہ اور رسول ﷺ گواہ ہیں، کیا اس طرح نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟ کتاب و سنت کی رو سے واضح کریں اور کیا اس طرح کہنا صحیح ہے؟

جواب نکاح کے انعقاد پر گواہوں کا موجود ہونا لازمی امر ہے، اس کے بغیر نکاح قائم نہیں ہوتا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا اور جو اس کے علاوہ نکاح ہوگا وہ باطل ہوگا، اگر اولیاء باہم جھگڑا کریں تو جس کا کوئی ولی نہ ہو سلطان اس کا ولی ہے۔'' [1]

لہٰذا نکاح کے موقع پر دو عادل گواہوں کا ہونا لازمی امر ہے اور جو شخص اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کو گواہ بناتا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ غیب جانتے ہیں اور اس موقع پر موجود ہیں۔ اس کا یہ اعتقاد کفر ہے اور اس کا نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ علامہ ابو اللیث ثمرقندی حنفی نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شہادت کے ساتھ کیے ہوئے نکاح کو رد کیا اور لکھا کہ ایسا نکاح نہیں ہوتا اور ایسے شخص کی تکفیر ہوگی، کیونکہ وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ غیب جانتے ہیں۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ النوازل (ص ۱۰۷)، اسی طرح فتاویٰ عالمگیری اور البحر الرائق شرح کنز الدقائق وغیرہ کتب میں مذکور ہے۔

عالم الغیب والشھادۃ صرف اللہ کی ذات بابرکات ہے جس پر سینکڑوں آیات واحادیث صحیحہ ولالت کرتی ہیں۔ [ابوالحسن مبشر احمد ربانی]

---

[1] صحيح ابن حبان (٤٠٧٥)، نصب الراية (١٦٧/٣)۔

کفو (برابری)

نیک سیرت بیوہ عورت اور بدکردار لڑکے کی شادی کیسی ہے؟

سوال ایک لڑکی جس کا خاوند فوت ہو چکا ہے اسے ایک ایسے لڑکے کی طرف سے شادی کا پیغام موصول ہوا ہے جو تمباکو نوشی کا عادی اور برے اخلاق و کردار کا مالک ہے۔ مذکورہ لڑکی بھی ذہنی طور پر اس شادی کے لیے تیار ہے۔ یاد رہے کہ لڑکی کے سرپرست اور خاندان کے دیگر قریبی رشتہ دار اس نوجوان کی بری عادات کی وجہ سے مطمئن نہیں اور وہ لڑکی کو اس شادی سے روکنا چاہتے ہیں، شریعت ایسی صورتحال کو کس نظر سے دیکھتی ہے؟

جواب اس لڑکی کے اولیاء (سرپرستوں) پر لازم ہے کہ وہ اس کو ایسے نوجوان کے ساتھ شادی کرنے سے روک دیں کیونکہ وہ اس لڑکی پر اپنی بری عادات کے ذریعے اثر انداز ہوگا۔ اس لڑکی کو چاہیے کہ کسی دیندار اور با اخلاق لڑکے کا انتخاب کرے۔ [محمد بن ابراہیم آل شیخ]

مسلمان عورت کا غیر مسلم سے شادی کرنا

سوال محترم شیخ صاحب! کیا مسلمان عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ ایک ایسے عیسائی نوجوان سے شادی کرے جو اس کی وجہ سے اسلام قبول کرنے کا وعدہ کر رہا ہے۔ وہ کہتا ہے اگر میں اس سے شادی کرلوں تو وہ اپنا دین چھوڑ دے گا اور دین اسلام قبول کرلے گا۔ براہِ کرم میری رہنمائی فرمائیں۔

جواب کسی مسلمان عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ غیر مسلم سے شادی کرے چاہے وہ عیسائی ہو یا کسی اور ملت سے تعلق رکھتا ہو، کیونکہ وہ کافر اور مشرک ہے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ:

''وہ عورتیں ان کے لیے حلال نہیں اور وہ مردان کے لیے حلال نہیں۔'' [1]

---

[1] ٦٠/الممتحنة: ١٠۔

اور اللہ فرماتے ہیں:

''اور مشرکوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔ مؤمن غلام مشرک سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں پسند آئے۔'' ❶

اگر یہ نوجوان اسلام قبول کر لے اور ایمان پر قائم رہے تو پھر اس سے نکاح جائز ہے ورنہ نہیں، لیکن یاد رہے کہ اگر وہ اسلام لے بھی آئے تو اس کا امتحان لینے سے قبل اس سے نکاح نہ کیا جائے۔ دیکھا جائے کہ وہ نماز، روزہ، تلاوت اور عبادات کی پابندی کرتا ہے؟ اسلامی احکام کے مطابق زندگی گزارتا ہے؟ شرک، شراب نوشی اور تمام حرام کاموں سے دور رہتا ہے تو اس سے نکاح کیا جائے ورنہ نکاح سے بچا جائے۔ صرف اس کے ایمان لانے کی امید پر نکاح کرنے کا فیصلہ صحیح نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ آپ سے شادی کرنے کے لیے اسلام قبول کرنے کا بہانہ بنا رہا ہو اور شادی کرنے کے بعد مرتد ہو جائے۔

یاد رکھو! اگر اس نے ایسا کیا تو اس کا قتل اسلامی حکومت اور عدلیہ پر واجب ہے کیونکہ سرورِ کونین ﷺ کا فرمان ہے:

''جس نے اپنا دین تبدیل کیا اسے قتل کر دو۔'' (صالح فوازن)

کیا مرتد ہونے سے نکاح ٹوٹ گیا

سوال ولید مرتکب کفر و شرک ہو گیا اور ولید کا نکاح ہندہ سے قبل از ارتکاب کفر و شرک کے ہوا تھا، مگر اب ولید یہ چاہتا ہے کہ کفر و شرک سے تائب ہو کر تجدیدِ ایمان کر کے ہندہ سے تجدیدِ نکاح کرے، تو کیوں کر اور کس طرح کرے؟ آیا مہر سابق قائم رہا یا مہر دیگر قرار دیا جائے؟ ولید تجدیدِ نکاح پر راضی ہے مگر ہندہ کا یہ کہنا ہے کہ اگر ارتکابِ کفر و شرک سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے تو قبل از تائب ہونے کفر و شرک سے زمانۂ ارتکابِ کفر و شرک میں ولید سے ہندہ کی جو اولاد پیدا ہوئی، وہ بحالت کفر نکاح کے کیا کہلائے گی، یعنی زنیم؟ اس وجہ سے ہندہ کو تجدیدِ نکاح سے انکار ہے۔ آیا ہندہ کا انکار درست ہے یا غیر مقبول؟ ارتکابِ کفر و شرک سے مسلم و مسلمہ کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے یا قائم رہتا ہے؟ خالد اور اس کے تابعین کہتے ہیں کہ کفر و شرک کرنے سے ہرگز

❶ ۲/ البقرۃ: ۲۲۱۔ ❷ بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب لايعذب بعذاب الله: ۳۰۱۷۔

نکاح نہیں ٹوٹتا اور نہ کسی طرح کا تزلزل وخلل وحرج واقع ہوتا ہے، تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔

جواب ارتکابِ کفر وشرک سے مسلم ومسلمہ کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ ولید کو چاہیے کہ کفر و شرک سے توبہ کر کے تجدیدِ نکاح کرے اور اس نکاحِ جدید کے لیے دوسرا مہر مقرر کرنا ہوگا اور ہندہ کا تجدیدِ نکاح سے انکار کرنا درست ومقبول نہیں ہے، اور جو عذر وہ بیان کرتی ہے، وہ عذر غلط ہے، اس لیے کہ زمانۂ ارتکاب کفر وشرک میں و بحالت کفر نکاح ولید سے جو اولاد ہندہ کی پیدا ہوئی ہے، وہ بلا شبہ ولد الزنا ہے اور ولد الزنا ہی کہلائے گی، چاہے ہندہ تجدیدِ نکاح کرے یا نہ کرے۔ ایسا نہیں ہے کہ ہندہ تجدیدِ نکاح نہ کرے تو وہ اولاد ولد الزنا نہ کہلائے گی اور اگر تجدیدِ نکاح کرے تو تب بھی وہ اولاد ولد الزنا ہی کہلائے گی۔ اور خالد اور اس کے تابعین کا یہ کہنا کہ ''کفر وشرک سے نکاح ہرگز نہیں ٹوٹتا'' غلط اور باطل ہے اور جہالت پر مبنی ہے۔

اور ہاں، یاد رکھنا چاہیے کہ اسی کفر وشرک سے نکاح ٹوٹتا ہے جس کے ارتکاب سے مسلمان اسلام سے بالکلیہ خارج ہو کر کافر ومرتد ہو جاتا ہے اور ایسے امور جن پر حدیث میں شرک یا کفر کا اطلاق آیا ہے، مگر ان امور کے ارتکاب سے مسلمان اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد نہیں ہوتا، تو ایسے امور کے ارتکاب سے نکاح نہیں ٹوٹتا ہے۔ (واللہ اعلم)

[سید محمد نذیر حسین دہلوی]

بیوہ سے نکاح

کیا بیوہ سے نکاح کی ترغیب ہے؟

سوال کیا کسی آیت یا حدیث میں یہ بات موجود ہے کہ بیوہ عورت کا نکاح جلدی کر دینا چاہیے، یا بیوہ عورت سے نکاح کرنا عظیم سنت ہے؟ کتاب وسنت کی رو سے توضیح مطلوب ہے۔

جواب کتاب وسنت کی کئی ایک نصوص میں نکاح کی ترغیب دی گئی ہے، جن میں بیوہ کی قید نہیں ہے، بلکہ کنواری لڑکی سے نکاح کرنا زیادہ پسند کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ ﴾ [1]

''تم میں سے جو بغیر نکاح کے ہوں ان کے نکاح کر دو۔''

اس آیت کریمہ میں ''ایامی'' جمع کا صیغہ ہے، جس کا واحد ''اَیِّم'' ہے، اس میں ہر وہ عورت شامل ہے جس کے پاس شوہر نہ ہو، خواہ وہ کنواری یا بیوہ و مطلقہ، اسی طرح ہر وہ مرد جس کے پاس عورت نہیں ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

''ایامی 'اَیِّم' کی جمع ہے اور اس عورت کو کہا جاتا ہے جس کا شوہر نہ ہو اور اس مرد کو کہا جاتا ہے جس کی بیوی نہ ہو، خواہ انہوں نے شادی کی ہو اور جدائی ہو گئی ہو، یا ان میں سے کسی نے شادی ہی نہ کی ہو۔ اسے جوہری نے اہل لغت سے بیان کیا ہے۔'' [المصباح المنیر (ص ۹۴)]

مزید حوالہ جات کے لیے ملاحظہ ہو النہایہ، معجم مقاییس اللغہ، مجمع بحار الانوار، الغریبین اور لسان العرب۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شخص اسبابِ نکاح کی طاقت رکھتا

---

[1] ۲۴/ النور: ۳۲۔

ہو وہ نکاح کرے، اس لیے کہ نکاح نگاہ کو زیادہ نیچے کرنے والا اور شرم گاہ کی بہت حفاظت کرنے والا ہے اور جسے طاقت نہ ہو وہ روزہ رکھے، یہ اس کی خواہشات کو توڑنے والا ہے۔'' ❶

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تین آدمیوں کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے، ایک نکاح کرنے والا جو عفت و پاکدامنی کا ارادہ رکھتا ہے اور دوسرا مکاتب غلام جو ادائیگی چاہتا ہے اور تیسرا غازی فی سبیل اللہ۔'' ❷

پس معلوم ہوا کہ شریعت نکاح کی ترغیب دلاتی ہے، جس بھی مومنہ عورت سے نکاح ممکن ہو، کر سکتے ہیں۔ کنواری لڑکی سے نکاح کی ترغیب کے متعلق صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے جب ثیبہ عورت کے ساتھ شادی کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا:

''تم نے کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہیں کی کہ تم اس سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی۔'' ❸

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں کنواری کے ساتھ نکاح کرنے کی ترغیب ہے۔'' ❹

پس معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو کنواری لڑکیوں سے شادی کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی جو باکرہ تھیں، باقی تمام بیویاں بیوہ تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیواؤں سے شادیاں اشاعتِ اسلام کے لیے کیں۔

[ابوالحسن مبشر احمد ربانی]

---

❶ بخاری، کتاب النکاح، باب قول النبی ﷺ ......الخ (٥٠٦٥)، صحیح مسلم (١٤٠٠)۔ ❷ مسند أحمد (٤٣٧/٢)، ح (٩٦٢٩)، نسائی (٣١٢٢، ٣٢٢٠)، ابن ماجه (٢٥١٨)۔ ❸ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب تزویج الثیبات (٥٠٨٩)۔
❹ فتح الباری: ٩/ ١٢٣۔

غیر مسلمہ سے شادی

غیر مسلمہ عورت سے ضرورت کی بنا پر نکاح کرنے کا حکم

سوال میرے ایک دوست نے روزی کی تلاش میں بعض یورپی ممالک کا سفر کیا۔ صورتحال یہ ہے کہ وہ اس وقت جس ملک میں ہے وہاں ملازمت اور رہائش شادی کے بعد ہی ممکن ہے۔ اگر وہ وہاں کی نیشنیلٹی ہولڈر عورت سے نکاح کر لیتا ہے، چاہے وہ عورت اہل کتاب سے ہو یا نہ ہو تو اس کے معاملات پایہ تکمیل کو پہنچ سکتے ہیں، ورنہ نہیں۔ کیا ایسی شادی ضرورت کی بنا پر جائز ہے یا نہیں؟ یاد رہے کہ اس کے بچے اور بیوی اس کے آبائی وطن میں موجود ہیں جبکہ کچھ نوجوان غیر شادی شدہ بھی اسی صورت حال سے دوچار ہیں۔ ایسی شادیوں کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب اس بات میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں کہ غیر مسلمہ عورت کے ساتھ نکاح بے شمار خطرات کا پیش خیمہ ہوسکتا ہے، عام طور پر ایسے نوجوان دین سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک کفر پسندیدہ جبکہ اسلام غیر پسندیدہ دین کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ دوسرا خطرہ یہ ہے کہ ایسی عورت سے پیدا ہونے والی اُس مسلمان کی اولاد بھی اپنی ماں کے دین میں ہی داخل ہونا پسند کرے گی کیونکہ وہ ایسے ہی ملک میں مقیم ہے، اس کے باپ کو اس بات کا اختیار نہیں ہوگا کہ وہ ان کی دین کی طرف رہنمائی کر سکے۔ لیکن اگر یہ نوجوان ایسی لڑکی کے ساتھ شادی کے لیے مجبور ہو مثلاً یہ کہ اس کے لیے اور کوئی جائے پناہ نہ ہو اور نہ ہی کوئی اور ملک داخلہ کی اجازت دے رہا ہو یا ہر ملک اسے دھتکار رہا ہے اور صرف یہ کافر ملک ہی اس کے لیے پناہ گاہ ہے اور وہاں کی حکومت اسے اس بات کا پابند بنائے اور اس پر یہ شرط عائد کرے کہ وہ ان کے ملک میں شادی کرے ورنہ اس کا کاروبار وغیرہ سیل کر دیا جائے گا تو اس حالت میں ہم کہنا چاہیں گے کہ صرف اہل کتاب کی عورت کے ساتھ شادی جائز ہوگی۔ عام کافرہ عورتوں سے نکاح جائز نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی کہنا چاہیں گے کہ ایسے ملک میں رہنا کفر کے ساتھ تعاون ہے اور خطرات سے خالی نہیں ہے۔ [عبداللہ جبرین]

چھوٹے بھائی کا نکاح

بڑا بھائی کنوارہ ہو تو چھوٹے کے نکاح کا حکم

سوال ایک نوجوان شادی کرنے کی پوزیشن میں ہے۔ بدنی و مالی طاقت موجود ہے مگر مصیبت یہ ہے کہ اس کا بڑا بھائی ابھی تک غیر شادی شدہ ہے۔ یہ بڑا بھائی اور دیگر عزیز و اقارب چھوٹے کو بھی نکاح سے روکے ہوئے ہیں کہ جب تک تمہارا بڑا بھائی شادی کے بندھن میں بندھ نہیں جاتا تم بھی مت نکاح کرو۔ یاد رہے کہ بڑا بھائی مالی مشکلات کا شکار ہونے کی وجہ سے شادی کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔

جواب اگر چھوٹا بھائی شادی پر قادر ہے اور بظاہر کوئی شرعی رکاوٹ نہیں ہے تو اسے محض اس وجہ سے شادی سے دور نہیں بھاگنا چاہیے کہ ابھی تک اس کا بڑا بھائی شادی کے مرحلہ سے گزر نہیں سکا ہے۔ بڑے بھائی یا رشتہ داروں کے لیے قطعاً جائز نہیں کہ وہ اس کو نکاح جیسے مسنون عمل سے روکیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ بڑے بھائی سے زیادہ نکاح کا ضرورت مند ہو اور شادی شدہ زندگی گزارنے کی بڑے سے بڑھ کر حاجت محسوس کرتا ہو۔ [عبداللہ جبرین]

انتخاب

کیا غیر رشتہ داروں میں شادی افضل ہے؟

سوال محترم شیخ صاحب! میرے قریبی رشتہ داروں میں سے ایک لڑکے نے میرے گھر شادی کا پیغام بھیجا ہے مگر میں نے اپنی بعض سہیلیوں سے سن رکھا ہے کہ بچوں کے مستقبل کے اعتبار سے انتہائی قریبی رشتہ دار سے شادی (First Cousin Marriage) کی بجائے غیر رشتہ داروں میں شادی کرنا بہتر ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی باتیں میری سہیلیاں کرتی ہیں کہ قریبی رشتہ دار کے ساتھ شادی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس سے بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں اور کس طرح میری رہنمائی کرتے ہیں؟

جواب اے بیٹی! جو بات تو کر رہی ہے، اس کی طرف بعض اہل علم نے صرف اشارہ کیا ہے کہ تخلیق انسان میں ''قانونِ وراثت'' کے تحت وراثت کی تاثیر ہوتی ہے اور بچہ اپنے خاندان کی تاثیر لے کر پیدا ہوتا ہے۔ ایک آدمی دربارِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور کہنے لگا:

''یارسول اللہ ﷺ! میری عورت کے ہاں سیاہ رنگ کے بچہ کی پیدائش ہوئی ہے۔''

اس کا مقصد یہ تھا کہ اس کا باپ اور دادا، ماں وغیرہ سفید رنگ کے ہیں، یہ کیوں سیاہ ہے؟ رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تیرے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے پوچھا، ان کا رنگ کیا ہے؟ کہنے لگا سرخ، آپ ﷺ نے فرمایا کیا ان میں زرد ہے؟ کہنے لگا جی ہاں، آپ ﷺ نے کہا یہ کہاں سے آیا؟ کہنے لگا کہ شاید کوئی رگ اس کو کھینچ لائی۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شاید تیرے بچے کو بھی کوئی رگ کھینچ لائی۔'' [1]

---

[1] بخاری، کتاب الطلاق، باب إذا عرض بنفي الولد: ۵۳۰۵۔

اس واقعہ اور اہل علم کی بات سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ وراثت کی تاثیر انسان کی تخلیق اور پیدائش میں ضرور ہوتی ہے لیکن جب ہم شادی کے لیے شریک حیات کے انتخاب کا معیار دیکھتے ہیں تو ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہے کہ اس تاثیر کی بنیاد پر قریبی رشتہ دار کے ساتھ شادی نہ کی جائے، نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

> ''عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے،اس کے مال،اس کے خاندان، اس کی خوبصورتی اور اس کے دین کی وجہ سے۔ دین والی کو چن لے تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔'' [1]

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ شریک حیات کا انتخاب دین کی بنیاد پر ہونا چاہیے، جو عورت دیندار ہو اور خوبصورت بھی ہو تو یہ شادی کے لیے سب سے بہترین اور مناسب ہے۔ جس قدر عورت دیندار اور جمال والی ہوگی اس قدر ہی نکاح کے لیے موزوں ہوگی، خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار ہو۔اسی طرح دینداری اور اخلاق مردوں کے انتخاب میں بھی شرط ہے چاہے وہ دور کے ہوں یا قریب کے ہوں۔ دیندار عورت خاوند کے مال اور عزت کی حفاظت، اپنے بچوں کی تربیت کرے گی اور گھر کو دیانتداری سے چلائے گی اور خوبصورت عورت کا خاوند اپنی بیوی سے ہی دل لگی رکھے گا، کسی دوسری کی طرف دیکھنے کی کوشش نہیں کرے گا۔

شریک حیات کا انتخاب کیسے کروں؟

سوال محترم شیخ صاحب! میں ایک تعلیم یافتہ نوجوان ہوں، آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اسلام نے شریک حیات کا انتخاب کرنے میں بھی کوئی رہنمائی فرمائی ہے؟ اگر جواب ہاں میں ہو تو براہِ کرم وضاحت فرمادیں۔

جواب جی ہاں! اسلام نے ہر چھوٹے بڑے کام میں بہترین رہنمائی بہم پہنچائی ہے، پھر یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ اتنا اہم کام ذکر نہ کیا جاتا؟ جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے شریک حیات کے انتخاب کے لیے فرمایا:

---

[1] بخاري، كتاب النكاح، باب الأكفاء في الدين: ٥٠٩٠۔

''عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے۔ اس کے مال، اس کے خاندان، اس کے حسن اور اس کے دین کی وجہ سے۔ تو دیندار عورت کو ترجیح دے (چن لے) تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔'' [1]

اور فرمایا:

''دنیا کا بہترین خزانہ نیک عورت ہے۔'' [2]

اگر دینداری کے ساتھ حسن و جمال بھی ہو تو سونے پہ سہاگہ ہے ورنہ دینداری ہی اصل معیار ہے۔

نوٹ ☆: میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ اسلام نے شریک حیات یعنی بیوی کے انتخاب کے لیے دینداری کو بنیاد قرار دیا ہے۔ اگر دیندار عورت حسن و جمال اور بہترین خاندان والی بھی ہو تو یہ اضافی خوبی ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

جب یہ آیت کریمہ اتری کہ ''جو لوگ سونے چاندی کو ذخیرہ کر کے رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں عذابِ الیم کی خوشخبری سنائیں'' تو یہ مسلمانوں پر گراں گزری۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ یہ معاملہ میں حل کرتا ہوں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت کریمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ذرا گراں گزری ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ صرف اس لیے فرض کی ہے کہ جو مال باقی بچے وہ پاک وصاف ہو جائے اور وراثت اس لیے رکھی ہے کہ متروکہ مال ورثاء تک پہنچ جائے تو (یہ سن کر) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اے عمر رضی اللہ عنہ) کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ درحقیقت انسان کے لیے دنیا کا سب سے بہترین خزانہ کیا ہے؟ وہ نیک عورت ہے جب وہ (خاوند) اسے دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے،

---

[1] بخاري، كتاب النكاح، باب الأكفاء في الدين: ٥٠٩٠۔

[2] مسلم، كتاب الرضاع، باب خير متاع الدنيا المرأة الصالحة: ١٤٦٧۔

جب اسے کوئی حکم دے تو وہ اطاعت کرے، جب اس کے پاس نہ ہو تو اپنی
عزت کی حفاظت کرے۔" ❶

الغرض بہت ہی سادہ اور آسان سی شروط ہیں شریک حیات کے انتخاب کے لیے، مگر ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اس خود ساختہ معیار کے پیچھے دوڑتے ہیں جسے ہمارے لیے شیطان نے مزین کر کے پیش کیا ہے۔ بے دین اور بداخلاق عورت کسی بھی لحاظ سے خاوند کے لیے فائدہ کا باعث نہیں بن سکتی چاہے کس قدر خوبصورت اور اپنے تئیں ترقی یافتہ ہونے کی دعویدار ہو۔ ڈیسنٹ فیملی سے تعلق، دراز قد، خوبصورت، سمارٹ، بزنس مین کی بیٹی، گوری رنگت، امریکہ سیٹل، کوٹھی کی مالک وغیرہ یہ جھوٹے معیار ہیں جو اخباروں میں پڑھنے کو ملتے ہیں۔ ہم اس جھوٹے معیار اور پروپیگنڈہ سے اس قدر متاثر ہیں کہ کوئی دیندار، باوفا اور سلیقہ شعار لڑکی ہمیں ایک آنکھ نہیں بھاتی۔

دراصل یہ ہماری بدقسمتی ہے۔ اگر آپ حقیقت کا ادراک کرتے ہوئے ان اخباری اشتہارات کو پڑھیں تو تعجب ہوتا ہے کہ تمام لڑکیاں ایم ایس سی، ایم اے، امریکہ، کینیڈا، برطانیہ سیٹل ہیں، لیکن رشتے پھر بھی نہیں مل رہے، آخر کیوں؟ کہیں یہ دھوکہ تو نہیں ہے اور عوام الناس کو بے وقوف بنانے کا پروگرام تو نہیں؟ لڑکے کو بھی سپورٹ دینے اور بیرون ملک سیٹل کرنے کی آفر ہے مگر پاکستان میں شاید نوجوانوں کا قحط پڑ چکا ہے اور اللہ تعالیٰ معاف فرمائے یہ سوچ اس قدر غالب آ چکی ہے کہ ہمارے بعض دیندار اور مذہبی لگاؤ رکھنے والے نوجوان بھی اس سے متاثر ہو چکے ہیں۔

زمانہ طالب علمی میں کلاس میں نکاح کا موضوع زیر بحث تھا کہ استادِ محترم نے بتایا کہ میرے ایک عالم دین دوست نے شریک حیات کے انتخاب کے لیے مندرجہ ذیل شروط ایک کاغذ پر باقاعدہ تحریر کر رکھی تھیں:

رنگ گورا ہو، ہونٹ اور ناک باریک ہوں، قد ساڑھے پانچ فٹ سے زیادہ ہو، سلم اور سمارٹ ہو، دنیاوی تعلیم ایم اے یا کم از کم بی اے ہو، دینی تعلیم حفظ، درسِ نظامی ہو، تمام تعلیمی

---

❶ سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب فی حقوق المال: ١٦٦٤۔

ڈگریاں اعلیٰ نمبروں پر مشتمل ہوں، آنکھیں موٹی اور آنکھ کی پتلی کالی ہو، اعلیٰ اور اچھے خاندان سے تعلق ہو، کھانے پکانے اور کام کاج کی ماہر ہو، فرمانبردار اور سلیقہ شعار ہو، جسم متوازن رکھ کر چلتی ہو(اور چار دیگر شروط جو میں صفحۂ قرطاس کی زینت نہیں بنا سکتا)۔

استادِ محترم کہنے لگے کہ وہ ہمیں پریشان بھی کرتا کہ اس طرح کی لڑکی تلاش کرو مگر ہم دست بستہ معافی مانگ لیتے اور اسے سمجھاتے کہ ہوش کے ناخن لو، اتنی شروط کس خوش بخت میں پائی جا سکتی ہیں؟ مگر تمام باتیں بے سود ثابت ہوئیں۔ استادِ محترم فرماتے ہیں کہ تکمیل تعلیم کے بعد ہم میدانِ عمل میں مصروف ہو گئے۔ چند سالوں کے بعد اس سے ملاقات ہوئی تو میں نے پوچھا کہ آپ کے معیار کی شہزادی ملی یا نہیں؟ وہ کہنے لگا کہ ملی تو نہیں البتہ میں ابھی کوشش کر رہا ہوں اور میں نے ایک شرط ایم اے یا بی اے والی ختم کر دی ہے، میٹرک یا ایف اے سے بھی گزارا چلے گا۔ استادِ محترم کہتے ہیں کہ میں نے پھر بھی سمجھایا مگر بے سود، کچھ عرصہ کے بعد ملاقات ہوئی تو پوچھنے پر پتہ چلا کہ کوئی پری پیکر معیارِ انتخاب پر پوری تو نہیں اتر سکی البتہ چند شرطیں اور کم کر دی گئی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ کئی سال گزرنے کے بعد یہ دوست ملنے کے لیے آئے۔ تھکا تھکا چہرہ، اداس اداس آنکھیں اور پریشانی میں مبتلا، میں نے پوچھا کہ اللہ خیر کرے ہمارے بھائی کو کیا ہوا؟ کہنے لگا کہ میں تھک چکا ہوں، عمر عزیز کا بہترین حصہ اسی انتظار میں گزار چکا ہوں کہ کوئی دلربا تختِ دل پر ملکہ عالیہ بن کر رونق افروز ہو مگر ایسا نہیں ہوا۔ استادِ محترم کہنے لگے کہ میں تو تمہیں کب سے کہہ رہا ہوں کہ یہ کڑی شرطیں ختم کر دو، کہتے ہیں کہ وہ جھٹ سے بولا، اب صرف ایک ہی شرط باقی ہے اس کے علاوہ سب ختم کر دی ہیں، استادِ محترم نے پوچھا وہ کون سی؟ کہا"صرف عورت ہونی چاہیے۔"

ہمارے ایک جاننے والے بھی اسی بخار میں مبتلا ہیں اور ان کے ہاں بھی کچھ ایسی ہی شروط کامیاب شریک حیات کے لیے ضروری ہیں۔ مجھے جب انہوں نے کئی دفعہ کہا کہ میں ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں جو فلاں فلاں شروط پر پوری اتر سکے تو چند ایک دفعہ تو میں سن کر خاموش رہا مگر جب انہوں نے بار بار مجھ سے تذکرہ کیا تو میں نے بڑے احترام سے عرض کیا کہ ایسی لڑکی تو آرڈر پر ہی بنوانا پڑے گی..... جو عورتیں مالکِ کائنات نے پیدا کی ہیں ان

میں سے کوئی بھی آپ کے سانچۂ شروط میں پوری نہیں اتر سکتی ہے۔

کیا واقعی جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں؟

سوال کیا آدمی کا رزق اور اس کی شادی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور کیا یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ فلاں لڑکے کی شادی فلاں لڑکی سے ہوگی جیسا کہ کہتے ہیں کہ جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں اور کیا محنت اور کوشش کی بنیاد پر انسان کے رزق میں اضافہ ہوتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟

جواب جب سے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا تب سے ہر چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں مکتوب ہے، حتیٰ کہ قیامت تک کے امور لوح محفوظ میں درج کر دیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا، پھر اسے حکم دیا کہ لکھو، قلم نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں کیا لکھوں؟ فرمایا جو کچھ ہونے والا ہے وہ لکھ دو۔ اس وقت قلم نے وہ سب کچھ لکھ ڈالا جو قیامت تک وقوع پذیر ہونے والا تھا۔ [1]

نبی کریم ﷺ سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ جب شکم مادر میں کوئی بھی بچہ چار ماہ کا عرصہ گزارتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتے ہیں جو اس میں اللہ کے حکم سے روح پھونکتا ہے۔ وہ اس کا رزق، اس کی موت، اس کا عمل، حتیٰ کہ خوش بختی اور بد بختی لکھ دیتا ہے۔ تب ہی رزق بھی لکھ دیا جاتا ہے پھر نہ تو وہ کم ہوتا ہے اور نہ ہی زیادہ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس میں کوئی کمی بیشی واقع تو نہیں ہوتی البتہ اللہ تعالیٰ نے حصول رزق کے اسباب پیدا فرمائے ہیں جن کے ذریعے وہ رزق میں تنگی اور وسعت کے فیصلے فرماتا ہے۔ ان اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ انسان طلب رزق کے لیے کوئی نہ کوئی کام کرے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

> ''اور وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو پست و مطیع کر دیا تاکہ تم اس کی راہوں میں چلتے پھرتے رہو اور اللہ کی روزیاں کھاؤ (پیو) اسی کی طرف تمہیں جی کر اٹھ کھڑا ہونا ہے۔'' [2]

---

[1] ترمذی، کتاب القدر، باب ماجاء في الرضا بالقضاء: ٢١٥٥۔

[2] ٦٧/الملك: ١٥۔

اسبابِ رزق میں سے ایک رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور ماں باپ کے حسن سلوک اوران کی خدمت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جس کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق میں وسعت ہو تو وہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔'' ❶

(بعض علما کے نزدیک رزق میں وسعت سے مراد روزی میں برکت ہے) رزق کے اسباب میں سے ایک اللہ کا تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''جو شخص اللہ سے ڈر جائے، وہ اس کے لیے کوئی سبیل بنا دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔'' ❷

اب ان دلائل کے پیش نظر کوئی انسان یہ نہ سوچے کہ جب اس کا رزق مکتوب ہے تو اسے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانا چاہیے اور حصولِ رزق کی کوشش نہیں کرنی چاہیے، یہ تو عاجز ہو کر بیٹھنے والی بات ہے۔ اسلام میں ایسی سوچ اور ایسے عقیدہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ انسان پر لازم ہے کہ روزی کے اسباب اور وسائل اختیار کرے اور نتائج مالکِ کائنات کے سپرد کر دے۔ انسان کو روزی کے حصول کے لیے کوشش کرنی چاہیے اور جو چیز اس کی دنیا اور اس کے دین کے لیے نفع بخش ہو اس کو اختیار کرنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کی اصلاح کرے اور موت کے بعد (فائدہ مند) اعمال کرے اور عاجز وہ ہے جو اپنی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ سے (بخشش کی) امیدیں لگائے۔'' ❸

جس طرح رزق اللہ تعالیٰ کے ہاں مکتوب اور اسباب کے ساتھ مقرر ہے (جس طرح رزق لکھا ہوا ہے اسی طرح اس کے حصول کی کوشش بھی لکھی ہوئی ہے لہٰذا اس لکھے ہوئے کو حاصل کرنے کے لیے اس لکھی ہوئی پر بھی عمل کرنا چاہیے) اسی طرح شادی کا معاملہ بھی اس کے پاس مکتوب ہے، اس نے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے کہ فلاں لڑکی کی شادی فلاں لڑکے سے

---

❶ بخاري، كتاب الأدب، باب من بسط له....: ٥٩٨٦۔ ❷ ٦٥/ الطلاق: ٢، ٣۔

❸ ترمذي، كتاب صفة القيامة....: ٢٤٥٩۔

ہوگی یا فلاں لڑکے کی شادی فلاں لڑکی سے ہوگی۔ اس لیے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ جوڑے آسمان پر بنتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے زمین و آسمان کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی مخفی نہیں ہے۔

(ابن عثیمین)

خاوند کا انتخاب کیسے کیا جائے؟

سوال محترم شیخ صاحب! میں ایک نوجوان لڑکی ہوں، آپ میرے روحانی باپ ہیں۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا اسلام نے ایسے امور کی وضاحت کی ہے جن کی روشنی میں ایک لڑکی اپنے منگیتر یا ہونے والے خاوند کا انتخاب کر سکے اور اگر کوئی لڑکی دنیاوی امور کے پیش نظر کسی نیک اور با کردار نوجوان کے ساتھ شادی سے انکار کر دے تو کیا وہ گنہگار ہوگی؟

جواب اے بیٹی! سب سے اہم اوصاف جن کی بناء پر ایک لڑکی اپنے خاوند کا انتخاب کر سکتی ہے اور اسلام نے ان کو پسند فرمایا ہے، وہ بنیادی طور پر دو ہیں:

1. دینداری۔
2. حسنِ اخلاق۔

جبکہ مال و دولت، حسب و نسب، دنیاوی وسائل یہ ثانوی چیزیں ہیں۔

اگر کوئی لڑکا دیندار ہے اور با اخلاق ہے تو وہ شادی کے لیے سب سے بہتر ہے کیونکہ ان دو صفات کا حامل انسان بیوی کے حق میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرے گا۔ اگر وہ اسے اپنے پاس رکھے گا تو بہتر طریقہ سے رکھے گا، اس کے ساتھ کوئی زیادتی اور اس کی حق تلفی نہیں کرے گا اور اللہ نہ کرے اگر ان دونوں کا ساتھ رہنا محال ہوگا تو وہ اسے اچھے طریقے سے چھوڑ دے گا۔

صاحب دین اور صاحب اخلاق انسان عورت کے لیے برکت کا باعث ہے۔

اگر کوئی آدمی دیندار نہ ہو اور برے اخلاق کا مالک ہو تو اس سے دور رہنے میں ہی عافیت ہے۔ ایسا انسان جو بے دین، بے نماز، بے مروت، بد اخلاق اور بری عادات کا مالک ہو تو اس کے ساتھ شادی کرنا حرام ہے، چاہے دنیاوی اعتبار سے وہ کتنے ہی اونچے مرتبے پر فائز ہو۔ وہ عورت جو دیندار ہے اور اسلامی زندگی اپنانا چاہتی ہے، اس کے لیے ایسے نوجوان سے شادی قطعاً جائز نہیں۔ اگر کوئی آدمی دیندار ہے، با اخلاق ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اعلیٰ خاندان سے

تعلق رکھتا ہے تو یہ سونے پر سہاگہ ہے۔ مذکورہ دونوں شرطوں کے متعلق نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان مدنظر رکھنا چاہیے:

''جب تمہیں کوئی ایسا نوجوان نکاح کا پیغام بھیجے جس کے دین اور اخلاق سے تم مطمئن ہو تو اس سے (اپنی بیٹی، بہن) کی شادی کر دو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد پھیلے گا۔'' [1]

اگر ان اوصاف کے ساتھ ساتھ لڑکی اور لڑکے میں ''کفو'' (برابری) بھی ہو تو یہ بہت ہی بہتر ہے۔ [ابن عثیمین]

نوٹ☆: میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ رسولِ کریم ﷺ نے شادی کے لیے لڑکے کے انتخاب کی دو شرطیں ذکر کی ہیں:

1. دینداری۔
2. حسن اخلاق۔

کیونکہ اگر انسان دیندار نہ ہو تو وہ لڑکی کو بھی بے دینی کی اندھی غار میں دھکیل دے گا۔ جو اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا نہ کرتا ہو وہ بیوی کے حقوق کیسے پورے کرے گا اور اس کا کیسے خیال رکھے گا؟ ایسا آدمی اولاد کے لیے بھی باعث ضرر اور ان کی بے راہ روی میں معاون ہوگا۔

اور اگر وہ بد اخلاق ہوگا تو اس کی بیوی ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہے گی۔ ایسا گھر جہنم کدہ بن کر رہ جائے گا۔ وہ بیوی کو مارنے پیٹنے اور اس پر تشدد کرنے سے بھی گریز نہیں کرے گا، اس کی بد اخلاقی کا اثر بچوں کے کردار پر بھی پڑے گا۔ دیندار اور با اخلاق آدمی تحمل، بردباری اور عقلمندی سے معاملات کو کنٹرول کرے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھتے ہوئے جہاں اپنے بیوی بچوں کے حقوق پورے کرے گا وہاں بیوی کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آئے گا اور اسے گھر کی مالکہ کا درجہ دے گا اور تمام امور احسن طریقہ سے نمٹائے گا۔ رسولِ کریم ﷺ کے فرامین انتہائی حکمت اور دانائی پر مبنی ہوتے ہیں۔ ان دو شروط کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ اندازہ لگانے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی کہ دیندار اور با اخلاق انسان سے بڑھ کر کوئی مرد شادی کے

---

[1] ترمذي، كتاب النكاح، باب ماجاء إذاجاء....: ١٠٨٤۔

لیے موزوں نہیں ہو سکتا کیونکہ بعض لوگ دیندار تو ہوتے ہیں مگر ان کی اخلاقی حالت دگرگوں ہوتی ہے، ایسا انسان بیوی کو پریشان ہی کرے گا اور بعض لوگ با اخلاق تو ہوتے ہیں مگر بے دین ہوتے ہیں۔ ایسا انسان اپنی اور اپنے اہل وعیال کو کامیاب مسلمان نہیں بنا سکتا، وہ اپنی ذمہ داری اور فرائض میں زبردست کوتاہی کا مظاہرہ کرتا ہے اور خود اپنے اور اپنے اہل وعیال کے اخروی خسارے کا سبب بن جاتا ہے۔

سعودی عرب کے ایک اخبار میں چھپنے والا قصہ پیشِ خدمت ہے جو ان شاء اللہ تعالیٰ قارئین کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔

ایک نوجوان لڑکی اپنی داستان بیان کرتے ہوئے کہتی ہے۔ میری عمر بمشکل تین چار سال تھی کہ میرے والدین ایک ٹریفک حادثہ میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ میری پرورش میرے چچا نے کی۔ میں نے جب ہوش سنبھالا تو چچا کو انتہائی شفیق اور غمخوار پایا۔ وہ انتہائی سنجیدہ، بردبار اور سلیم الفطرت انسان تھے، انہوں نے کبھی بھی مجھے والدین کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ انہوں نے جہاں میری تعلیم وتربیت کا بندوبست کیا تھا وہاں میری ہر جائز خواہش بھی پوری کرنے کی کوشش کی۔ دن گزرتے گئے اور میں نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ دیا۔ کئی گھروں سے میرے لیے رشتے آنا شروع ہو گئے مگر میرے چچا نے کسی کو ہاں نہ کی۔

دو تین سال اسی طرح گزر گئے اور میں نے ایف اے کرنے کے بعد یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔ میرے چچا نے محلّہ کی چند طالبات کے ساتھ میرے آنے جانے کا بندوبست کر دیا اور کہا کہ بیٹی! تعلیم پر توجہ دینا اور اپنی اور اپنے خاندان کی عزت کا خیال رکھنا، میں نے ان کی بات پلے باندھ لی۔ میری کلاس میں ایک لڑکی داخل ہوئی، یہ لوگ ہمارے دور کے رشتہ دار تھے۔ اسے اس کا بھائی یونیورسٹی چھوڑنے آتا۔ میری اس رشتہ دار نے جو کہ اب میری سہیلی بن چکی تھی، میرا تذکرہ اپنے بھائی سے کیا جس نے آتے جاتے مجھے دیکھنا اور آنکھوں آنکھوں میں اشارے کرنا شروع کر دیئے، مگر میں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ اس نے اپنی بہن سے ہمارے گھر کا ٹیلی فون نمبر حاصل کر لیا جو پہلی ہی ملاقات میں مَیں اپنی اس نئی سہیلی کو دے چکی تھی۔ چند دنوں کے بعد یونیورسٹی میں چھٹیاں ہو گئیں اور میں اپنے گھر میں ہی مصروف رہنے

لگی۔

ایک دن فون کی گھنٹی بجی، لائن پر میری سہیلی بات کر رہی تھی، اس نے ایک ہی سانس میں شکایتوں کے انبار لگا دیئے کہ میں نے اس سے کبھی رابطہ نہیں کیا وغیرہ وغیرہ، میں نے معذرت کی اور رابطہ رکھنے کا وعدہ کیا۔ چند دنوں کے بعد میں نے حسب وعدہ اپنی دوست کو فون کیا، اس کے بھائی نے فون اٹینڈ کیا، میں نے اپنی سہیلی سے بات کروانے کا کہا مگر وہ خواہ مخواہ بات کو لمبا کرنے کی کوشش کر رہا تھا، میں نے فون بند کر دیا۔ اگلے دن فون کی گھنٹی بجی، میں نے فون ریسیو کیا تو اس نے بڑے اچھے اور خوبصورت انداز میں بات شروع کی کہ شاید آپ ناراض ہیں اور مجھے اچھا نہیں سمجھتی ہیں وغیرہ اور اس طریقہ سے اس نے راہ ورسم پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اسے اپنی بہن کی وساطت سے پتہ چل چکا تھا کہ میرے چچا دن کو گھر پہ نہیں ہوتے اور چچی بھی ایک ہسپتال میں کام کرتی ہیں۔ اس نے وقتاً فوقتاً فون پر بات کرنے کی کوشش کی، پہلے پہل مجھے بہت ہی برا لگا، مگر وہ جب بھی فون کرتا تو میرا نام اتنے پیار اور محبت بھرے لہجے میں لیتا کہ میں یہ سوچنے پر مجبور ہوگئی کہ شاید وہ میری محبت میں گرفتار ہو چکا ہے۔

ایک دن اس کا فون آیا اور اس نے انتہائی محبت سے میرا نام لینے کے بعد کہا کہ کیا آپ کو اندازہ ہے کہ کوئی آپ کی یادوں کے سمندر میں ہر وقت ڈوبا رہتا ہے اور آپ کی خوبصورت جادو بھری آواز کا گرویدہ ہو چکا ہے اور آپ ہی کے خیالوں میں گم ہو چکا ہے؟ یہ بات سن کر میرے من میں لڈو پھوٹنے لگے۔ اس نے اپنی بہن کو میری دعوت کرنے کا مشورہ دیا اور یوں میں اپنی چچی کے ساتھ اس کے گھر گئی، اس نے آنکھ بچا کر ایک محبت بھرا خط مجھے تھما دیا۔ میں نے گھر آ کر خط پڑھا تو مجھے ایسے لگا جیسے میں ہواؤں میں اُڑ رہی ہوں، میرے قدم زمین پہ نہ لگتے تھے، میں ہر وقت اُس کی یادوں میں مگن رہنے لگی۔ میرے چچا کو میرے طور اطوار بدلے بدلے دکھائی دیئے تو انہوں نے میری نگرانی شروع کر دی، انہیں اتنا پتہ چل گیا کہ میں کسی سے ٹیلی فون پر باتیں کرتی ہوں۔ انہوں نے میری تعلیم کا سلسلہ بند کر دیا اور کہا کہ بیٹی! اب تم شادی کر لو، میں کسی اچھی جگہ تمہارا رشتہ طے کر دیتا ہوں۔ یاد رہے کہ اس دوران اس نوجوان نے کئی دفعہ مجھے تنہائی میں ملنے اور کسی علیحدہ جگہ ملاقات کرنے کا مطالبہ کیا مگر میں نے سختی سے

انکار کر دیا کہ میرے چچا کو پتہ چلا تو وہ اس صدمہ سے پاگل ہو جائیں گے۔ چچا کی کہیں رشتہ طے کرنے والی بات میرے لیے بہت بھاری تھی، جیسے کسی نے میرے اوپر پہاڑ رکھ دیا ہو۔ میں نے کئی دفعہ ان سے بات کرنے کی کوشش کی مگر ہمت نہ ہوئی، آخر کار ایک دن میں نے اپنی تمام قوت جمع کر کے اپنے چچا سے کہا کہ چچا جان! میں اپنے ہی خاندان کے فلاں لڑکے سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔

میرے چچا کو جیسے کرنٹ لگا، کہنے لگے کیا تم جانتی ہو کہ وہ نوجوان بدکردار، بداخلاق اور بے دین ہے، کہیں تم ہوش وحواس تو نہیں کھو بیٹھی ہو، کیا تم اپنی زندگی برباد کرنا چاہتی ہو؟ میں نے کہا کہ چچا جان میں اس سے محبت کرتی ہوں اور اس سے ہی شادی کروں گی، میرے چچا سر پکڑ کر بیٹھ گئے، کچھ دیر ان پر سکتہ سا طاری رہا، پھر کہنے لگے کہ میری بات غور سے سنو۔ اگر تم میری بیٹی ہو اور اپنے اوپر میرا کچھ حق سمجھتی ہو تو میرے جیتے جی تمہاری شادی اس اوباش سے نہیں ہو سکتی، اور یاد رکھو! میں کسی دیندار اور شریف الطبع نوجوان سے ہی تمہاری شادی کروں گا جو اللہ تعالیٰ کا حق بھی پہچانتا ہو اور تمہارے ساتھ بھی بااخلاق طریقے سے زندگی گزارے، میں جیتے جی تمہیں برباد ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا، یہ کہہ کر وہ گھر سے نکل گئے۔

تین چار دن کے بعد انہوں نے مجھے بتایا کہ میں محلّہ کے فلاں نوجوان جو کہ دیندار اور بااخلاق ہے، کے ساتھ تیری شادی کی بات کر آیا ہوں اور فلاں دن تیرا نکاح کرنے کا وعدہ کر چکا ہوں۔ یہ خبر مجھ پر بجلی بن کر گری اور میں نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔ مجھے میری دنیا اندھیر ہوتی ہوئی دکھائی دی، میں نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور اپنے خوابوں کے شہزادے کو ٹیلی فون پر ساری صورتحال بتائی۔ مجھے اس بات پر سخت تعجب ہوا کہ وہ اس صورتحال میں میری مدد کرنے کی بجائے مجھے تنہائی میں ملنے کے لیے کہتا رہا مگر میں سختی سے انکار کرتی رہی اور اس کو سمجھاتی رہی کہ آپ اپنے والدین کو میرے چچا کے پاس بھیجیں اور میرے رشتے کی بات کریں، مگر اس نے ایسی کوئی کوشش نہ کی۔

میرے چچا سے میری حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ وہ ایک دن میرے پاس آئے، میری آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں میرے دامن میں جذب ہوتے دیکھ کر ان سے رہا نہ گیا، انہوں

نے بڑے پیار سے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور بولے میں تیرا دشمن نہیں ہوں، بیٹی! تو حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتی؟ میں نے فوراً جواب دیا کہ آپ مجھ پر یہ ظلم اس لیے کر رہے ہیں کہ میرے والدین اس وقت دنیا میں نہیں ہیں جو میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے، مجھے تو ایسے لگتا ہے جیسے آپ مجھ سے میری پرورش کا بدلہ لے رہے ہیں۔ آپ میری مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اپنے من پسند نوجوان سے شادی کروانا چاہتے ہیں تاکہ میں اس کو چھوڑ دوں جس سے میں دل و جان سے محبت کرتی ہوں اور وہ مجھ پر جان نچھاور کرتا ہے۔ وہ بولے بیٹی! یہ بات نہیں ہے، تو جس نوجوان کے فریب میں پھنس رہی ہے میں اُس کو اچھی طرح جانتا ہوں، وہ کئی لڑکیوں کی عصمت سے کھیل چکا ہے لیکن اس کی خوش قسمتی ہے کہ کبھی قانون کی گرفت میں نہیں آیا۔

میں نے کہا کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں، آپ میری خوشیوں کے قاتل ہیں، آپ میرے چچا نہیں بلکہ دشمن ہیں۔ انہوں نے میری انتہائی سخت باتیں بڑے تحمل اور حوصلے سے سنیں، وہ دیر تک مجھ سے پیار کرتے رہے اور پھر کہنے لگے بیٹی! بہت جلد تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ حقیقت کیا ہے؟ پھر وہ میری چچی سے مخاطب ہو کر بولے کہ اس پاگل لڑکی کو سمجھاؤ شاید تیری بات اس کے دماغ میں بیٹھ جائے۔ وہ میرے چچا کی دل و جان سے قدر کرتی تھیں، انہوں نے مجھے ایک ہمدرد دوست اور راز دار کی حیثیت سے سمجھانے کی پوری کوشش کی کہ تیرے چچا جیسا سنجیدہ اور سلیم الفطرت انسان جس نوجوان کو پسند کرتا ہے وہ تیرے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ بہتر ثابت ہوگا۔ مگر میں نے ان کی ایک نہ سنی اور اپنی بات پر قائم رہی۔ مجھے اس بات پر رہ رہ کر غصہ آ رہا تھا کہ میں جس سے محبت کرتی ہوں وہ اس پریشان کن صورتحال میں آخر میری مدد کیوں نہیں کر رہا؟ میں نے اس سے رابطہ شروع کیا اور اس کو عملی قدم اٹھانے کے لیے کہا مگر اس نے میری بات پر کوئی توجہ نہ دی۔ میں نے اپنے دل میں عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے کا پروگرام بنایا مگر اپنے محبوب کی مجرمانہ خاموشی کی وجہ سے کوئی فیصلہ نہ کر سکی۔

رفتہ رفتہ وہ دن قریب آ گیا جس دن میری قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ میرا ذہن انتشار کا شکار تھا اور میں کسی نتیجہ پر پہنچنے سے قاصر تھی، مگر اتنی بات ضرور تھی کہ مجھے دنیا کی کوئی چیز اچھی نہ لگتی تھی اور اپنے سامنے تاریکی کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ میری شادی میں فقط دو دن باقی

تھے۔ میں نے اس امید کے ساتھ پھر اپنے محبوب سے رابطہ کیا کہ شاید وہ آخری وقت میں میری مدد کر کے مجھے سرپرائز دینا چاہتا ہو، مگر اس نے وہی مطالبہ رکھا کہ تم مجھے تنہائی میں ملو پھر کوئی پروگرام بناتے ہیں۔ میں نے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر بے سود، میں نے شکستہ دل کے ساتھ فون بند کر دیا اور اپنی تباہی و بربادی کے متعلق سوچنے لگی جو مجھ سے فقط دو دن کی مسافت پر تھی۔

شادی سے ایک دن قبل میرے چچا میرے پاس آئے اور انتہائی مشفقانہ لہجے میں مجھے سمجھانے لگے۔ میری آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات دیکھ کر ان کے ضبط کے تمام بندھن ٹوٹ گئے اور وہ بھی میرے ساتھ رونے لگے مگر انہوں نے بڑے پیار سے میرا سر اپنے سینے کے ساتھ لگایا اور رندھی ہوئی آواز میں کہا کہ پیاری بیٹی! پروردگار کی قسم! میں تیرا خیر خواہ ہوں اور تیرا مستقبل روشن دیکھنا چاہتا ہوں۔ بیٹی! میں تمہیں تیرے گھر میں ہنستا کھیلتا دیکھنا چاہتا ہوں۔ ان کے الفاظ اگرچہ مجھے تیر بن پیوست ہو رہے تھے مگر سچ تو یہ ہے کہ چچا کے آنسوؤں نے میری زبان کو بے حرکت اور بے بس کر دیا اور میں نیم بسمل ہو کر بیڈ پر گر گئی۔ میرے چچا دیر تک میرے سرہانے بیٹھے مجھے سہلاتے رہے اور پھر یہ کہہ کر چلے گئے کہ کل تم اپنے نئے گھر جا رہی ہو، مجھے امید ہے کہ تم مجھے شرمندہ نہیں کرو گی۔ پھر وہ لمحہ بھی آیا کہ میرے علاوہ گھر کے تمام افراد، عزیز و اقارب اور سہیلیاں خوش تھیں جن کے بیچ میں ایک بت بنی بیٹھی تھی۔ گھر کے آنگن میں خوشیاں اور شہنائیاں تھیں مگر میرے دل میں تنہائیاں اور اداسیاں تھیں۔

پھر وہ گھڑی بھی آن پہنچی جب میرے سامنے نکاح نامہ رکھا گیا، نہ چاہتے ہوئے بھی میں نے اپنی بربادی کے پروانے پر دستخط کر دیے۔ جب میری سہیلیاں مجھے گاڑی میں بٹھانے کے لیے لے جا رہی تھیں تو میرے پاؤں میرے جسم کا وزن اٹھانے سے انکار کر رہے تھے۔ مجھے سہارا دے کر گاڑی میں بٹھا دیا گیا۔ کچھ دیر کے بعد میرے خاوند کے نئے گھر کے سامنے گاڑی رکی، مجھے وہ بلڈنگ میری قبر اور مدفن محسوس ہو رہی تھی۔ میں ایک بے جان، بے حس اور بے زبان مورتی کی طرح عروسی کمرے میں بیٹھی اپنی بربادی پہ نوحہ کناں تھی کہ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا، قدموں کی آہٹ سنائی دی جو میرے بیڈ کے پاس آ کر ختم ہو گئی۔ میرے

خاوند نے السلام علیکم کہا، میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ میرے پاس بیٹھ گیا، اس نے درخواست کی کہ میں اس کی طرف دیکھوں مگر میں نے کوئی حرکت نہ کی۔ پھر اس نے مجھ سے گفتگو کرنے کی کوشش کی، اپنی پسند اور ناپسند کا تذکرہ کیا، مگر مجھے ایسے لگتا تھا جیسے دور سے کوئی آواز دے رہا ہے جبکہ اس کے الفاظ سمجھ سے بالاتر ہوں۔ کافی وقت گزرنے کے بعد جب اس نے میری طرف سے خیر سگالی کے کوئی جذبات نہ دیکھے تو پریشان ہو کر پوچھا کہ کیا بات ہے؟ آپ مجھے اپنی پسند اور ناپسند کے متعلق نہیں بتائیں گی اور مجھ سے کوئی بات نہیں کریں گی؟

پہلی دفعہ میں نے نفرت اور غصے کے ملے جلے جذبات سے اس کی طرف دیکھا اور کہا: آپ اس لڑکی سے کیسے شادی پر رضامند ہو گئے جو آپ کے علاوہ کسی اور سے محبت کرتی ہے؟ یہ الفاظ میں نے اس قدر سخت لہجے میں کہے اور اسے ایسی خونخوار نظروں سے دیکھا کہ اسے ایسے محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے منہ پر طمانچہ مار دیا ہو۔ وہ یکدم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا، اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا، اس کی تمام خوشیاں حسرتوں میں بدل گئیں اور شادی ماتم میں تبدیل ہو گئی۔ میں خود حیران تھی کہ میں نے ایسا انداز کیسے اختیار کر لیا؟ میں تو کبھی کسی سے اونچی آواز سے بات بھی نہیں کرتی تھی مگر یہ کیا کہ میں نے اسے بچوں کی طرح ڈانٹ دیا۔

ہم دونوں کافی دیر تک خاموش بیٹھے رہے، میں نے نہ ہی تو اس کے علاوہ کوئی بات کی اور نہ ہی اس کی طرف دیکھنا گوارہ کیا۔ اس نے ایک لمبی سانس لی اور افسوس بھرے لہجے میں کہنے لگا، اگر یہ بات تھی تو آپ نے اپنے چچا کو آگاہ کیوں نہ کیا؟ میں نے کہا کہ میں نے ساری بات ان کو صاف صاف بتا دی تھی مگر وہ اپنی ضد پر قائم رہے۔ اُس نے صرف اتنا کہا کہ اُس شریف آدمی نے یہ کیا کر دیا؟

کمرۂ عروسی میں مکمل طور پر خاموشی چھائی ہوئی تھی، حتیٰ کہ تہجد کا مبارک وقت شروع ہو گیا۔ میرے خاوند نے بمشکل مجھ سے اتنا پوچھا کہ اب جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو چکا، کیا آپ کے نزدیک اس کا کوئی حل موجود ہے؟ میں نے فوراً جواب دیا کہ اس کا بہترین حل یہ ہے کہ آپ مجھے ابھی طلاق دے دیں۔ اس کو ایک اور زبردست جھٹکا لگا، وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا اور اپنی نگاہیں زمین پر گاڑ دیں۔ یہ دوسری دفعہ تھی جب میں نے اپنے خاوند کو دھیان سے دیکھا،

وہ ایک خوبصورت نوجوان تھا، اس کے چہرے پر سنتِ رسول ﷺ اس کی خوبصورتی کو دوچند کر رہی تھی، اس کا رنگ گورا تھا اور وہ دلکش صورت اور جاذبِ نظر شخصیت کا مالک تھا، مگر تمام اوصاف کے باوجود مجھے وہ زہر لگ رہا تھا۔ وہ کافی دیر تک سوچتا رہا پھر کہنے لگا، کیا آپ مجھے تین دن سوچنے کی مہلت دے سکتی ہیں؟ میں نے کہا کہ میں ایک لمحہ کی بھی مہلت دینے کو تیار نہیں ہوں، آپ میرے اوپر احسان کریں اور مجھے اپنی قید سے آزاد کردیں۔ اس نے کہا آپ کو علم ہے کہ ہم لوگ شہر العسل (عربوں کے ہاں شادی کے بعد ایک ماہ تک دلہا اور دلہن اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں سے الگ رہتے ہیں یعنی ہنی مون) مناتے ہیں لہٰذا میرا مشورہ یہ ہے کہ ہم ایک ماہ تک اکٹھے رہیں گے۔ اگر اس دوران آپ مجھے بطور خاوند تسلیم کرلیں تو بہتر ورنہ میں آپ کو طلاق دے دوں گا۔

میں نے بڑے سخت لہجے اور بدتمیزی سے جواب دیا کہ میں تمہارے ساتھ ایک منٹ رہنے کے لیے تیار نہیں تم ایک ماہ کی بات کر رہے ہو، مجھے طلاق دے کر مجھ پر احسان کرو اور میری جان چھوڑ دو۔ اس نے بڑے تحمل سے جواب دیا، دیکھئے میری بات غور سے سنیں! آپ کے چچا عزت دار آدمی ہیں، اگر پہلے ہی دن انہیں یہ صدمہ برداشت کرنا پڑا تو ہوسکتا ہے کہ وہ کسی ناگہانی مصیبت سے دوچار ہو جائیں، وہ اہل محلّہ کے ہاں ذلیل وخوار ہو جائیں گے، برادری والے بھی بغلیں بجائیں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ نہ ہی تو آپ کے پاس آؤں گا اور نہ ہی آپ کو دیکھنے کی کوشش کروں گا اور نہ ہی کبھی آپ پر اپنا حق جتاؤں گا۔ براہِ کرم میری بات پر غور کریں، میں صبح کام پر جایا کروں گا اور شام کو واپس آیا کروں گا۔ اس دوران آپ گھر میں اکیلی ہوں گی، میری موجودگی کی کوفت بھی آپ کو نہیں اٹھانا پڑے گی۔ شام کو میں آپ کے لیے کھانے پینے کا سامان لے آیا کروں گا، ہم دونوں اجنبیوں کی طرح رہیں گے۔ اس دوران میں آپ کے چچا سے بات کروں گا اور انہیں تمام صورتِ حال سے آگاہ کردوں گا لہٰذا ایک ماہ کے بعد آپ اپنے گھر چلی جانا، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کروں گا۔ اگر آپ کو میرے ساتھ رہنا پسند نہ ہوگا تو میں آپ کو عقدِ زوجیت سے آزاد کر دوں گا، یہ میرا آپ کے ساتھ اہل ایمان والا وعدہ ہے، میں اس سے کبھی انحراف نہیں کروں گا

لیکن اس وقت آپ غصہ تھوک دیں، یہ آپ کا مجھ پر احسان ہوگا۔ میں خاموش رہی، وہ تھوڑی دیر کے بعد کمرے سے نکل گیا۔

اب اس کی روٹین یہ تھی کہ وہ صبح کو کام پر جانے سے پہلے میرے کمرے کے دروازے کے پاس ناشتہ رکھ کر دروازہ کھٹکھٹا دیتا اور شام کو آتے ہوئے بھی میرے لیے بازار سے کھانا ساتھ ہی لے آتا اور کمرے کے دروازے کے پاس رکھ کر دروازہ کھٹکھٹا دیتا۔ جب وہ اپنے کمرہ میں چلا جاتا تو میں کھانا اٹھا کر کمرے میں لے آتی اور کھانا کھا کر استعمال شدہ برتن اور دستر خوان شاپر بیگ میں ڈال کر کمرے کے باہر دروازے کے پاس رکھ دیتی۔ چند دن وہ مختلف قسم کے عام کھانے لاتا رہا اور میرے کمرے کے سامنے رکھتا رہا اور میں وہاں سے اٹھا کر کھاتی رہی اور اس سے کوئی بات نہ کی۔

ایک دن میرا خاوند بہت مزیدار اور قیمتی کھانے لے کر آیا اور دروازے کے پاس آکر کہنے لگا میں نے سوچا آپ ایک ہی قسم کے کھانے کھا کر اکتا گئی ہوں گی، ذائقہ تبدیل کرنے کے لیے میں ذرا قیمتی کھانا لایا ہوں، وہ یہ کہہ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ میں نے دروازہ کھولا تو شقہ (کوارٹر) کا پورا صحن کھانے کی خوشبو سے مہک رہا تھا، میں نے مزے لے لے کر کھایا۔

میری روٹین یہ تھی کہ نہ کام نہ کاج جبکہ کھانے کے لیے بہترین اور انواع واقسام کی نعمتیں، لیکن پھر بھی شہر العسل ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا، میں مہینہ ختم ہونے کا شدت سے انتظار کر رہی تھی۔ اس دوران میں نے اپنے محبوب سے رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ چند دن کے بعد میرا خاوند کھانے کے ساتھ کچھ تازہ اخبارات اور رسالے بھی لے آیا اور دروازہ کھٹکھٹا کر کہنے لگا کہ میں کچھ اخبارات اور رسائل لایا ہوں، میں نے سوچا کہ تم اکیلی بور ہوتی ہوگی۔ میں اس کے رویہ پر حیران تھی کہ میں نے اس کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے اور یہ کیا کر رہا ہے؟ بہرحال مجھے اس سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اکیس بائیس دن ایسے ہی گزر گئے۔ میں اپنے بے حس محبوب سے رابطہ کرنا چاہتی تھی مگر اس کی کوئی شکل موجود نہ تھی۔ مہینہ ختم ہونے میں چند دن باقی تھے۔ ہمیں اس حال میں پچیس دن گزر گئے۔ اگلی رات میرے خاوند نے کمرہ کے باہر سے آواز دی کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں چند منٹ کے لیے آپ سے ایک دو باتیں کرنا

چاہتا ہوں۔ میں نے کوئی بات نہ کی۔ وہ اندر آیا اور مجھ سے دور ایک کرسی پہ بیٹھ گیا اور یوں گویا ہوا:

''میں اپنے وعدے پہ قائم ہوں، مہینہ ختم ہونے کو ہے، ہم چند دن اس بلڈنگ میں اکٹھے رہیں گے، میں اپنے معمولات میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا۔ آپ سوچ لیں آپ نے اپنے چچا کو کیا جواب دینا ہے اور کس طرح دینا ہے؟ ہم چند دن اکٹھے رہے، اگر میری طرف سے کوئی زیادتی ہوئی ہو تو وہ مجھے اللہ کے لیے معاف کر دینا۔ اگر تم چاہو تو مہینہ کے اختتام پر اسی جگہ طلاق لے سکتی ہو اور چاہو تو میں آپ کے گھر آپ کے چچا کو طلاق نامہ بھی پہنچا دوں گا اور ان سے یہ بھی عرض کروں گا کہ خدارا آئندہ کسی کی زندگی برباد مت کرنا۔''

وہ یہ کہہ کر کمرے سے نکل گیا مگر میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ وہ اپنا موبائل کرسی کے ساتھ پڑے میز پر بھول گیا۔ میں نے اپنے محبوب سے رابطہ کیا، اس سے گلے شکوے کیے اور اس کو بے وفائی کے طعنے دیئے، اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ میں نے اپنے خاوند کو حق زوجیت ادا کرنے سے انکار کر دیا ہے اور چند دن کے بعد اس سے طلاق لے کر آپ سے شادی کرنا چاہتی ہوں، آپ شادی کی تیاری کریں، میں اس مرتبہ اپنے چچا کی بات ہرگز نہیں مانوں گی۔ اس شیطانی کارندے نے میری محبت کا جواب ان الفاظ میں دیا۔ میری جان! اپنے خاوند سے طلاق نہ لینا، میں تو شروع سے ہی تمہیں ایک دفعہ ملنے کا کہہ رہا ہوں لہٰذا تم مجھے اکیلے میں مل سکتی ہو، کہو تو میں دن کے وقت تمہارے پاس آ سکتا ہوں تمہارا خاوند کونسا گھر ہوتا ہے؟ رہی شادی کی بات تو میں نے کبھی تمہارے لیے ایسا سوچا ہی نہیں ہے۔

میرے ہاتھوں سے موبائل چھوٹ گیا اور میں بے دم سی ہو کر زمین پر بیٹھ گئی اور میرے اوسان خطا ہو گئے، میں نے اٹھنا چاہا مگر چکر کھا کر گر پڑی۔ جب میرے حواس بحال ہوئے تو میں ٹیبل کا سہارا لے کر اٹھی اور اوندھے منہ بیڈ پر لیٹ گئی۔ میری آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں تکیہ اور بستر میں جذب ہونے لگیں۔ مجھے اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا، اسی حالت میں شام ہو گئی۔ اس بار دروازے پر دستک مجھے بھلی معلوم ہوئی۔ میں نے تھوڑی دیر کے بعد کھانا اٹھایا

اور کمرے کے ایک کونے میں رکھ دیا۔ میں یہ سوچنے پہ مجبور ہوگئی کہ میں نے ایک فرشتہ صفت انسان کا دل دکھایا ہے، اس کے ارمانوں کا خون کیا ہے، میں قطعاً معافی کے قابل نہیں۔ میں جس کو دوست سمجھتی رہی وہ تو آستین کا سانپ نکلا۔ یہ میں نے کیا کر دیا؟ اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماری ہے، اب میں برے انجام سے کبھی بھی نہیں بچ سکتی۔ رات اسی پریشانی میں گزر گئی۔

یہ ستائیسواں دن تھا، میرے خاوند نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، میں نے اجازت دے دی۔ میرے خاوند کے ہاتھ میں بڑے بڑے دو لفافے تھے جو اس نے میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا:

> ''مہینہ ختم ہونے کو ہے، لگتا ہے کہ آپ کو میرے ساتھ رہنا پسند نہیں۔ ان لفافوں میں کچھ سِلے اور کچھ اَن سِلے کپڑے اور کچھ نقدی بھی ہے۔ اللہ کا حکم ہے کہ عورت کو کچھ نہ کچھ دے دلا کر رخصت کرو، میں آپ کی خواہش کے مطابق آپ کو طلاق دینے کے لیے تیار ہوں، آپ جب کہیں گی میں آپ کو طلاق دے دوں گا۔ اگر اپنے گھر جانے کے بعد کہو تو بھی مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا، جو بھی آپ کا فیصلہ ہو، آپ مجھے آگاہ کر دیں۔''

وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا اور مجھے احسان کے بوجھ تلے دبا گیا۔ مجھے اپنے آپ سے گھن آنے لگی کہ میں کس قدر ظالم ہوں؟ کس قدر بے مروت اور بداخلاق ہوں؟ میں نے اس مؤمن نوجوان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ میں نے ایک شیطان کی خاطر ایک فرشتے کا دل دکھایا اور اس کو اس قدر دکھ دیا جسے وہ زندگی بھر نہ بھلا سکے گا۔ میں نے اس کی سب سے بڑی خوشی کو برباد کر ڈالا۔ میں ایک ایک دن کو یاد کر کے کفِ افسوس مَل رہی تھی مگر اب پچھتائے کیا بنتا ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ میں نے سارا دن سسکتے ہوئے گزارا، کبھی دل چاہتا کہ اپنی زندگی کا خاتمہ کر لوں مگر خودکشی کے حرام ہونے کا سوچ کر اپنا ارادہ تبدیل کرنا پڑتا۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ میں کیا کروں اور کدھر جاؤں؟ میں نے اپنے لیے تمام دروازے خود ہی بند کر لیے تھے۔ رات کا کافی حصہ گزر چکا تو اچانک مجھے ایک جائے پناہ نظر آئی، سب دروازے بند مگر ایک دروازہ کھلا نظر آیا، میں بڑی مشکل سے اٹھی، وضو کیا اور دو رکعت نماز

شروع کر دی۔ جب میں نے سجدہ میں سر رکھا تو میری آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ آیا۔ میں نے گڑگڑانا شروع کر دیا، اے میرے پروردگار! میرا جرم تو بے شک بڑا ہے مگر تیری رحمت بہت ہی وسیع ہے۔ اے مالکِ کائنات! میرے لیے کوئی راستہ اور آسانی پیدا فرما۔ اے اللہ! میں نے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماردی، میں نے اپنی زندگی خود برباد کر دی، اپنی جھولی میں خود انگارے بھر لیے، پھولوں کو چھوڑ کر کانٹوں سے دل لگایا۔ اے میرے مالک! تو اب بھی معاملہ سدھارنے پر قادر ہے۔ اے مالک! مجھے بخش دے، مجھے سکون دے، مجھے معاف کر دے۔

میں ساری رات دعائیں کرتی رہی۔ صبح میرا خاوند مجھے کھانا دے کر اپنے کام پر چلا گیا۔ بس اٹھی، پورے گھر کی صفائی کی، تمام اشیاء کو ایک نئے انداز سے ترتیب دیا، میں کھانا پکانے میں بھی ماہر تھی میں نے انواع واقسام کے کھانے پکا کر شام کے قریب ڈائننگ ٹیبل پر سجائے، پورے گھر میں خوشبو چھڑکی، ایئر فریشنر سے پورے گھر کو معطر کیا، شام سے پہلے غسل کیا، سب سے بہترین عروسی لباس پہنا، سب سے اعلیٰ اور پسندیدہ پرفیوم لگایا اور مکمل تیار ہو کر گھر کے وسط (صحن) میں بیٹھ گئی۔ (یاد رہے کہ سعودی عرب میں گھروں کے صحن بھی چھت والے ہوتے ہیں) میں نے مین دروازے کی اندر سے کنڈی لگا دی۔ میں آپ کو بتاتی چلوں کہ میرے خاوند نے میرے لیے ضرورت کی تمام چیزیں گھر میں رکھی ہوئی تھیں جنہیں میں نے آج سے قبل ایک نظر دیکھنا بھی گوارہ نہ کیا تھا۔

شام کو میرا خاوند گھر آیا، اس نے لاک کھولا مگر دروازہ نہ کھلا، اس نے پریشان ہو کر گھنٹی بجائی تو میں نے فوراً دروازہ کھول دیا۔ میرے بدن اور پورے گھر سے خوشبو کی مہک محسوس کر کے وہ ششدر رہ گیا۔ مجھے اس نے نئے اور بہترین عروسی لباس میں دیکھا تو دم بخود سا کھڑا ہو گیا۔ میں نے اُسے ہاتھ سے پکڑا، دروازہ بند کیا اور صحن میں لے آئی۔ گھر کے سامان کی نئی ترتیب اور صفائی وغیرہ دیکھ کر وہ ابھی حیرانی کے عالم میں تھا کہ میں اس کے قدموں میں گر گئی، میں نے اپنا سر اس کے پاؤں پر رکھ دیا اور زار و قطار رونے لگی، وہ ابھی کچھ نہ سمجھ پایا تھا کہ میں یوں گویا ہوئی:

سرتاج! میں نے آپ کو بہت تکلیف دی ہے، میں نے آپ کی زندگی کے سب سے

حسین ترین لمحات کوخوفناک اوراذیت ناک بنایا، میں نے آپ کا دل کرچی کرچی کر دیا، میں نے اس انسان کو تکلیف دی جو فرشتہ صفت ہے اور اُس شخص کی وجہ سے دی جو شیطانی کارندہ ہے۔ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ وہ مجھ سے تنہائی میں ملنے کا کہتا رہا مگر میں سختی سے انکار کرتی رہی اور آج تک اُسے تنہائی میں نہیں ملی حتیٰ کہ اس کی نیت مجھ پر آشکار ہوگئی اور میں اس سے نفرت کرنے لگی۔ میں آپ کے قابل تو نہیں، مجھ جیسی بدتمیز اور بداخلاق عورت آپ جیسے شریف النفس اور حلیم الطبع انسان کی بیوی ہونے کا حق تو نہیں رکھتی، لیکن میں نے آج تک اپنی عزت پر حرف نہیں آنے دیا اور اپنے خاندان کا سر کبھی نہیں جھکنے دیا۔ اگر آپ مجھے اپنی بیوی بنانا چاہیں تو میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ آپ کی نافرمانی کبھی نہیں کروں گی، آپ کو کبھی پریشان نہیں ہونے دوں گی، آپ جیسے عظیم انسان کی خدمت فخر سمجھ کر کروں گی، آپ کے مال، آپ کے گھر اور اپنی عزت کی حفاظت کروں گی اور آپ کے لیے بہترین بیوی ثابت ہوں گی۔ اور اگر آپ کو مجھ جیسی عورت کو اپنانا اچھا نہ لگے اور آپ کے لیے ایسا کرنا مشکل ہو تو اپنے پاؤں سے مجھے ٹھوکر مار دیجئے، میں اسے طلاق تصور کروں گی۔

میرا خاوند کچھ دیر کے لیے ساکت کھڑا رہا، پھر میرے اوپر جھکا، اس نے بڑی شفقت سے میرے کندھوں سے پکڑ کر مجھے اٹھایا اور خوش ہوتے ہوئے کہا میری جان! تم ہی میری بیوی ہو، میں نے اتنے لوگوں کے سامنے تجھے عقد زوجیت میں لیا ہے، مجھے علم تھا کہ آپ کے چچا جیسا شریف النفس اور باعمل آدمی کسی کو دھوکہ نہیں دے سکتا وہ ایک خیر خواہ انسان ہیں، مجھے تم جیسی بیوی پر فخر ہوگا، کیا تم اگلا مہینہ میرے ساتھ بطور شھر العسل گزارو گی؟ میں نے اپنے خاوند کی طرف ممنون نگاہوں سے دیکھا اور میرے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

حلالہ

حلالہ کا نکاح کیسا ہے؟

سوال ایک عورت کو طلاق ہوگئی، اس کے گھر والوں نے ایک مذہبی رہنما کے کہنے پر اس کی شادی ایک آدمی سے اس شرط پر کی کہ وہ اسے چند دنوں کے بعد طلاق دے دے گا۔ کیا یہ نکاح صحیح ہے؟

جواب ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ یہ نکاح قطعاً جائز نہیں ہے۔ یہ کرائے کا سانڈ ہے جس پر ہمارے پیارے رسول ﷺ کی زبانِ اطہر سے لعنت ہوئی ہے۔ ہم یہ کہیں گے کہ یہ اگرچہ کرائے کے سانڈ کے ساتھ نکاح کر چکی ہے مگر یہ نکاح غیر شرعی ہونے کے لحاظ سے وہ اپنے پہلے خاوند کے لیے قطعاً حلال نہ ہوگی۔

ہاں! اگر یہ عورت اپنی مرضی سے نکاح کی تمام شروط کو پورا کرتے ہوئے شرعی نکاح کرتی ہے اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا قصد کرتی ہے اور ان دونوں میں ازدواجی تعلق بھی قائم ہو جاتا ہے، مگر کسی بناء پر ان دونوں میں ناچاقی ہو جاتی ہے اور دونوں کا نباہ نہیں ہو سکتا اور ان دونوں میں جدائی ہو جاتی ہے تو وہ عدت گزارنے کے بعد پہلے خاوند کے لیے حلال ہوگی۔

[محمد بن ابراہیم آل شیخ]

حلالہ کی شرعی حیثیت

سوال کیا حلالہ شرعی طور پر جائز ہے؟ بعض لوگ قرآن حکیم کی ایک آیت سے حلالہ کا ثبوت پیش کرتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟ اور بڑے بڑے مدارس کے مفتی حلالہ کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ براہِ مہربانی کتاب وسنت کے دلائل کی رُو سے ہماری رہنمائی کریں، جزاکم اللہ خیراً۔

جواب قرآن وسنت میں کہیں بھی حلالہ کو پسند نہیں کیا گیا، اس فعل شنیع پر لعنت وارد ہوئی ہے۔ قرآنِ حکیم میں تیسری طلاق کے بیان کے ساتھ ﴿حتی تنکح زوجا غیره﴾ کا ذکر

ہے،اس سے مراد حلالہ قطعاً نہیں ہے۔اس آیت میں تو نکاحِ صحیحہ کا بیان ہے کہ وہ عورت کسی اور جگہ شادی کرواسکتی ہے اور اگر وہ دوسرا شوہر اپنی مرضی سے طلاق دے ڈالے، یا فوت ہو جائے تو عدت گزر جانے کے بعد اگر پہلا آدمی اور یہ عورت دوبارہ واپس آنا چاہیں اور یقین ہو کہ اب وہ حدود اللہ کو قائم رکھ سکیں گے تو اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ جبکہ حلالہ میں دوسرے آدمی سے شادی اس غرض سے کی جاتی ہے کہ اس سے طلاق لے کر پھر پہلے کے ساتھ نکاح کر دیا جائے، اس نکاح کو تو کوئی غیرت مند آدمی قبول نہیں کر سکتا۔ جو لوگ حلالہ کو صحیح نکاح پر تصور کرتے ہیں وہ یا تو حلالہ کے مفہوم سے بے خبر ہیں، یا تجاہل عارفانہ برتتے ہیں۔

لغت حدیث کی مشہور کتاب "النہایہ فی غریب الحدیث والاثر (۱ /۴۳۱)" میں مرقوم ہے:

> ''حلالہ یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالے، پھر دوسرا آدمی اس عورت کے ساتھ اس شرط پر نکاح کرے کہ اس کے ساتھ صحبت کر کے طلاق دے دے گا، تاکہ پہلے آدمی کے لیے حلال ہو جائے۔'' حلالہ کی یہی تعریف "القاموس الفقهي (ص ۱۰۰)" میں بھی لکھی گئی ہے، جو احناف کی فقہی اصطلاحات پر بڑی ضخیم کتاب ہے اور القاموس المحیط ، المعجم الوسیط جیسی کتب لغات میں حلالہ کا یہی معنی لیا گیا ہے، بلکہ امام ابوحنیفہ کے معروف ترین شاگرد اور فقہ حنفی کی کمیٹی کے عظیم رکن امام محمد نے "کتاب الآثار (۸۷۸)" میں حلالہ کے بارے میں لکھا ہے ''ایک مرد اپنی عورت کو تین طلاقیں دے، پھر چاہے کہ اس کا کسی دوسرے مرد سے نکاح کر دے، تاکہ وہ اس کو اس کے لیے حلال کر دے۔'' [1]

پس معلوم ہوا کہ حلالہ میں طلاق کی غرض سے نکاح کیا جاتا ہے، تاکہ عورت پہلے شوہر کی طرف واپس پلٹ آئے۔ حلالہ کرنے والا ایسی عورت کے ساتھ ایک دن، دو دن یا چند ایام گزارے، اپنی جنسی خواہش پوری کر کے طلاق دے ڈالے، تاکہ وہ پہلے شخص کے لیے حلال ہو

---

[1] کتاب الآثار، مترجم (۳۷۹)۔

جائے۔ ایسے حلالہ کو لوگوں نے حیلوں بہانوں سے روا رکھا ہوا ہے۔ حالانکہ اس فعل شنیع و قبیح پر شریعت میں لعنت وارد ہوئی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے اور کروانے والے پر لعنت کی ہے۔'' [1]

بلکہ ابن ماجہ (۱۹۳۶) اور حاکم (۱۹۹/۲، ح:۲۸۰۴) کی ایک روایت کے مطابق حلالہ کرنے والے کو ادھار کے سانڈ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیونکہ عارضی نکاح کرنے والا کرائے کے سانڈ یا بکرے کی مانند ہی ہے۔

اللہ اس لعنت سے امت مسلمہ کو محفوظ فرمائے اور جو مفتی طلاقِ ثلاثہ کے بعد حلالہ کا دروازہ دکھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں صحیح فہم اور عقلِ سلیم عطا فرمائے۔ ہمارے پاس ایسی کئی مثالیں موجود ہیں کہ بعض مفتی اپنے ہی مدارس میں حلالہ کا انتظام کیے ہوئے ہیں اور اپنے مدارس کے قراء اور طلباء کے ساتھ حلالہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اللہ انہیں ہدایت نصیب کرے، اس ملعون فعل سے نجات دے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

[ابوالحسن مبشر احمد ربانی]

---

[1] مسند أحمد (۴۵۰/۱، ۴۵۱، ح:۴۳۰۸)، ترمذی (۱۱۲۰)۔

مباحثِ نکاح

شادی پر دف بجانا کیسا ہے؟

سوال اعلانِ نکاح کی غرض سے شادی کے موقع پر عورتوں کا دف بجانا اسلام کی رو سے جائز ہے یا نا جائز؟ براہِ کرم وضاحت فرما دیں۔

جواب نکاح کے اعلان کے لیے عورتوں کا دف بجانا صحیح ہے مگر اس کی کچھ شروط ہیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

☆ دف کا تعلق عورتوں سے ہے یعنی دف فقط عورتیں بجائیں گی۔

☆ اس کے ساتھ موسیقی اور آلاتِ لہو ولعب کا استعمال نہ کیا جائے۔

☆ ان کی آواز مرد نہ سن سکیں۔

☆ اچھے اشعار وغیرہ پڑھے جائیں جن میں عشق و مستی اور فحاشی و بیہودگی نہ ہو اور نہ ہی عورتوں کے حسن و جمال پر مبنی شعر ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''حلال اور حرام میں فرق صرف دف بجانے اور آواز کا ہے۔'' (یعنی شہرت سے نکاح حلال اور چوری چھپے حرام)۔'' [1]

امام شوکانی نیل الأوطار میں فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ نکاح کے موقع پر دف بجانا اور اونچی آواز کے ساتھ اچھے اچھے شعر پڑھنا، مثلاً أتیناکم، أتیناکم...... ہم تمہارے پاس آئے، ہم تمہارے پاس آئے...... جائز ہے۔''

لیکن یہ اشعار ایسے نہ ہوں جو عورتوں کے حسن و جمال، فسق و فجور اور بے حیائی پر مبنی ہوں۔ ایسے اشعار نکاح اور نکاح کے علاوہ ہر حال میں حرام ہیں۔ اسی طرح دیگر لہو ولعب بھی حرام ہے۔ [صالح بن فوزان]

---

[1] ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی إعلان النکاح: ۱۰۸۸۔

میاں بیوی کے حقوق

سوال شیخ صاحب! یہ واضح فرمادیں کہ شریعت نے بیوی کے خاوند پر اور خاوند کے بیوی پر کیا حقوق رکھے ہیں؟ یا ہم یہ سوال کر سکتے ہیں کہ بیوی کے متعلقہ خاوند کی ذمہ داریاں کیا ہیں اور خاوند کے متعلق بیوی کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما دیں۔

جواب الحمدللہ، اسلام نے خاوند پر بیوی کے کچھ حقوق رکھے ہیں اور بیوی پر خاوند کے کچھ حقوق مقرر فرمائے ہیں۔ بعض حقوق دونوں میں مشترک ہیں۔ ہم بالااختصار ان کو بیان کریں گے:

بیوی کے خاوند پر حقوق

بیوی کے خاوند پر کچھ تو مالی حقوق ہیں، یہ تین ہیں (۱) مہر، (۲) نان ونفقہ، (۳) رہائش۔ اور کچھ غیر مالی حقوق ہیں۔ بنیادی طور پر یہ بھی تین ہیں۔(۱) بیویوں کے درمیان انصاف، (۲) حسنِ معاشرت، (۳) بیوی کو تکلیف نہ دینا۔

☆ مہر: مالی حقوق میں سب سے پہلے مہر ہے۔ یہ وہ مال ہے جس کے ذریعے خاوند نے بیوی سے نکاح یا ازدواجی تعلق قائم کیا ہے اور یہ خالص بیوی کا مال ہے۔ یہ حق مرد کے ذمہ واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ﴾ [1]

''اور عورتوں کو ان کے مہر راضی خوشی دے دو۔''

مہر کو مشروع کرنے کا مقصد نکاح کی اہمیت اور عورت کا اکرام واعزاز ہے۔

☆ نان ونفقہ: سے مراد اُس کا کھانا، لباس اور ضروریات کا خیال ہے۔ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ بیوی کا نان ونفقہ خاوند پر واجب ہے بشرطیکہ عورت اپنا آپ خاوند کے سپرد کر

[1] ٤/ النساء: ٤۔

دے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے یا اپنے شوہر سے نفرت کا اظہار کرے تو نان ونفقہ خاوند پر واجب نہ ہو گا۔ خاوند پر نان ونفقہ واجب کرنے کی حکمت یہ ہے کہ عورت اپنے خاوند کے لیے اپنے آپ کو روک کر رکھتی ہے، وہ اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نہیں نکلتی تا کہ خود کما کر اپنا پیٹ پال سکے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ خاوند اس کی ضروریات کا خیال رکھے اور یہ نان ونفقہ اُس خاص فائدے کے بالمقابل ہے جو خاوند اپنی بیوی سے حاصل کرتا ہے۔

نان ونفقہ سے مراد بیوی کو کھانا کھلانا، کپڑے پہنانا، اسے کہیں ٹھہرنے کی جگہ مہیا کرنا اور اس کی تمام جائز ضروریات کو پورا کرنا ہے۔ یہ خاوند کے ذمہ واجب ہے اگرچہ اس کی بیوی مالدار ہی کیوں نہ ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ ❶

''اور جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ ان کا روٹی کپڑا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ ۖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ ﴾ ❷

''کشادگی والے کو اپنی کشادگی سے خرچ کرنا چاہیے اور جس پر اس کے رزق میں تنگی ہوگئی ہو اسے چاہیے کہ جو کچھ اللہ نے اسے دے رکھا ہے اس میں سے (حسبِ حیثیت) خرچ کرے۔''

رسولِ کریم ﷺ نے ہند بنتِ عتبہ رضی اللہ عنہا کو جو کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، اس وقت فرمایا تھا جب وہ آپ ﷺ سے شکایت کر رہی تھیں کہ وہ اس کو خرچہ نہیں دیتے:

''کہ تو معروف طریقے سے اتنا اُس کے مال سے لے لیا کر جو تجھے اور تیرے بیٹے کو کافی ہو۔'' ❸

دراصل وہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی شکایت کر رہی تھیں کہ وہ بخیل ہیں اور مجھے اتنا

---

❶ ٢/ البقرة: ٢٣٣۔ ❷ ٦٥/ الطلاق: ٧۔

❸ بخاري، كتاب النفقات، إذا لم ينفق الرجل....: ٥٣٦٤۔

خرچہ بھی نہیں دیتے جو میرے اور میرے بیٹے کے لیے کافی ہو مگر یہ کہ میں اپنے خاوند کے مال سے بغیر بتائے کچھ لے لیا کروں اور اگر میں ایسا کروں تو مجھ پر کوئی گناہ تو نہ ہوگا؟ تو نبی کریم ﷺ نے اوپر مذکور جواب ارشاد فرمایا۔ یہ پورا قصہ حدیث شریف میں موجود ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

> ''عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈر جاؤ۔ اس لیے کہ تم نے ان کو اللہ کی امان سے لیا ہے اور اللہ کے کلمہ کے ساتھ ان کے ستر کو حلال کیا ہے۔ تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ تمہارے بچھونے (گھر میں) پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو، اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ہلکی مار مارو۔ اور ان کا حق تمہارے اوپر یہ ہے کہ ان کا کھانا، اور پہننا عام دستور کے مطابق تمہارے ذمہ ہے۔'' [1]

☆ **رہائش:** بیوی کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ خاوند اس کے لیے اپنی مالی استطاعت کے مطابق رہائش مہیا کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ ﴾ [2]

''تم اپنی طاقت کے مطابق جہاں تم رہتے ہو وہاں ان عورتوں کو رکھو۔''

☆ غیر مالی حقوق:

بیویوں کے درمیان عدل: اگر کسی کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو اس پر لازم ہے کہ وہ ان کے درمیان عدل و مساوات قائم کرے۔ رات گزارنے، نان ونفقہ دینے اور کپڑے مہیا کرنے میں سب کے درمیان عدل کرے۔

حسنِ معاشرت: یہ خاوند پر واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کرے اور اس کے ساتھ نرمی اختیار کرے اور ہر وہ طریقہ اختیار کرے جو بیوی کے دل میں اس کی محبت پیدا کرنے اور اس کا دلی میلان حاصل کرنے کا سبب ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

[1] مسلم، كتاب الحج، باب حج النبي ﷺ: ۲۹۵۰۔

[2] ٦٥/ الطلاق: ٦۔

﴿ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ ❶

''اوران کے ساتھ اچھے طریقے سے بود و باش رکھو۔''

اور فرمایا:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ ❷

''اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ۔''

حدیث شریف میں بھی یہ مضمون بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔'' ❸

اہلیہ کے ساتھ حسنِ سلوک اور بہترین معاشرت کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ کے دروازہ پر میرے لیے اپنی چادر سے پردہ کیے ہوئے کھڑے ہیں۔ میں حبشہ کے اُن لوگوں کو دیکھ رہی تھی جو مسجد میں (جنگی) کھیل کا مظاہرہ کر رہے تھے، حتیٰ کہ میں ہی دیکھتے دیکھتے تھک گئی۔ لہٰذا تم خود اندازہ کر لو کہ ایک نو عمر لڑکی جس کو کھیل کو دیکھنے کا شوق ہے، کتنی دیر کھڑی رہی ہوگی؟'' ❹

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تہجد کی) نماز میں (بعض دفعہ) بیٹھ جاتے۔ جب قراءت سے تیس یا چالیس آیات باقی رہ جاتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پڑھتے، پھر رکوع کرتے، پھر سجدہ کرتے، پھر دوسری رکعت بھی اسی طرح ادا کرتے۔ نماز سے فارغ ہو کر دیکھتے اگر میں جاگ رہی ہوتی تو میرے ساتھ باتیں کرتے، اگر میں سوئی ہوئی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لیٹ جاتے۔'' ❺

---

❶ ٤/ النساء: ١٩۔ ❷ ٢/ البقرة: ٢٢٨۔ ❸ بخاري، كتاب النكاح، باب الوصاة بالنساء: ٥١٨٦۔
❹ بخاري، كتاب النكاح، باب نظر المرأة إلى الحبش....: ٥٢٣٦۔
❺ بخاري، كتاب الجمعة، باب إذا صلى قاعداً....: ١١١٩۔

بیوی سے تکلیف کو دور رکھنا: یہ اسلام کا بنیادی اصول ہے کہ جب عام لوگوں کو تنگ کرنا اور ان کو تکلیف دینا منع ہے تو بیوی تو اس کی بہت زیادہ حق دار ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا ضرر ولا ضرار)) [1]

''نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ ہی نقصان پہنچاؤ۔''

اس حدیث کو امام احمد، حاکم اور ابن صلاح نے صحیح کہا ہے۔

دیکھئے خلاصہ البدالمنبر ۴۳۸/۲

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمائی کہ عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈر جاؤ......

خاوند کے بیوی پر حقوق

خاوند کا بیوی پر بہت زیادہ حق ہے بلکہ خاوند کا حق اپنی بیوی پر، بیوی کے خاوند پر حق سے کہیں زیادہ اور بڑا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ﴾ [2]

''اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ۔ ہاں مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔''

جصاص کہتے ہیں؛ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں یہ بات بیان کی ہے کہ میاں بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں جبکہ خاوند اپنے حق کے ساتھ خاص ہے۔

ابن العربی کہتے ہیں؛ یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ حقوقِ نکاح میں مرد کو عورت پر فوقیت اور فضیلت حاصل ہے۔ ان حقوق میں سے:

☆ اس کی اطاعت واجب ہے: اللہ نے مرد کو عورت پر نگران اور حاکم بنایا ہے، وہ اس کا ایسے خیال رکھتا ہے جیسے ایک حاکم اپنی رعایا کا خیال رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کو جسمانی اور

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الأحكام، باب من بنى فى حقه يضر جاره: ٢٣٤١۔

[2] ٢/ البقرة: ٢٢٨۔

عقلی طور پر خصوصیت بخشی ہے اور اس پر مالی ذمہ داریوں کا بوجھ ڈالا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾ [1]

''مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔''

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛ علی بن ابی طلحہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ ﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ ﴾ کی تشریح میں روایت کرتے ہیں کہ مرد عورتوں پر حاکم ہیں، یعنی بیوی خاوند کی ہر اس کام میں اطاعت کرے گی جس کا اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے۔ خاوند کی اطاعت یہ ہے کہ وہ اس کے اہل وعیال کے ساتھ حسنِ سلوک اور اس کے مال کی خوب حفاظت کرنے والی ہو۔

مقاتل، السدی اور ضحاک رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ [2]

☆ حصولِ فائدہ: خاوند کا بیوی پر ایک حق یہ بھی ہے کہ بیوی اپنا آپ اپنے خاوند کے سپرد کر دے، وہ جب بھی اسے حاجت کے لیے بلائے تو وہ انکار نہ کرے مگر یہ کہ کوئی شرعی عذر ہو مثلاً فرض روزہ، مرض اور ایامِ ماہواری وغیرہ۔

اگر خاوند کے بلانے پر بیوی نہ آئے اور خاوند کی خواہش کو پورا نہ کرے تو وہ گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرے گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب خاوند بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے اور خاوند غصہ کی حالت میں رات گزارے تو صبح ہونے تک فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔'' [3]

☆ شوہر جس کو ناپسند کرے اُسے گھر میں نہ آنے دے: خاوند کا بیوی پر حق ہے کہ بیوی کسی ایسے شخص کو گھر میں نہ آنے دے جس کو خاوند ناپسند کرتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان

---

[1] ٤/ النساء: ٣٤۔ [2] تفسیر ابن کثیر: ١/٤٩٢۔

[3] بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة: ٣٢٣٧

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے خاوند کی موجودگی میں اُس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ رکھے اور کسی کو بھی اپنے خاوند کی مرضی کے بغیر گھر میں آنے کی اجازت نہ دے۔'' ❶

رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

''عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو کیونکہ وہ تمہاری خدمت گزار ہیں۔ تمہیں ان پر کچھ اختیار نہیں سوائے اس (صحبت) کے مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان کو بستروں میں الگ چھوڑ دو اور ان کو ہلکی مار مارو۔ اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کریں تو پھر ان پر کوئی دوسری راہ تلاش نہ کرو۔ تمہارا تمہاری عورتوں پر حق ہے اور تمہاری عورتوں کا تم پر حق ہے۔ تمہارا حق تمہاری عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر (گھر) پر کسی ایسے کو نہ آنے دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو اور تمہاری اجازت کے بغیر کسی کو گھر نہ آنے دیں۔ اور ان کا تمہارے اوپر حق یہ ہے کہ تم ان سے اس کے کھانے اور پہنانے میں خوب اچھا سلوک کرو۔'' ❷

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ تم نے انہیں اللہ کی امان سے حاصل کیا ہے اور اللہ کے کلمہ سے ان کے ستر کو حلال کیا۔ تمہارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر (گھر) میں کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ہلکی مار مارو۔ اور ان کا تم پر حق یہ ہے کہ ان کا کھانا پینا اور پہننا دستور کے مطابق تمہارے ذمہ ہے۔'' ❸

☆ **خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلنا:** خاوند کا بیوی پر یہ بھی حق ہے کہ وہ اس کی

---

❶ بخاری، کتاب النکاح، باب لاتأذن المرأة فی بیت زوجها....: ۵۱۹۵۔

❷ ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق المرأة علی زوجها: ۱۱۶۳۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الحج: ۲۹۵۰۔

اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلے۔ خاوند کو یہ حق ہے کہ اس کو گھر سے نکلنے سے روک دے۔ خاوند کی اطاعت بیوی پر لازم ہے۔

علمائے شافعیہ اور حنابلہ کا فتوی ہے کہ اگر اس کا باپ بیمار ہو تب بھی خاوند کی اجازت کے بغیر اس کی تیمارداری کو نہ جائے، خاوند اس کو روک سکتا ہے کیونکہ اس کی اطاعت واجب ہے اور واجب کو ایک ایسی چیز کے لیے کیسے چھوڑا جا سکتا ہے جو واجب نہیں ہے۔

☆ ادب سکھانا: خاوند کا حق ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ادب سکھائے۔ یہ اُس وقت ہوگا جب بیوی معروف (نیکی کے اور بہترین) کاموں میں خاوند کی نافرمانی کرے۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو ادب سکھانے کے لیے ان کو بستروں میں الگ چھوڑ دینے اور ان کو ہلکی مار مارنے کا حکم دیا ہے۔

علمائے احناف کے نزدیک چار مواقع پر بیوی کو ہلکی مار کے ذریعے ادب سکھایا جا سکتا ہے۔

1. خاوند کے کہنے کے باوجود وہ زیب و زینت اختیار نہ کرے۔
2. خاوند اس کو اپنی حاجت کے لیے بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے بشرطیکہ وہ حالتِ طہر میں ہو۔
3. نماز نہ پڑھے۔
4. خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے۔

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا مندرجہ ذیل فرمان ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ﴾ [1]

"اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔"

امام ابنِ کثیر فرماتے ہیں کہ قتادہ نے کہا:

"اپنے اہل وعیال کو اللہ کی اطاعت کا حکم دو اور ان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں

---

[1] ٦٦/ التحریم: ٦۔

سے روکتے رہو اور ان پر اللہ تعالیٰ کا حکم قائم رکھو اور انہیں احکامِ الٰہی بجالانے کی تاکید کرتے رہو، نیک کاموں میں ان کی مدد کرو اور برے کاموں پر انہیں ڈانٹو اور پیٹو۔''

''ضحاک رحمۃ اللہ علیہ اور مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی کہنا ہے کہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنے رشتے اور کنبے کے لوگوں کو اور اپنے غلام اور لونڈیوں کو اللہ کے احکام بجالانے کی تاکید کرے اور ان کو اللہ کی نافرمانیوں سے روکنے کی کوشش کرتا رہے۔'' [1]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''معروف طریقہ کے مطابق بیوی پر خاوند کی خدمت لازمی ہے۔ خدمت کا معیار حالات و واقعات کے مدنظر مختلف ہوگا، مثلاً شہر کی خدمت گاؤں سے مختلف ہوگی اور طاقتور کی خدمت کمزور کی خدمت سے الگ ہوگی۔'' [2]

☆ بیوی کی خاوند کے ساتھ حسنِ معاشرت: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [3]

کے پیشِ نظر جیسے خاوند کو حسنِ سلوک کا مظاہرہ کرنا چاہیے اسی طرح بیوی کو بھی حسنِ معاشرت سے کام لینا چاہیے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور حسنِ صحبت اگر خاوندوں کے ذمہ ہے تو عورتوں کے لیے بھی لازم ہے کہ وہ اپنے خاوندوں کے ساتھ حسنِ معاشرت اختیار کریں اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کریں جو کہ ان پر اللہ نے لازمی قرار دی ہے۔''

یہ بھی کہا گیا ہے کہ خاوندوں پر ضروری ہے کہ وہ بیویوں سے تکلیف اور پریشانی کو دور کریں اور بیویوں پر لازم ہے کہ وہ ان کی اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ یہ طبری کا قول ہے۔

---

[1] تفسیر ابنِ کثیر: ٤/ ٣٩٢۔ [2] الفتاویٰ الکبریٰ: ٤/ ٥٦١۔ [3] ٢/ البقرۃ: ٢٢٨۔

ابنِ زید فرماتے ہیں:

''تم لوگ ان (بیویوں) کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور ان (بیویوں) کو چاہیے کہ وہ تمہارے بارے میں اللہ سے ڈریں۔'' [1]

[علماء کمیٹی سعودی عرب (بعض اختصار کے ساتھ)]

گم ہونے کے بعد پہلا خاوند بھی آ گیا، اب بیوی کیا کرے؟

سوال ایک آدمی طویل مدت تک گم رہا حتیٰ کہ اس کی بیوی نے کسی دوسرے آدمی سے شادی کر لی اور اس دوسرے خاوند سے ایک بچہ بھی پیدا ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد پہلا خاوند واپس آ گیا تو کیا عورت دوسرے خاوند کے ساتھ رہے یا پہلے کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اسے اپنے پاس لے آئے؟ اور کیا اس کے لیے پہلے خاوند کو دوبارہ نکاح کرنا ہو گا؟ اور بچہ کس کا ہو گا؟

جواب اس مسئلہ کو شریعت میں ''تزويج امرأة المفقود عنها زوجها'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یعنی ''گمشدہ خاوند والی عورت کی شادی'' اگر کسی عورت کا خاوند گم ہو جائے اور وہ مدت بھی ختم ہو جائے جس میں اسے تلاش کیا جاتا رہا اور حالات کے پیش نظر اس کی موت کو تصور کر لیا گیا ہو اور عورت نے عدت بھی گزار لی ہو اور اس نے کسی اور سے شادی کر لی ہو اور پھر کچھ عرصہ کے بعد پہلا خاوند واپس آ جائے تو پہلے خاوند کو اختیار ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اپنے پاس لے آئے یا پھر دوسرے خاوند کے پاس رہنے دے۔ یاد رہے کہ دوسرے خاوند پر لازم ہے کہ اگر پہلا خاوند اسے اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے تو وہ (دوسرا خاوند) اس کو طلاق دے، اسے ''تصرف فضولی'' کہتے ہیں۔

الغرض اگر وہ عورت کو دوسرے خاوند کے پاس ہی رہنے دے تو معاملہ واضح ہے اور ان کا نکاح صحیح ہے اور اگر وہ عورت کو اپنے پاس لانا چاہتا ہے تو وہ اسے اپنے پاس لا سکتا ہے مگر اس وقت تک اس کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم نہیں کرے گا جب تک وہ دوسرے خاوند سے جدائی کے بعد عدت نہ گزار لے۔ پہلے خاوند کو دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ پہلے نکاح کو توڑنے والی کوئی چیز نہیں اور وہ نکاح باقی ہے۔ رہی بچے کی بات تو یہ دوسرے خاوند

---

[1] تفسیر قرطبی: ۱۲۳/۳۔

کا شرعی بیٹا ہے، وہ اپنے والد کی طرف منسوب ہوگا کیونکہ اس نے شرعی نکاح کے بعد جنم لیا ہے۔

نوٹ ☆: میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ گم شدہ خاوند کی بیوی کے نکاح فسخ ہونے اور انتظار کی مدت میں علماء کا اختلاف ہے۔ اسی طرح اگر وہ گم شدہ شوہر کو مردہ تصور کر کے آگے نکاح کر لیتی ہے اور پھر پہلا خاوند واپس آجاتا ہے تو کیا وہ اس کو اپنے پاس واپس لا سکتا ہے؟ اس میں بھی اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک مدت انتظار ۹۰ یا ۷۵ سال ہے جبکہ امام مالک کے نزدیک چار سال ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ ان کی دلیل سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک فیصلہ ہے۔ اور پہلا خاوند واپس آجانے کی صورت میں بعض علما کے نزدیک وہ دوسرے کے پاس ہی رہے گی۔ [1]

سفر پر روانگی اور واپسی پر خاوند کا سامنا نہ کرنا کیسا ہے؟

سوال محترم شیخ صاحب! بہت سی بیویاں ایسی ہیں کہ اگر ان کے خاوند سفر پر جانے لگیں یا سفر سے واپس آئیں تو وہ ان کے سامنے نہیں آتیں اور نہ ہی ان کو خوش آمدید کہتی ہیں۔ کیا شریعت نے بیوی کو اس موقع پر خاوند کے سامنے آنے اور اسے ''اللہ حافظ'' یا ''خوش آمدید'' کہنے سے منع کر رکھا ہے؟

جواب جو صورتحال آپ نے سوال میں ذکر کی ہے، شریعت میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اگر اس کو دینی مسئلہ سمجھ کر کیا جاتا ہے تو یہ بدعت ہے جس کو ترک کرنا واجب ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ اگر کوئی آدمی سفر پر گیا ہو یا پھر اپنی اہلیہ سے کچھ مدت کے لیے دور رہا ہو تو اچانک گھر نہ آئے بلکہ اپنے آنے کی اطلاع کرے تا کہ اس کی بیوی اس کے لیے اپنے آپ کو تیار یعنی بناؤ سنگھار کر سکے۔ یہ حکم حسن معاشرت اور اسلام کے سنہری اصولوں کے پیش نظر دیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب کوئی شخص لمبی مدت گھر سے غائب ہو تو اچانک رات کو اپنا دروازہ نہ کھٹکھٹائے۔'' [2]

---

[1] دیکھیے فتاویٰ اصحاب الحدیث: ۱/ ۳۸۵۔

[2] بخاري، كتاب النكاح، باب لا يطرق أهله ليلًا.... : ٥٢٤٤۔

اور فرمایا:

''اچانک رات کو گھر نہ آؤ تاکہ (بیوی) صفائی ستھرائی اور بناؤ سنگھار کر سکے۔'' ❶

یہ اس لیے کہ اچانک گھر آ جانے سے بیوی کی عدم تیاری وغیرہ اسے ناپسند ہو سکتی ہے۔ یا کوئی ایسی بات ہو سکتی ہے جو اسے ناپسند ہو۔ اسے چاہیے کہ آنے سے پہلے خط یا ٹیلی فون وغیرہ کے ذریعے اپنے گھر والوں کو اطلاع دے۔ یہ حکم اسلام نے اس لیے دیا ہے کہ بیوی اچھے طریقے سے اپنے خاوند کا استقبال کر سکے اور اس کو پوری گرمجوشی کے ساتھ خوش آمدید کہہ سکے۔ اس لیے سوال میں مذکور بعض بیویوں کا عمل خلافِ اسلام ہے۔

خاوند کی اجازت کے بغیر خرچہ لینا

سوال محترم شیخ صاحب! یہ بتائیے کہ اگر خاوند اپنی بیوی کو جائز خرچہ نہ دے اور وہ تنگ ہو جائے تو کیا وہ اپنے اور بچوں کے لیے خاوند کے مال سے کچھ خرچہ لے سکتی ہے اگرچہ خاوند کو علم نہ ہو یا ایسا کرنا چوری تصور ہوگا؟

خاوند کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی کا ایسا خرچہ روکے جو اس پر واجب ہے۔ بعض خاوند ایسے ہیں جو اپنی بیویوں کی جائز ضروریات کا بھی خیال نہیں رکھتے اور کنجوسی سے کام لیتے ہیں۔ اس حالت میں یعنی اگر خاوند جان بوجھ کر اپنی بیوی کا حق روکتا ہے، حالانکہ اس کے مالی حالات اس کی اجازت دیتے ہیں تو بیوی کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق اس سے حاصل کرے، اگرچہ خاوند کو علم نہ ہو۔

جب ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ اس کا خاوند ابوسفیان رضی اللہ عنہ کنجوسی سے کام لیتا ہے، وہ اپنے مال سے مجھے اتنا بھی نہیں دیتا جو میرے اور میرے بچے کی گزر بسر کے لیے کافی ہو۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا:

''اچھے طریقے سے اس کے مال سے اتنا لے لو جو تجھے اور تیرے بچے کی ضرورت کے لیے کافی ہو۔'' ❷

---

❶ بخاري، كتاب النكاح، باب طلب الولد: ٥٢٤٥۔

❷ بخاري، كتاب النفقات، باب إذا لم ينفق....: ٥٣٦٤۔

یہاں نبی کریم ﷺ نے ضرورت کے مطابق مال لینے کی اجازت دی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ناجائز خرچہ لینا صحیح نہ ہوگا اور یہ بھی یاد رہے گھر کے بجٹ کو ضرورت کے بغیر بڑھانا عقلمند اور کفایت شعار بیوی کا کام نہیں ہے۔ [محمد بن صالح عثیمین]

اصلاحِ بیوی

اس صورتحال میں بیوی کو سمجھایئے

سوال میری بیوی زبردست جھگڑالو ہے، میں جب بھی گھر آتا ہوں تو شومیٔ قسمت کہ جلی کٹی باتوں کے علاوہ کچھ سننے کو نہیں ملتا۔ وہ اکثر کہتی ہے کہ اسے میرے گھر میں کوئی بھلائی اور بہتری میسر نہیں آسکی حالانکہ یقین کیجئے کہ میں کوشش کرتا ہوں کہ اس کا خیال رکھوں اور جہاں تک ممکن ہو اس کو زندگی کی ہر سہولت دے سکوں، مگر سلوک اور پیار کے چند بول سننے کو میرے کان ترس گئے ہیں۔ اس حالت میں میرے لیے آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ یاد رہے کہ جب بیوی محترمہ کا غصہ بلندیوں کو چھو رہا ہو تو وہ مجھے ملامت کرنے سے بھی قطعاً گریز نہیں کرتی۔

جواب نبی کریم ﷺ نے عورتوں کی عادات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''وہ اپنے خاوندوں کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان فراموشی سے کام لیتی ہیں، اگر تم اپنی بیوی سے ایک لمبا عرصہ حسن سلوک کرتے رہو (اس کے بعد) وہ تم سے کوئی (تنگی یا ناپسندیدہ) چیز دیکھے گی تو کہے گی ''میں نے تو تجھ سے (آج تک) کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔'' [1]

نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ عورتوں کی اکثریت جہنم کا ایندھن ہے۔ اس لیے آپ اپنی بیوی کو اچھے اور بہترین انداز میں سمجھانے کی کوشش کریں، اُسے آگ کے عذاب سے ڈرائیں اور ناشکری کا خوفناک انجام واضح کرنے کی کوشش کریں۔ آپ اُس کے ساتھ جو نیک سلوک روا رکھے ہوئے ہیں وہ بھی اچھے طریقے کے ساتھ باور کروائیں، شاید کہ اس کے دل میں کوئی بات اتر جائے۔ آپ اُسے احسان فراموشی کے خطرات سے بھی آگاہ کریں۔ اگر اتنا کچھ کرنے کے باوجود وہ ٹس سے مس ہونے کے لیے تیار نہ ہو تو بھی آپ اپنا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں تیار پائیں گے کیونکہ آپ اپنا فرض اچھے طریقے سے ادا کر رہے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر نیک سلوک کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ [عبداللہ جبرین]

---

[1] بخاري، باب الإيمان، كتاب كفران العشير... : ۲۹۔

بیوی کو کیسے سمجھاؤں؟

سوال میں دعوتِ دین کا کام کرتا ہوں اور میرا زیادہ تر وقت اسی کام میں گزرتا ہے۔ میں جب گھر واپس آتا ہوں تو میری بیوی اکثر مجھ سے جھگڑا کرتی ہے کہ میں اس کا اور اپنے بچوں کا کوئی خیال نہیں رکھتا۔ وہ یہ بھی کہتی ہے، بیوی بچوں کا خیال رکھنا، ان پر توجہ دینا بھی ایک بہت بڑا فریضہ ہے جس کی اہمیت فریضہ دعوتِ دین سے کسی طور کم نہیں، حالانکہ میں اس کو بھی وقت دیتا ہوں، اس کی ضروریات کا خیال رکھتا ہوں اور بچوں کی نگہداشت بھی حتی المقدور کرتا ہوں مگر وہ کبھی بھی راضی نہیں ہوتی۔ اس صورتحال میں آپ میرے لیے کیا حکم صادر فرماتے ہیں؟ اللہ آپ کے علم میں برکت نصیب فرمائے، آمین۔ یاد رہے کہ میری بیوی میرے عمل سے خوش نہیں یعنی وہ اسے ناپسند کرتی ہے۔

جواب یہ امت یعنی امتِ محمدیہ ﷺ متوسط راہ اختیار کرنے والی ہے جو افراط وتفریط (کمی وزیادتی) سے ہٹ کر ہے۔ جو شخص اس امت میں شامل ہونے کا دعویدار ہے اسے چاہیے کہ زندگی کے ہر شعبے اور ہر کام میں درمیانی راہ اختیار کرے، اس طرح کہ نہ ہی تو وہ کسی مسئلہ میں زیادتی کرے اور نہ ہی کمی کرے۔ جو سوال آپ نے کیا ہے اس کے تناظر میں اگر ہم دیکھیں تو مسلمانوں یا یہ کہہ لیں کہ لوگوں کی دو قسمیں ہیں:

1. کچھ تو وہ ہیں جو اپنا اکثر وقت اپنے اہل وعیال سے دور رہ کر گزارتے ہیں چاہے یہ دوری سفر، دعوتِ دین، ملازمت یا کسی اور جائز کام کی غرض سے ہو یا کسی مجبوری کی وجہ سے ہو۔
2. کچھ وہ ہیں جو اکثر اوقات اپنے اہل وعیال سے چمٹے رہتے ہیں اور بہت کم وقت گھر سے باہر صرف کرتے ہیں حتیٰ کہ اللہ کے دین اور اس کے دین کی دعوت کے لیے بھی وقت نکالنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔

ہم کہنا چاہیں گے کہ جیسے ہر مسلمان پر اس کی بیوی بچوں کے کچھ حقوق ہیں جن کا خیال رکھنا اور ان کو پورا کرنا اس پر فرض ہے، ایسے ہی اس کے اہل وعیال کے علاوہ بھی کچھ لوگوں کے حقوق ہیں جن کو بجا لانا اس پر واجب ہے۔ لہٰذا ہر دو ذمہ داریوں سے صحیح طور پر عہدہ برآ ہونے کے لیے اسے راہِ توسط اختیار کرنا ہوگی جو ہر طرح کی کمی اور زیادتی سے پاک ہو۔ لہٰذا کسی

مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ دعوتِ دین میں اس قدر مشغول ہو جائے کہ اپنے بیوی بچوں کو بھول ہی جائے اور ان کی ذمہ داریوں کو پورا نہ کرے اور یہ بھی جائز نہیں کہ وہ اپنے اہل وعیال میں اس قدر مگن ہو جائے کہ اللہ ﷻ کے دین اور دعوت کو پس پشت ڈال دے، اسے چاہیے کہ وہ درمیانی راہ اختیار کرے اور حقوق کی ادائیگی میں کمی یا زیادتی سے بچنے کی کوشش کرے۔

''حضرت عبید اللہ بن زیاد رضی اللہ عنہ نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی عیادت کی جبکہ وہ مرض الموت میں مبتلا تھے۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن رکھی ہے۔ پھر کہنے لگے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''جس آدمی کو اللہ نے رعایا کا نگران بنایا اور اس نے خیر خواہی کے ذریعے ان کی اصلاح نہیں کی تو وہ جنت کی خوشبو سے بھی محروم ہو جائے گا۔'' [1]

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس (کی ذمہ داری) کے متعلق سوال ہوگا۔ پس حاکمِ وقت ذمہ دار ہے، اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا، اور آدمی اپنے اہل وعیال کا ذمہ دار ہے اس سے ان کے متعلق سوال ہوگا اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی ذمہ دار ہے اس سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا اور غلام اپنے آقا کے مال کا ذمہ دار ہے اس سے اس کے متعلق سوال ہوگا، خبردار تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور اس سے اس (کی ذمہ داری) کے متعلق سوال ہوگا۔'' [2]

بہت سی عورتیں چاہتی ہیں کہ ان کا خاوند گھر سے باہر ہی نہ نکلے حتیٰ کہ نماز کی ادائیگی کے لیے بھی نہ جائے، ایسی عورت کہاں پسند کرے گی کہ اس کا خاوند دعوتِ دین کا کام کرے؟ کسی عورت کا مشہور قول ہے کہ ''میرے لیے میرے خاوند کی لائبریری کے بدلے تین سوتنوں کو

---

[1] بخاري، كتاب الأحكام، باب من استرعى....: ۷۱۵۰۔

[2] بخاري، كتاب الجمعة، باب الجمعة في القرى والمدن: ۸۹۳۔

برداشت کرنا آسان ہے۔'' یہ اس وجہ سے تھا کہ اس کا خاوند علم و تعلیم اور مطالعہ کرنے کے لیے اپنا اکثر وقت لائبریری میں گزارتا تھا۔

اس صورتحال کے پیش نظر ہم کہنا چاہیں گے کہ بیوی کی ہر خواہش کو تو پورا نہیں کیا جائے گا البتہ اللہ تعالیٰ کی منشاء و مراد کو مدِنظر رکھا جائے گا۔ ہر معاملہ میں شریعت کی حد بندی اور رہنمائی کو سامنے رکھا جائے گا۔

نبی کریم ﷺ نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عبادات کے اندر زیادتی اور شرعی حدود سے تجاوز کرنے سے منع فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسروں کے حقوق غصب ہو جائیں خصوصاً بیوی بچوں کے حقوق کے ضیاع سے منع فرمایا گیا ہے۔

حضرت عون بن ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابی درداء رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔ ایک دن سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ ابو درداء رضی اللہ عنہ کی ملاقات کو گئے، کیا دیکھتے ہیں کہ امِ درداء رضی اللہ عنہا عجیب سی (میلی کچیلی) حالت میں ہیں، (یہ پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے) انہوں نے پوچھا آپ اس حالت میں کیوں ہیں؟ وہ کہنے لگیں آپ کے بھائی ابو درداء رضی اللہ عنہ کو دنیا سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ انہوں نے کھانا پیش کیا اور ان سے کہنے لگے کہ کھایئے۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تو روزہ دار ہوں تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہنے لگے، میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک آپ میرے ساتھ نہیں کھائیں گے۔ یہ سن کر انہوں نے بھی کھا لیا (اور اپنا نفلی روزہ ختم کر دیا)۔ جب رات ہوئی حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ عبادت کے لیے اٹھنے لگے تو سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا ابھی سو جایئے، آرام کیجیے، وہ یہ سن کر سو گئے۔ کچھ دیر بعد وہ دوبارہ اٹھنے لگے تو انہوں نے کہا ابھی آرام کیجیے، وہ پھر سو گئے۔ جب رات کا آخری پہر شروع ہوا تو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اب اٹھیے۔ وہ دونوں اٹھے اور نماز پڑھی۔ پھر حضرت

سلمان رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ تیرے اوپر تیرے رب کا حق ہے، تیرے اوپر تیرے نفس کا حق ہے، تیرے اوپر تیری بیوی کا حق ہے۔ ہر صاحب حق کو اس کا حق ادا کرو۔ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا قصہ سنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے ((صدق سلمان)) سلمان رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔" [1]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

"مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اے عبداللہ! کیا یہ صحیح ہے کہ تم ہر روز روزہ رکھتے ہو اور ساری ساری رات عبادت کرتے ہو۔" وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا "کیوں نہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ایسا مت کرو، روزہ رکھو بھی اور افطار بھی کرو۔ رات کو قیام بھی کرو اور آرام بھی، یقیناً تیرے اوپر تیرے جسم کا حق ہے اور تیرے اوپر تیری آنکھوں کا حق ہے اور تیرے اوپر تیری بیوی کا حق ہے اور تیرے اوپر تیرے مہمان کا حق ہے اور اگر تو مہینہ میں تین روزے رکھ لے تو یہ تیرے لیے کافی ہے۔ تیرے لیے عمل کا دس گنا اجر ہے۔ یقیناً یہ تیرے لیے پورے سال کے روزے شمار ہوں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اوپر شدت چاہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مطابق معاملہ فرمایا کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" پھر تم اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھو اور اس سے زیادہ رکھنے کی کوشش نہ کرو۔ میں نے عرض کیا حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ کیسا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدھا زمانہ (یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن افطار)۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما جب ضعیف العمر ہوئے تو فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ رخصت پر عمل کرتا اور اس سے فائدہ اٹھا لیتا۔" [2]

---

[1] بخاري، كتاب الصوم، باب من اقسم على أخيه.... : ١٩٦٨۔

[2] بخاري، كتاب الصوم، باب حق الجسم في الصوم: ١٩٧٥۔

آپ اگر اس حدیث پر غور کریں تو روزہ رکھنے میں بھی اعتدال اور درمیانی راہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اسی طرح اس میں قیام،قرأتِ قرآن اور عبادت میں راہِ توسط اختیار کرنے کا حکم ہے۔

یاد رکھئے! جو شخص اپنے اوقات کو مرتب کرتا ہے، ہر صاحب حق کو اس کا پورا پورا حق ادا کرتا ہے تو پھر اسے اس بات کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے کہ کون اس سے ناراض ہوتا ہے اور کون راضی۔آپ نہ ہی تو اپنے تمام اوقات دعوتِ دین میں صرف کریں کہ آپ کی بیوی کا حق غصب ہو اور نہ ہی دعوتِ دین سے پہلو تہی کریں کہ اللہ کے حکم کو پس پشت ڈال دیں۔

اس معاملہ میں ہم آپ کو ایک مشورہ دیتے ہیں جو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کے لیے آپ کے مشن میں معاون ثابت ہوگا۔آپ کوشش کیجئے کہ اپنی بیوی کو اس مقدس اور اہم مشن میں اپنا شریک بنائیں۔آپ ان کو اچھی اچھی کیسٹیں اور کتابچے دیجئے جو اس کے دل میں دعوتِ دین کا شوق پیدا کرسکیں۔اگر وہ کیسٹیں سننے اور کتابچے پڑھنے کے لیے تیار نہ ہو تو آپ اسے درس و دروس میں شریک ہونے کا شوق دلائیں تاکہ اسے دعوتِ دین کی اہمیت کا صحیح اندازہ ہوسکے۔ آپ اسے عورتوں کے کسی ایسے تعلیمی مرکز میں وقتاً فوقتاً بھیجا کریں جس میں دعوتِ دین کا کام ہوتا ہو۔جب وہ آپ کے ساتھ دعوت کے عمل میں شریک ہوگی تو اسے یہ احساس نہیں ہوگا کہ اس کا خاوند اس سے دور رہتا ہے۔اس کا فارغ وقت علمی مجالس میں گزرے گا اور اسے بوریت نہیں ہوگی،ان شاء اللہ۔

دوسرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اسے اس بات کی اہمیت کا احساس دلائیں کہ اگر وہ آپ کے ساتھ دعوت کے عمل میں شریک ہوگی تو اس کے لیے بے شمار اجر وثواب ہوگا۔آپ اسے یہ بھی سمجھائیں کہ آپ کی غیر حاضری میں اگر وہ مناسب طریقہ سے اپنے گھر کی حفاظت کرتی ہے، بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہے،اپنی عصمت کی حفاظت کرتی ہے تو یہ بھی اس کے لیے اجر وثواب کا باعث ہے۔صحابیات رضی اللہ عنہن اپنے خاوندوں کی غیر موجودگی میں اپنے گھروں اور اپنی اولادوں کی حفاظت کیا کرتی تھیں،ان کے خاوند کئی کئی ماہ کے لیے میدانِ جہاد میں حاضری دیتے اور اپنے گھر سے دُور رہتے۔جب کسی عورت کا خاوند دعوتِ دین، حصولِ علم یا جہاد وغیرہ کے لیے گھر

سے باہر ہوتا ہے اور اس کی بیوی اس کے گھر کی مکمل حفاظت کرتی ہے، بچوں کی نگہداشت کرتی ہے، اپنی عصمت کا خیال رکھتی ہے اور اپنے خاوند کے مہمانوں اور عزیزوں کی خدمت کرتی ہے، تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا اجر وثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ میدانِ جہاد میں چلنے والے تیر کے بدلے تین آدمیوں کو جنت میں داخل کرتا ہے:

☆ اس کو بنانے والا۔

☆ پکڑانے والا۔

☆ چلانے والا۔

بیوی کو سمجھنا چاہیے کہ دین کا کام مل کر ہوتا ہے۔ یہاں ہم یہ بات مناسب سمجھتے ہیں کہ دین کا کام کرنے والے مرد حضرات کی بیویوں کو حضرت اسماء بنتِ ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا کی سیرت سے رہنمائی حاصل کرنا چاہیے۔ جب ان کی شادی سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی اس وقت ان کے مالی حالات انتہائی مخدوش تھے۔ یہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے افضل شخص یارِ غار، خلیفۂ اول امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہے۔ خاوند کے مالی حالات مخدوش ہیں، فرماتی ہیں:

''زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے شادی کی تو ان کے پاس ایک اونٹ اور ایک گھوڑے کے سوا کوئی چیز نہ تھی، میں ہی ان کا گھوڑا چراتی، پانی پلاتی، ان کا ڈول مرمت کرتی اور آٹا گوندھتی، میں اچھی طرح روٹی نہیں پکا سکتی تھی، کچھ انصاری بچیاں میرے پاس آکر روٹی پکا جایا کرتی تھیں۔ یہ صاف دل اور باوفا عورتیں تھیں۔ زبیر رضی اللہ عنہ کی وہ زمین جو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی، کہتی ہیں میں وہاں سے کھجور کی گٹھلیاں سر پر رکھ کر لاتی تھی اور وہ زمین میرے گھر سے تقریباً دو میل دور تھی۔ ایک دن میں گٹھلیاں اپنے سر پر رکھ کر لا رہی تھی کہ راستے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انصار کے کئی لوگ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور اپنا اونٹ بٹھانے کے لیے ''اِخ، اِخ'' کی آواز نکالی تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے پیچھے سوار کرلیں لیکن مجھے مردوں کے

ساتھ چلنے میں شرم آئی اور زبیر رضی اللہ عنہ کی غیرت کا بھی خیال آیا کیونکہ وہ بڑے ہی باغیرت تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس فرما لیا کہ میں شرما رہی ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے۔ میں زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور سارا واقعہ ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سوار کرنا چاہتے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیگر لوگوں کی وجہ سے مجھے آپ کی عزت کا خیال آیا اور مجھے شرم آئی۔ زبیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے، اللہ کی قسم! آنخضرت کے ساتھ تیرا سوار ہو جانا، گھٹلیاں لانے کے لیے گھر سے نکلنے سے زیادہ غیرت کا باعث نہ تھا۔ (کیونکہ اسماء رضی اللہ عنہا آپ کی سالی اور بھاوج تھیں)۔ اس کے بعد میرے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک غلام مجھے دے دیا، وہ جانوروں کی خدمت کرنے لگا اور میں اس سے بے فکر ہو گئی۔" [1]

اللہ تعالیٰ ہماری عورتوں کو سمجھ اور فہم وشعور عطا فرمائے اور ان کے حالات درست فرمائے، وصلی اللہ علی نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ [علماء کمیٹی سعودی عرب]

فضول خرچ بیوی سے کیا سلوک کروں؟

سوال میرے اور میری بیوی کے درمیان عام طور پر اختلاف رہتا ہے اور اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ وہ مجھے بخیل اور کنجوس ہونے کے طعنے دیتی رہتی ہے اور میں اسے فضول خرچ کہہ کر دل کی بھڑاس نکال لیتا ہوں۔ دراصل میری بیوی جس طرح مطالبات کرتی رہتی ہے، میرے مالی حالات اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتے۔ میں نے اپنی شادی سے قبل اپنی بیوی اور اس کے گھر والوں کو اپنی ماہانہ آمدنی کے متعلق پوری وضاحت کر دی تھی لیکن میری بیوی نے دن رات مجھے بخیل اور کنجوس کہہ کہہ کر میرا جینا حرام کر رکھا ہے۔ میں اب اس کی فضول خرچی اور بداخلاقی مزید برداشت کرنے کی ہمت اپنے اندر نہیں پاتا۔ میں اس مشکل میں شریعت کی رہنمائی چاہتا ہوں، امید ہے کہ آپ جواب دے کر ممنون فرمائیں گے۔

جواب بیوی کے بڑے بڑے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ خاوند اس پر اپنا مال

---

[1] بخاري، كتاب النكاح، باب الغيرة: ٥٢٢٤۔

خرچ کرے اور اس کی ضروریات کا خیال رکھے اور یہ عمل اس کے لیے اللہ کے قرب اور حصول ثواب کا ذریعہ ہے۔ یہ خرچ مندرجہ ذیل صورتوں میں ہوگا۔

☆ کھانے کا بندوبست۔

☆ کپڑوں کا انتظام۔

☆ رہائش کا اہتمام۔

☆ ہر وہ چیز جس کی اس کو ضرورت ہو۔

آپ نے جو حالت ذکر کی ہے کہ آپ کی بیوی آپ پر کنجوسی اور مال خرچ نہ کرنے کا الزام لگاتی ہے تو آپ کو علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی بیوی پر خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

''مرد عورتوں پر قوام (نگران) ہیں اس لیے کہ وہ اپنے مالوں میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' [1]

اور فرمایا:

''اور جس کے لیے وہ بچہ ہے اس کے ذمہ ان (بیویوں) کا کھانا پینا اور پہنانا معروف طریقے کے مطابق ہے۔'' [2]

اور فرمایا:

''اور اگر وہ حمل والی ہوں تو ان پر خرچ کرو حتیٰ کہ وہ وضع حمل کر لیں۔'' [3]

اور حدیث مبارکہ میں بھی اسی بات کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے کہ خاوند پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی پر خرچ کرے، اپنے بچوں پر خرچ کرے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھے اور ان پر بھی خرچ کرے جو اس کے ماتحت ہوں۔ سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا:

''عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، پس بے شک وہ تمہاری خدمت گزار ہیں، تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر اپنے پاس رکھا ہے اور ان کی

---

[1] ٤/ النساء: ٣٤۔ [2] ٢/البقرہ: ٢٣٣۔ [3] ٦٥/الطلاق: ٦۔

شرمگاہوں کو اللہ کے کلمہ سے حلال کیا ہے، تمہارے ذمہ ان کا رزق اور پہنانا معروف طریقے سے ہے۔'' [1]

سیدنا عمر بن الاحوص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے:

''خبردار! عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے کام لو، وہ تمہارے ہاں تمہاری خدمت گزار ہیں، اس سے بڑھ کر تم ان کے مالک نہیں ہو۔ ہاں مگر یہ کہ وہ واضح بے حیائی کریں، اگر وہ ایسا کریں تو انہیں ان کے بستروں میں چھوڑ دو، اور انہیں ہلکی مار مارو، اور اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان پر کوئی دوسرا راستہ تلاش نہ کرو۔ خبردار، تمہارے کچھ حقوق تمہاری عورتوں پر ہیں اور تمہاری عورتوں کے تمہارے اوپر کچھ حقوق ہیں۔ تمہارے حقوق جو تمہاری عورتوں پر ہیں وہ یہ کہ کسی غیر کو تمہارے بستروں پر نہ آنے دیں اور نہ ہی کسی ایسے شخص کو گھر میں داخل ہونے دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو اور ان کا تم پر حق یہ ہے کہ تم ان کے کھانے پینے اور پہنانے میں معروف طریقے سے خیال رکھو۔'' [2]

سیدنا معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ''ہم میں سے کسی ایک پر اس کی بیوی کا کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب تو خود کھائے تو اسے بھی کھلائے اور جب تو خود پہنے تو اسے بھی پہنائے اور اسے بدصورت اور برا بھلا نہ کہو اور اس کو مت مارو۔'' [3]

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

''اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ خاوند پر واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی پر اپنی طاقت اور وسعت کے مطابق خرچ کرے، چاہے وہ خود گھر میں موجود ہو یا

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۱۲۱۸۔

[2] جامع ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق المرأة علی زوجها: ۱۱۶۳۔

[3] ابوداود، کتاب النکاح، باب فی حق المرأة علی زوجها: ۲۱۴۲۔

کہیں اور رہتا ہو۔ اگر کسی وقت وہ حالات سے تنگ ہو کہ یہ نفقہ (خرچ) نہ دے سکے تو اس کے ذمہ یہ قرض رہے گا۔''

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے غلام نے ان سے کہا: میں یہ پورا مہینہ بیت المقدس میں گزارنا چاہتا ہوں، تو انہوں نے اسے حکم فرمایا ''کیا تو نے بیوی بچوں کو ایک مہینہ کا خرچ دے دیا ہے؟ عرض کیا نہیں، فرمایا واپس گھر جاؤ اور انہیں ایک مہینہ کا خرچ دے کر آؤ کیونکہ میں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ'' آدمی کے گنہگار ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کو ضائع کر دے۔'' [1]

اور فرمایا:

''اللہ ہر نگران سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال کریں گے کہ اس نے ان کی حفاظت کی یا ان کو ضائع کر دیا حتیٰ کہ آدمی سے اس کے گھر والوں کے متعلق پوچھیں گے۔'' [2]

سیدنا ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''اللہ کی قسم! اگر تم میں سے کوئی ایک صبح گھر سے نکلے اور سارا دن اپنی کمر پر لکڑیاں اکٹھی کر کے لائے اور بیچے جو اس کے لیے کافی ہوں اور وہ اسی سے صدقہ کر دے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی کے پاس آئے اور اس سے بھیک مانگے، کوئی اسے دے دے اور کوئی دھتکار دے، اسی لیے دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اور اس پر خرچ کر جو تیرا اقربی ہو۔'' [3]

اہل علم کا اجماع ہے کہ خاوند اپنی طاقت کے مطابق بیوی پر خرچ کرے، مگر یہ کہ بیوی اس کی نافرمانی کرے اور اس کی کوئی پروانہ کرے۔

---

[1] مسند احمد: ٦٧٨٠۔ [2] ابن حبان، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح الجامع میں صحیح کہا ہے: ١٧٧٢۔

[3] صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراھیة المسئلة للناس: ١٠٤٢۔

مذکورہ دلائل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرنا ثواب اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ مگر آپ کی بیوی پر لازم ہے کہ وہ آپ کی مالی حیثیت کو سامنے رکھتے ہوئے مال خرچ کرے اور اپنے ناجائز مطالبات سے دستبردار ہو جائے، کیونکہ اللہ فرماتے ہیں:

''تاکہ وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس کی روزی تنگ ہو وہ اس کے مطابق خرچ کرے، اللہ کسی کو اس کی وسعت سے بڑھ کر ذمہ دار نہیں بناتا۔ عنقریب اللہ تنگی کے بعد آسانی پیدا کر دے گا۔'' [1]

آپ کی بیوی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ کثرت مطالبات کے ذریعے آپ کو پریشان کرے کیونکہ یہ نیک اور باوفا بیوی کی علامت نہیں ہے، عقلمند باوفا بیوی اپنے خاوند کو کبھی بھی ضائع نہیں کرتی۔ آپ کے سوال سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اپنی بیوی کی جائز خواہشات پوری کرتے ہیں۔ اس لیے اس کو ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ جس سے آپ کی زندگی اجیرن بن جائے۔ آج کل فیشن پرستی، سہولیات زندگی اور ترقی کے نام پر بہت سی چیزیں خریدنا اور گھروں میں سجا کر رکھنا ضروری سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ وہ ضروریات زندگی میں داخل نہیں ہیں۔ آپ کی بیوی کو قناعت پسندی سے کام لینا چاہیے، اسے سوچنا چاہیے کہ جب اس کی جائز خواہشات کو پورا کیا جا رہا ہے تو وہ پھر ایسا رویہ کیوں رکھتی ہے؟ ہم آپ سے بھی کہنا چاہیں گے کہ اکثر پریشانیاں اچھی بات اور بہترین اخلاق سے حل کی جا سکتی ہیں۔ آپ اُسے اچھے طریقے سے سمجھائیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اہل وعیال اور رشتہ داروں پر خرچ کرنے کا حکم دیا اور اسی مقام پر یہ بات بھی بیان فرمائی کہ اگر کسی کے پاس مال نہ ہو تو اچھی بات کرنے کا حکم دیا:

''اور اگر تو ان سے اپنے رب کی رحمت کی تلاش میں منہ پھیر لے جس کی تو امید کرتا ہے تو ان کے لیے اچھی بات کر۔'' [2]

امام ابن کثیر اس آیت کریمہ کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ جب تیرا کوئی قریبی تجھ سے سوال کرے اور تیرے پاس اسے دینے کے لیے کچھ نہ ہو اور تو اس سے منہ پھیر لے تو ان

---

[1] ٦٥/ الطلاق: ٧۔ [2] ١٧/ الاسراء: ٢٨۔

سے اچھے انداز اور نرم گفتار کے ذریعے وعدہ کر لے کہ جب اللہ رزق دے گا تو میں تمہیں دوں گا، وغیرہ۔

ہماری بات کو سچ جانتے ہوئے اس پر عمل کیجئے کیونکہ حسن خلق اور نرم گفتار اس تنگی کو ختم کرنے میں معاون ہوگی، جس نے آپ کو دن رات پریشان کر رکھا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بیوی کو نصیحت اور دعوت دیجئے اور اسے سمجھانے کی کوشش کیجئے۔ لیکن اگر یہ سب کچھ کرنے اور پوری کوشش کے بعد بھی حالات بہتر نہ ہوں اور تم دونوں کے درمیان زندگی اجیرن بن کر رہ جائے تو پھر طلاق تو اسی صورت میں ہی ہوگی جب آپ سمجھیں کہ اب اکٹھے رہنا الگ رہنے سے زیادہ پریشان کن اور نقصان دہ ہے۔ ہم اپنی بات اس حدیث مبارکہ پر ختم کر رہے ہیں، امید ہے کہ آپ اس کو ٹھنڈے دل و دماغ سے پڑھیں گے۔

> ''سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی دیکھا، ان کو اس کا پھرتیلا اور خوش رنگ جسم بہت بھلا محسوس ہوا۔ وہ کہنے لگے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسا (پھرتیلا اور جوان) آدمی تو جہاد فی سبیل اللہ میں ہونا چاہیے تھا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اگر یہ اپنے بیوی بچوں کی روزی کے بندوبست میں نکلا ہے تو یہ اللہ کے راستے میں ہے اور اگر یہ اپنے بوڑھے والدین کی خدمت کے لیے نکلا ہے تو یہ اللہ کے راستے میں ہے اور اگر یہ اپنی اور اپنے نفس کی خدمت کے لیے نکلا ہے تو یہ اللہ کے راستے میں ہے اور اگر یہ فخر اور تکبر کے لیے نکلا ہے تو یہ شیطان کے راستے میں ہے۔'' [علماء کمیٹی]

کیا بیوی کا ٹیلی فون ٹیپ کر سکتا ہوں؟

سوال مجھے میرے محلّہ کے بعض لوگوں نے بتایا ہے کہ میری بیوی میری عدم موجودگی میں ٹیلی فون پر کسی سے باتیں کرتی ہے، کیا اس حالت میں میں اپنی بیوی کا فون خفیہ طور پر ٹیپ کر سکتا ہوں یا اس پر ٹیپ لگا سکتا ہوں تاکہ واپسی پر اس کی ساری باتیں سن سکوں یا یہ عمل غیر شرعی ہوگا؟

جواب اگر مختلف قرائن اور باوثوق ذرائع سے آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے تو آپ اپنی بیوی کا فون ٹیپ کر سکتے ہیں یا اس پر کوئی ایسا آلہ لگا سکتے ہیں جس میں اس کی ساری باتیں ٹیپ ہو سکیں تا کہ آپ اپنی بیوی کی ساری باتیں سن سکیں۔ اگر واقعتاً ایسے ہو تو اسے سمجھائیں، اسے اللہ کا خوف دلائیں کہ اجنبی لوگوں کے ساتھ ٹیلی فون پر باتیں کرنا حرام ہے۔ اللہ قیامت کے دن ایک ایک لفظ جو کہ ریکارڈ شدہ ہوگا، سامنے رکھ دیں گے۔ مگر اس میں احتیاط کا پہلو بھی ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ محض گمان اور خیال کی بنیاد پر ہی گھر والی کو ڈانٹنا شروع کر دیں، یہ بھی پتہ چلائیں کہ وہ آدمی کون ہے جس سے آپ کی بیوی باتیں کرتی ہے، آپ اسے بھی ڈانٹیں اور اپنی گھر والی کو بھی سمجھائیں، اللہ ہی عزتوں کو محفوظ رکھنے والا ہے۔

[عبداللہ جبرین]

کیا لا پرواہ بیوی کو نوکرانی لے دوں؟

سوال میں ایک متوسط درجے کی مالی حیثیت کا مالک ہوں، اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرتا ہوں، اس کو پریشان کرنے سے بھی بچتا ہوں۔ مگر وہ میرے حقوق، اولاد کی تربیت اور گھر کی ذمہ داریوں میں زبردست کوتاہی کا مظاہرہ کرتی ہے اور جب بھی میں اسے اس کی ذمہ داریوں کا احساس دلانے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ کہتی ہے کہ یہ سب کچھ مجھ سے نہیں ہو سکتا، مجھے کوئی نوکرانی یا خادمہ لا دو۔ کیا ایسی صورتحال میں اس کا مطالبہ پورا کر دوں؟

جواب عرب ملکوں میں خادمہ کا مسئلہ ایک فخر اور دکھاوا بن کر رہ گیا ہے۔ وہ گھر جن میں خادمہ یا نوکرانی کی قطعاً ضرورت نہیں ہے وہ بھی دوسرے ملکوں سے خادمہ منگواتے ہیں۔ اس سے بہت سے فتنے جنم لے رہے ہیں۔ یہ بیوی جو اپنی ذمہ داریوں کو جان بوجھ کر ادا نہیں کرتی اس کا مطالبہ ہرگز صحیح نہیں ہے۔ اگر وہ آپ کو زیادہ پریشان کرے اور اپنا مطالبہ نہ مانے جانے کی صورت میں اپنی ذمہ داریوں سے فرار اختیار کرے تو آپ اسے کہیں کہ میں ایک اور شادی کر کے دوسری بیوی گھر میں لے آتا ہوں، تم دونوں مل کر گھر کا کام اور تربیتِ اولاد وغیرہ کی ذمہ داریاں آسانی سے پوری کر لینا۔ امید ہے کہ اس حربہ سے وہ اپنا مطالبہ ترک کر دے گی اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرے گی۔ درحقیقت خادمہ لانے کی نسبت دوسری شادی افضل

ہے۔اگر آپ خادمہ مہیا کر سکتے ہیں تو دوسری بیوی کے اخراجات بھی یقیناً برداشت کر لیں گے اور اس طریقے سے نبی کریم ﷺ کے اس فرمان پر آسانی سے عمل ہو سکتا ہے:

''خوب محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کرو، بے شک میں تمہاری کثرتِ تعداد پر فخر کروں گا۔'' [1]

اگر آپ دیکھیں کہ دو عورتیں بھی اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرتیں تو تیسری اور چوتھی شادی کی اسلام نے اجازت دی ہے۔ [محمد بن صالح عثیمین]

کیا بیوی کو خدمت پر اجرت دینا ہو گی؟

سوال کیا خاوند پر لازم ہے کہ وہ بیوی کو اس کے کام کی اجرت دے اور کیا بیوی کے لیے یہ اجرت لینا جائز ہے؟

جواب عورت پر واجب ہے کہ اس کے ملک میں عام عورتیں جس قدر گھریلو کام اور خاوند کی خدمت کرتی ہیں، اس کے مطابق خدمت کرے۔ ہر ملک میں کام کی نوعیت الگ ہے، گھر میں خدمت کا الگ انداز ہے، لہٰذا اس کے ملک میں جو کام گھر کی عورتیں کرتی ہیں اُس پر کرنا واجب ہے اور اس کے لیے کسی قسم کی کوئی اجرت نہیں ہے۔ [علماء کمیٹی سعودی عرب]

نوٹ☆: میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ پاکستان میں گزشتہ چند سالوں سے 8 مارچ کو خواتین کا عالمی دن منایا جاتا ہے جس میں عورتیں جلسے جلوسوں کا اہتمام کرتی ہیں۔ کچھ مغرب زدہ احمق بیگمات کی طرف سے بعض غلط مطالبے ریکارڈ کروائے جاتے ہیں جن میں سے ایک مطالبہ یہ بھی ہے کہ عورت کو گھریلو کام کی اجرت دی جائے، اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اگر عورت دفتر میں پرسنل سیکرٹری یا دیگر کسی عہدے پر ملازمت کرے تو اسے تنخواہ دی جاتی ہے تو گھر کے کام پر کیوں معاوضہ نہیں دیا جاتا؟ ہوش و خرد سے عاری ان خواتین کو علم ہونا چاہیے کہ یہ تمام نظریات یورپ سے درآمد شدہ ہیں جو اسلام دشمن عناصر نام نہاد مسلمانوں کو آلہ کار بنا کر اسلامی ملکوں میں پھیلاتے رہتے ہیں۔ وہ اسلامی خاندانی نظام کو سبوتاژ کرنے کی کوشش میں دن رات مصروف ہیں عقل و شعور سے تہی دامن ان بیگمات سے یہی کہا جا سکتا ہے کہ تمہیں اپنے دماغ کا علاج

---

[1] نسائی، کتاب النکاح، باب کراهية تزويج العقيم: ٣٢٢٧۔

کرانا چاہیے، تم نے یہودی کے لیے خاوند کی خدمت کے عوض اجرت کا مطالبہ کر کے گھر کی مالکہ کو نوکرانی کا درجہ دے ڈالا ،تم نے چراغِ خانہ کا موازنہ بازار میں کام کرنے والی اس ''شمعِ محفل'' سے کرنے کی ناکام جسارت کی ہے، جس سے اُس کا باس اور آفس کا سٹاف دل لگی کرتا ہے اور ان کی شیطانی نظریں سارا دن اس کے بدن سے آر پار ہوتی رہتی ہیں۔ کیا تم نے نہیں سوچا کہ گھر میں رہ کر خاوند کی اطاعت وخدمت کرنے والی بیوی جو حقوق اللہ بھی ادا کرتی ہو دنیا وآخرت میں کامیاب ہے اور اسے سرورِ کونین ﷺ نے دنیا کا بہترین خزانہ شمار کیا ہے اور اپنے گھر میں اپنے بچوں کی اسلامی تربیت کرنے والی ماں کے قدموں تلے جنت ہے، جبکہ تمام شرعی حدود کو بالائے طاق رکھ کر آفس اور بازار میں کام کرنے والی عورت کے دامن میں انگارے ہی انگارے ہیں؟ ایک طرف رحمان کا حکم مانتے ہوئے ذخیرۂ آخرت ہے اور دوسری طرف شیطان کا حکم مانتے ہوئے دنیا کے چند ٹکے ہیں، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

حیراں ہوں روؤں دل کو یا پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

اللہ تعالیٰ ہمیں مغرب کی اندھی تقلید سے بچائے اور پاکستان کی عورتوں کو شعور وآگہی نصیب فرمائے، آمین۔

نافرمان اور زبان دراز بیوی کا علاج

سوال کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی منکوحہ بیوی جس کے پاس ایک بچہ بھی ہے اور وہ نافرمان، زبان دراز اور طعنے دینے والی ہے، اور اپنے خاوند کے خلافِ مرضی کام کرتی ہے اور اس کا خاوند بارہا اس کو منع کر چکا ہے اور اس نے اسے دبایا بھی اور ڈرایا بھی، مگر وہ عورت اپنی حرکات سے باز نہیں آئی۔ اس کا خاوند اس سے بہت ناراض ہے، شریعت اس کے لیے کیا حکم فرماتی ہے؟

جواب صورتِ مرقومہ میں معلوم کرنا چاہیے کہ ایسے حادثہ اور واقعہ میں جیسا کہ سوال میں مذکور ہے، نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ وہ یہ کہ عورت کی بدخلقی و بدمزاجی کا خیال نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اس میں اگر ایک بری بات ہے تو دوسری اچھی بات بھی

ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ عورت کی پیدائش میں کجی وکمی ہے۔ اس کو ہر طرح پر خاطر خواہ درست اور ٹھیک رکھنا ممکن نہیں ہے۔ پس اگر عورت کی بد خلقی اور بد مزاجی پر تحمل کر کے اس کو اپنے پاس رکھنا اور اس سے فائدہ اٹھانا منظور ہو تو اسے رکھے اور اس سے فائدہ اٹھائے، اگر نہیں تو طلاق دیدے، اس کے علاوہ اور کوئی علاج نہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لا يفرك مؤمن مؤمنة ان كره منها خلقها رضي منها آخر" رواه مسلم ايضا فيه ان المرأة خلقت من ضلع لن تستقيم على طريقة فان استمتعتها وبها عوج وان ذهبت تقيمها كسرتها وكسرها الطلاق)) [1]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مرد مؤمن کسی مؤمنہ عورت کی بد خلقی کو ملحوظ نہیں رکھتا، اگر اس کی ایک عادت بری ہے تو دوسری اچھی بھی ہوگی۔ [مسلم] اور فرمایا کہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے، یہ کبھی سیدھی نہیں ہوسکتی، اگر تم اس سے فائدہ اٹھاؤ گے تو اسی حالت میں اٹھاؤ گے اور اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو گے تو اس کو توڑ دو گے اور اس کا ٹوٹنا اس کی طلاق ہے۔" [سید محمد نذیر حسین دہلوی]

بیوی کے ناجائز مطالبات کا شرعی حکم کیا ہے؟

سوال محترم شیخ صاحب! میری بیوی کی طرح اکثر عورتیں اپنے خاوندوں سے ناجائز مطالبات کرتی رہتی ہیں حتیٰ کہ بعض دفعہ خاوند بے چارہ قرض اٹھا کر اپنی بیوی کی رضامندی حاصل کرتا ہے جبکہ بیویاں اسے اپنا حق تصور کرتی ہیں، اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب اس بات میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ یہ عمل بہترین معاشرت کے زبردست خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیویوں پر حسب استطاعت خرچ کرنے کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ کے فرمان کا ترجمہ ہے:

"تاکہ وسعت والا اپنی وسعت سے خرچ کرے اور جس شخص کی روزی تنگ کر دی گئی ہو تو وہ جو اسے اللہ نے دے رکھا ہے، اس سے خرچ کرے کیونکہ اللہ

[1] صحیح مسلم، کتاب الرضاع، رقم: ۱٤٦٩، ۱٤٦٨۔

نے جسے جتنا دیا ہے اس سے بڑھ کر اس پر ذمہ داری نہیں ڈالتا۔'' ❶

آپ کی بیوی اور دیگر عورتوں کے لیے یہ بات قطعاً درست نہیں کہ وہ اپنے خاوند کی مالی حیثیت سے بڑھ کر خرچ کا مطالبہ کریں کہ وہ بیچارہ قرض کی ذلت اٹھاتا رہے۔ مطالبات کے سلسلے میں بھی اسے عرف کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ اپنے جائز مطالبات کی خواہش کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور بہترین طریقہ سے ان کے ساتھ زندگی گزارو۔'' ❷

اور فرمایا:

''اور ان عورتوں کا بھی ایسے حق ہے جیسے اس (خاوند) کا ان پر ہے۔'' ❸

[محمد بن صالح عثیمین]

نافرمان بیوی کے ساتھ کیا سلوک کروں؟

سوال میری بیوی میری بات پر کوئی توجہ نہیں دیتی اور اکثر کاموں میں میری مخالفت کرتی ہے۔ وہ میری اجازت کے بغیر گھر سے چلی جاتی ہے جبکہ مجھے علم بھی نہیں ہوتا اور کبھی کبھار رات بھی اپنی سہیلی یا اپنے والدین کے گھر گزار کر آتی ہے۔ ایسی عورت کے متعلق آپ کیا کہیں گے؟

جواب بیوی پر واجب ہے کہ وہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے اور اُس کی نافرمانی اس کے لیے قطعی طور پر حرام ہے۔ ہاں اگر خاوند کوئی ایسا حکم دے جس میں اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی اور مخالفت ہو تو پھر اطاعت لازم نہیں ہے۔ اسی طرح عورت پر لازم ہے کہ اگر وہ گھر سے باہر جانا چاہتی ہے تو اپنے خاوند سے اجازت لے۔ اگر خاوند نے اس کو گھر سے نکلنے سے منع کر رکھا ہے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے ورنہ وہ گنہگار ہوگی۔ بیوی پر یہ بھی لازم ہے کہ اگر وہ اپنے ماں باپ یا کسی کے ہاں بطورِ مہمان ٹھہرنا چاہتی ہے تو اپنے خاوند سے اجازت لے اور کسی کے ہاں مہمان بننے کی صورت میں اس کا محرم ساتھ ہو۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

''جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے،

---

❶ ٦٥/ الطلاق: ٧۔ ❷ ٤/ النساء: ١٩۔ ❸ ٢/البقرہ: ٢٢٨۔

اس حال میں خاوند رات گزار دے تو صبح ہونے تک فرشتے اس (عورت) پر لعنت کرتے ہیں۔'' ❶

اور فرمایا:

''اگر میں نے کسی (انسان) کو دوسرے (انسان) کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دینا ہوتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے، کیونکہ اس کا حق بہت زیادہ ہے۔'' ❷

اللہ تعالیٰ کے فرمان کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

''مرد عورتوں پر قوام (نگران) ہیں جو کہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس لیے کہ وہ اپنے مالوں سے خرچ کرتے ہیں۔ پس نیک عورتیں اطاعت کرنے والی، (خاوند کی) غیر موجودگی میں حفاظت کرنے والی اللہ کی حفظ وامان سے۔ اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی کا انہیں ڈر ہے، ان کو نصیحت کرو اور ان کو بستروں میں الگ چھوڑ دو اور انہیں مارو۔'' ❸

اس آیت کریمہ میں اللہ نے واضح کیا کہ مرد عورتوں کے نگران ہیں، اگر وہ اس کی نافرمانی کریں تو یہ فعل ان کے لیے حرام اور باعثِ گناہ ہے۔

کیا بیوی کو اس کے ماں باپ کے گھر جانے سے روک دوں؟

سوال میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مذہبی جذبات کا حامل ہوں۔ میری بیوی بھی شریف النفس ہے مگر میری مشکل یہ ہے کہ جب میری بیوی اپنے ماں باپ کے گھر جاتی ہے تو وہ اس کو دو طرح سے خراب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

☆ میرے خلاف بھڑکاتے ہیں۔

☆ دین اسلام کے احکام کے خلاف اکساتے ہیں۔

لہٰذا جب بھی وہ اپنے ماں باپ کے گھر جاتی ہے تو ہمارے حالات خراب ہونا شروع ہو

---

❶ بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة: ٣٢٣٧۔

❷ مسند احمد: ١٢٢٠٣۔ ❸ ٤/ النساء: ٣٤۔

جاتے ہیں اور جب وہ میرے پاس رہتی ہے تو حالات درست سمت چلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس حالت میں آپ مجھے کیا حکم صادر فرماتے ہیں کہ میں اپنی بیوی کو اس کے میکے جانے سے روک دوں یا ایسا کرنا میرے لیے صحیح نہ ہوگا۔ یا پھر ٹیلی فون پر وہ ان کی خیریت وغیرہ دریافت کر لیا کرے؟

جواب ہاں، خاوند کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اگر بیوی کے گھر والے اس کو خاوند کے خلاف اکسائیں یا اس کے لیے دینی احکامات پر عمل پیرا ہونے میں رکاوٹ کا باعث بنیں تو خاوند اپنی بیوی پر پابندی لگا سکتا ہے کہ وہ اپنے والدین کے گھر نہ جائے کیونکہ اگر وہ اپنے والدین کے گھر جاتی ہے تو فساد پیدا ہوتا ہے۔ عورت کے لیے ممکن ہے کہ وہ ٹیلی فون اور خط و کتابت کے ذریعے اپنے گھر والوں سے رابطہ رکھے بشرطیکہ اس رابطہ میں بھی خرابی کا امکان نہ ہو۔ حدیث مبارکہ میں اس آدمی کے لیے بڑی سخت وعید ذکر کی گئی ہے جو بیوی کو اس کے خاوند کے خلاف اکساتا ہے، رسولِ کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

''وہ ہم میں سے نہیں جو بیوی کو خاوند کے خلاف اکساتا ہے۔'' [1]

اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میاں اور بیوی کے پیار کو مضبوط اور گہرا دیکھنا چاہتا ہے۔ بیوی کے والدین کو یہ بات قطعاً زیب نہیں دیتی کہ وہ میاں بیوی کے درمیان اختلاف پیدا کریں۔ [صالح فوزان]

نوٹ ☆: میں مترجم عرض کر رہا ہوں ہمارے ہاں یہ ظلم عام ہے کہ اگر میاں بیوی کا آپس میں اختلاف ہو جائے اور میاں اپنی بیوی کے ساتھ سخت رویہ اپنائے تو اس کا باپ، بھائی اور دیگر رشتہ دار حوصلہ اور بردباری سے کام لینے کی بجائے فوراً لڑنے، مرنے اور لڑائی جھگڑے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں اور معاملہ کو سلجھانے کی کوشش نہیں کرتے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اپنی بچی کو ظلم کی چکی میں پستا ہوا چھوڑ دیا جائے مگر وجہ اختلاف اور تنازع کا سبب معلوم کرنا چاہیے اور جس کی زیادتی ہو اسے سمجھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بعض دفعہ چھوٹی چھوٹی بات کی بناء پر میاں بیوی کو ایک دوسرے سے دور کر دیا جاتا ہے اور اسے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا جاتا ہے۔

---

[1] ابوداود، کتاب الطلاق، باب فیمن خبّب إمرأة.... :٢١٧٥۔

بخاری شریف میں موجود ایک واقعہ اس تناظر میں بیان کرنا ان شاء اللہ قارئین کے لیے دلچسپی کا باعث ہوگا۔

ایک طویل حدیث میں ہے ''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں اور میرے پڑوسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین سننے کے لیے باری مقرر کر رکھی تھی۔ ایک دن وہ جاتا اور میں اپنا کام کاج کرتا اور وہ مجھے تمام باتیں سنا دیتا اور دوسرے دن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں جاتا اور اسے ساری باتیں بتا دیتا۔ ایک دن میں نے اپنی بیوی کو ڈانٹا تو وہ آگے سے باتیں کرنے لگ گئی اور کہنے لگی آپ کو میری بات کیوں بری لگ رہی ہے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بھی آپ کو جواب دے لیتی ہیں۔ کہتے ہیں۔ میں اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر آیا اور اس بات کی تصدیق کرنے کے لیے پوچھا اے حفصہ رضی اللہ عنہا! کیا تم میں سے کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دن اور ایک رات غصہ رہتی ہے۔ اس نے کہا۔ جی ہاں۔ میں نے کہا۔ پھر تم نامراد ہوگئی ہو اور اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈال لیا ہے۔ کیا تمہیں اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غصے کی وجہ سے غصے ہوتا ہے۔ خبردار! نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کیا کرو۔ تم مجھ سے مانگ لیا کرو جس چیز کی بھی تمہیں ضرورت ہو۔ تم اپنی سوکن (عائشہ رضی اللہ عنہا) کی وجہ سے کسی دھوکہ میں نہ رہنا کیونکہ وہ تم سے زیادہ خوبصورت بھی ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے زیادہ پیاری بھی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ان دنوں ہمیں غسان قبیلہ کے مدینہ پر حملہ آور ہونے کا خطرہ تھا۔ ایک دن میرا ساتھی اپنی باری والے دن آیا۔ جب وہ عشاء کے وقت واپس آیا تو میرے دروازے پر بہت زور سے دستک دی اور پوچھا کیا عمر رضی اللہ عنہ گھر پر ہیں؟ میں گھبرا کر باہر آیا تو اس نے کہا۔ آج بہت بڑا حادثہ ہوگیا ہے۔ میں نے پوچھا کیا ہوا ہے کیا غسانیوں نے چڑھائی کر دی ہے؟ اس نے کہا نہیں مگر اس سے بھی بڑا حادثہ ہوگیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔ میں نے کہا۔ اے حفصہ رضی اللہ عنہا تو برباد ہوگئی۔ مجھے اسی کا خطرہ تھا کہ کوئی حادثہ جنم لے گا۔ میں نے فجر کی نماز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی۔ نماز کے بعد آپ ایک بالا خانے میں تشریف لے گئے اور تنہائی اختیار کر لی۔ میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے کہا اب تم کیوں روتی ہے؟ میں نے تمہیں پہلے ہی متنبہ کر دیا

تھا۔ کیا نبی اکرم ﷺ نے تمہیں طلاق دے دی ہے؟ وہ بولیں مجھے معلوم نہیں۔ نبی اکرم ﷺ اس وقت بالا خانے میں تشریف فرما رہے ہیں۔ میں وہاں سے نکلا اور منبر کے پاس آیا وہاں کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے رو رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں ان کے ساتھ بیٹھا رہا، اس کے بعد میرا غم مجھ پر غالب آ گیا اور میں بالا خانہ کے پاس آیا جہاں حضور ﷺ تشریف فرما تھے۔ میں نے حبشی غلام سے کہا میرے لیے اجازت طلب کرو وہ اندر گیا اور واپس آ کر بتایا کہ رسول اکرم ﷺ آپ کا نام سن کر خاموش رہے ہیں۔ میں واپس آ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میرا غم پھر غالب آیا اور میں بالا خانہ کے پاس آیا اور حبشی غلام سے کہا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اجازت طلب کرو۔ اس نے آپ سے ذکر کیا اور واپس آ کر بتایا کہ آپ خاموش رہے ہیں۔ میں پھر واپس آ گیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میرے اوپر میرا غم پھر غالب آ گیا اور میں نے پھر بالا خانہ کے پاس حاضر ہو کر حبشی غلام سے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اجازت طلب کرو۔ اس نے واپس آ کر بتایا۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے آپ کا ذکر کیا ہے مگر آپ خاموش رہے ہیں۔ میں واپس آ رہا تھا کہ مجھے غلام نے آواز دی کہ نبی اکرم ﷺ نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ بغیر بستر والی چارپائی پر لیٹے تھے، بان کے نشان آپ کے جسم مبارک پر تھے۔ جس تکیہ پر آپ نے ٹیک لگا رکھی تھی اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ میں نے کھڑے کھڑے سلام کیا اور پوچھا کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ رسول اکرم ﷺ نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا نہیں۔ میں نے (خوشی سے کہا) اللہ اکبر۔ پھر میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ آپ کو علم ہے ہم قریشی لوگ عورتوں پر غالب تھے۔ پھر جب ہم مدینہ آئے تو یہاں کے لوگوں پر ان کی عورتیں غالب ہیں۔ (یعنی اس لیے ہماری عورتیں بھی باتیں کرنے لگ گئی ہیں) آپ یہ سن کر مسکرا دیے۔ پھر عرض کی۔ آپ کو یاد ہے کہ میں ایک دفعہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تھا اور اس کو کہا تھا کہ اپنی سوکن کی وجہ سے دھوکا مت کھانا، (ان کا اشارہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف تھا) کیونکہ وہ نبی ﷺ کو تمہاری نسبت زیادہ عزیز ہے اور وہ تم سے خوبصورت بھی ہے نبی اکرم ﷺ پھر مسکرا دیے۔...... [1] ہر شادی شدہ لڑکی کے باپ کو اس حدیث مبارکہ پر غور کرنا چاہیے کہ عمر

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب موعظة الرجل ابنته: ۵۱۹۱۔

فاروق رضی اللہ عنہ جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر ہیں کس قدر بصیرت سے کام لیا اور اپنی بیٹی ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو کیسے سمجھایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ کیسے ٹھنڈا کیا؟۔

مستقل گھر کا مطالبہ کیسا ہے؟

سوال فضیلۃ الشیخ! میں اور میرا خاوند ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں مگر ہم سسرال میں اکٹھے رہ رہے ہیں، میرا دیور بھی اسی گھر میں رہتا ہے، میں اپنے دیور سے مکمل پردہ کرتی ہوں، نہ ہی اس کے پاس اکیلی بیٹھتی ہوں اور نہ ہی اس سے فضول گفتگو کرتی ہوں۔ وہ ایک جگہ اپنی شادی کے لیے کوشاں ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ میں پردہ اور دیور کی گھر میں موجودگی اپنے لیے ایک طرح سے تنگی خیال کرتی ہوں۔ کیا اس حالت میں مَیں اپنے خاوند سے علیحدہ گھر کا مطالبہ کروں؟ کیا میرا یہ مطالبہ دونوں بھائیوں کے درمیان تفرقہ اور اختلاف تصور ہوگا؟ یہ میرے لیے جائز ہے یا حرام؟ یاد رہے کہ میرا خاوند بھی علیحدہ رہائش کی خواہش رکھتا ہے مگر میری ساس اکٹھے رہنے کی تمنا کرتی ہے۔ براہِ کرم کتاب وسنت کی رہنمائی فرما کر اپنی اس روحانی بیٹی کی مشکل حل فرمائیں۔

جواب اے بیٹی! اگر اکٹھے رہنے میں دیور سے پردہ کا مکمل اہتمام کیا جائے، خلوت سے بچا جائے اور فتنہ کا ڈر نہ ہو تو اکٹھے رہنے میں کوئی مضائقہ نہیں تا کہ آپ کے سسر اور ساس آپ پر اور آپ کے خاوند پر راضی رہیں اور ان کے دل سے آپ کے لیے مخلصانہ دعائیں نکلتی رہیں۔ اگر ان حدود کا خیال نہ رکھا جائے یعنی پردہ کا اہتمام نہ ہو سکتا ہو، دیور سے خلوت ہوتی ہو اور شرعی حدود کا خیال رکھنا ناممکن ہو تو پھر علیحدگی افضل ہے۔ لیکن اللہ نہ کرے اگر دیور سے کسی قسم کے فتنہ کا ڈر ہو تو اس حالت میں آپ اپنے خاوند سے مستقل گھر کا مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہوں گی۔ آپ نے جو حالت بیان کی ہے کہ آپ تمام شرعی حدود کا خیال رکھتی ہیں اور آپ کا دیور بھی آپ کے مقام ومرتبہ کا پاس کرتا ہے اور شرعی حدود وقیود کا خیال کرتا ہے تو ہمارے خیال میں الگ گھر کا مطالبہ ضروری نہیں ہے، البتہ آپ اپنی حالت کے پیشِ نظر بہتر فیصلہ کر سکتی ہیں۔

[عبداللہ جبرین]

خاوند کی اجازت کے بغیر مال جمع کرنا

سوال محترم شیخ صاحب! میں شادی شدہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد جیسی نعمت سے بھی نوازا ہے۔ میں اپنے خاوند کے علیحدہ گھر میں راضی وخوشی رہ رہی ہوں۔ میں پوری کوشش کرتی ہوں کہ اپنے وہ واجبات جو اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر فرض کیے ہیں، ادا کروں۔ مجھے اپنے خاوند سے کسی قسم کی شکایت نہیں ہے، مگر میرا سوال یہ ہے کہ میں اپنے خاوند کو اطلاع دیئے بغیر گھر کے خرچہ سے کچھ بچا کر جمع کر لیتی ہوں۔ اللہ شاہد ہے کہ یہ مال میں کسی اچانک ضرورت کے لیے جمع کر رہی ہوں اور ایک پیسہ بھی غلط جگہ پر استعمال نہیں کرتی۔ میں اپنی اولاد کا مستقبل بنانے کی فکر میں ہوں۔ کیا میرے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟ میں امید کرتی ہوں کہ آپ اس سوال کا تسلی بخش جواب دیں گے۔

جواب میرے خیال کے مطابق آپ کا یہ عمل ناجائز ہے۔ صرف جمع پونجی کی غرض سے گھر کے خرچہ کو تنگ کر دینا اور اولاد کا حق کم کرنا صحیح نہیں ہے۔ جب آپ کا خاوند گھر کا خرچ اور آپ کا نان ونفقہ دے رہا ہے تو آپ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ آپ اس کی جیب سے پیسے نکالیں۔ یہ خاوند کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کے مستقبل کی فکر کرے۔ وہ اپنے مال کو تجارت وغیرہ کے ذریعے بڑھائے۔ آپ پر لازم ہے کہ وہ جمع شدہ مال اپنے خاوند کو واپس کریں یا پھر اس کو اطلاع دیں کہ آپ یہ عمل کر رہی ہیں۔ اگر وہ اس بات پر رضامندی کا اظہار کرتا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ورنہ یہ اس کا مال ہے، اس کی اجازت کے بغیر آگے پیچھے کرنا صحیح نہیں ہے۔ جب آپ کی تمام جائز ضروریات پوری ہو رہی ہیں تو آپ کو ایسا کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ (عبداللہ بن جبرین)

بازار جانے کے آداب کیا ہیں؟

سوال میرا خاوند مجھے بازار نہ جانے کی ترغیب دیتا ہے، اگرچہ مجھے منع نہیں کرتا اور وہ کہتا ہے کہ عورتوں کا ضرورت کے بغیر گھر سے نکلنا صحیح نہیں ہے اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اگر میں بازار جاتی ہوں تو کچھ ایسی چیزیں بھی خرید لیتی ہوں جن کی ضرورت نہیں جبکہ یہ فضول خرچی ہے۔ اس کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ اگر عورت کی ضروریات پوری کرنے کے لیے مرد موجود ہو تو عورت کو

بازار نہیں جانا چاہیے کیونکہ بازار اللہ تعالیٰ کا ناپسندیدہ مقام ہے، آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب آج کل عورتوں کا بازار آنا جانا ضرورت سے زیادہ ہو چکا ہے جو کہ باعث فتنہ ہے۔ ہم آپ کے سامنے اللہ کا یہ فرمان ذکر کر سکتے ہیں کہ:

''اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور پہلی جہالت کی طرح اپنی زینت کا اظہار نہ کرو۔'' [1]

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''عورت پردہ ہی پردہ ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس پر جھانکتا ہے۔'' [2]

قرآن و حدیث کے دلائل سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کو ضرورت کے بغیر گھر سے نہیں نکلنا چاہیے۔ ہم آپ کے خاوند کی اس بات کے ساتھ سو فیصد اتفاق کریں گے کہ اگر عورت کی ضروریات پوری کرنے کے لیے گھر میں مرد موجود ہے تو اس کو بازار نہیں جانا چاہیے۔ عام طور پر یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ عورتیں بعض ایسی چیزیں خرید لیتی ہیں جو ضرورت سے زائد ہوتی ہیں اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اس کی تو ضرورت ہے یا مستقبل میں کام آئے گی۔ آپ کے خاوند کی یہ بات بالکل صحیح ہے کہ بازار اللہ کے ناپسندیدہ جبکہ مساجد پسندیدہ مقامات ہیں۔ آج کل اس پرفتن دور میں بازاروں کے اندر عورتیں ہی عورتیں نظر آتی ہیں، تنگ لباس، باریک کپڑے اور زیب و زینت کے ساتھ بازار جانا اور لوگوں کو دعوتِ نظارہ دینا ان کا معمول بن چکا ہے۔ ایسی عورتیں جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکیں گی۔ البتہ اگر عورت مجبوراً بازار جاتی ہے جبکہ کوئی مرد اس کی ضروریات پوری کرنے والا نہ ہو۔ یا مرد تو ہو مگر وہ موجود نہ ہو یا خریداری کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو پھر عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ تمام شرعی آداب کا خیال رکھتے ہوئے بازار جائے، ضرورت کی چیز خریدے اور فوراً واپس گھر آجائے۔ فضول خرچی نہ کرے، دوکاندار سے ذرا سخت لہجہ میں بات کرے، پردہ میں رہے اور عفت و عصمت کی تصویر محسوس ہو۔

---

[1] ۳۳/الاحزاب: ۳۳۔

[2] سنن ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی کراھیۃ الدخول....: ۱۱۷۳۔

نوٹ ☆: میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ راقم الحروف کا ایک مختصر کتابچہ ''خواتین اور شاپنگ'' اس موضوع پر قابل مطالعہ ہے جس میں خواتین کے لیے بازار جانے کے شرعی آداب بالاختصار ذکر کیے گئے ہیں، جسے مکتبہ اسلامیہ نے طبع کیا ہے۔

والدین اور خاوند کے جھگڑے میں کس کا ساتھ دوں؟

سوال محترم شیخ صاحب! میرے خاوند اور میرے والدین کے درمیان کسی دنیاوی معاملہ میں جھگڑا ہو گیا ہے۔ ان کے تعلقات اتنے خراب ہو چکے ہیں کہ میرا خاوند مجھے بھی گھر والوں کے ساتھ حسن سلوک سے منع کرتا ہے، حالانکہ وہ میرے والدین ہیں۔ میں نے سن رکھا ہے کہ ہمارے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''اگر میں کسی کو اللہ کے علاوہ کسی کے سامنے سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے'' اور یہ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورت سے اللہ اس وقت تک راضی نہ ہوگا جب تک اس کا خاوند اس سے خوش نہ ہو جائے۔''

شیخ صاحب! میں نے اپنے خاوند اور اپنے والدین کی صلح کے لیے بھی کوشش کی ہے مگر میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ مَیں اس صورتحال میں کس کا ساتھ دوں؟ میں ڈرتی ہوں کہ اگر والد ناراض ہوا تو اللہ ناراض ہوگا اور اگر خاوند ناراض تو بھی مالک کائنات خوش نہیں ہوگا۔ میں ایک وفادار، اپنے خاوند سے محبت اور اس کی خدمت کرنے والی بیوی ہوں۔ آپ سے درخواست ہے کہ میری بھی رہنمائی فرمائیں اور میرے والدین اور خاوند کو بھی نصیحت کریں، اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرمائے، آمین۔

جواب اے بیٹی! اس بات میں کوئی شک نہیں کہ والدین کا حق تجھ پر بہت زیادہ ہے۔ والدین کی خدمت، ان کے ساتھ حسن سلوک آپ پر واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن مجید میں کئی مقامات پر اس کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح آپ پر آپ کے خاوند کا حق بھی بہت زیادہ ہے۔ خاوند کا حق ہے کہ بیوی اس کے ساتھ وفا اور اخلاص کا مظاہرہ کرے، اس کی اطاعت کرے۔ آپ اس وقت دو حقوق کے درمیان پریشان ہیں کہ کس کو مقدم کریں اور کس کو مؤخر؟ یاد رکھئے کہ اسلام ہر صاحب حق کو اس کا حق دینے کی تلقین کرتا ہے۔

آپ نے جو صورتحال بیان کی ہے تو ہم یہی کہنا چاہیں گے کہ آپ حق کا ساتھ دیں اور باطل کو خیر باد کہہ کر اس سے کنارہ کش ہو جائیں، اسی میں بھلائی اور عافیت ہے۔ اگر آپ کا خاوند حق پر ہے اور آپ کا باپ غلط ہے تو خاوند کا ساتھ دیجیے اور باپ کو اچھے طریقے سے سمجھایئے، اگر وہ آپ کی بات مان لے تو بہتر ورنہ اس کا ساتھ چھوڑ دیجیے اور اگر آپ کا باپ حق پر ہے اور آپ کا خاوند غلط راستے پر چل رہا ہے تو اپنے باپ کا ساتھ دیجیے اور خاوند کو پیار اور خلوص کے ساتھ سمجھایئے۔ آپ حق کا ساتھ دیجیے اور باطل راستے پر چلنے والے کو احسن طریقے سے سمجھایئے۔

ہم آپ سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ فریقین کے درمیان اصلاح اور صلح کی کوشش کریں، شاید کہ اللہ تعالیٰ آپ کی کوشش سے خیر اور بھلائی کے دروازے کھول دے اور آپ کے ہاتھوں یہ کارِ خیر ادا ہو، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کوشش پر اجر دے گا۔ لوگوں کے درمیان اصلاح و صلح کی کوشش خصوصاً رشتہ داروں کے درمیان بہت بڑی نیکی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ان کی اکثر سرگوشیوں میں خیر نہیں ہوتی مگر جو کہ صدقہ اور نیکی کا حکم دے یا لوگوں کے درمیان صلح کے لیے ہو۔'' [1]

ہم فریقین کو بھی یہ نصیحت کرنا چاہیں گے کہ وہ اللہ کا خوف کریں اور اللہ کا تقویٰ اختیار کریں۔ انہیں اسلامی اخوت اور رواداری کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ وہ قرابت داری اور رشتہ داری کا تعلق ملحوظ خاطر رکھیں، وہ جھگڑے اور نزاع کو ختم کرنے کی کوشش کریں، جو حق پر ہے وہ بھی اخلاق کا مظاہرہ کرے اور جو غلط راستے پر ہے وہ دانش مندی سے اپنی ضد چھوڑ دے۔ یہی مسلمانوں کی جماعت کا طرزِ عمل ہے۔ وہ خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے شیطان کو خوش نہ کریں۔ انہیں چاہیے کہ وہ شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں اور لڑائی کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔ (صالح فوزان)

خاوند یا والدین میں سے کس کی اطاعت کروں؟

سوال محترم شیخ صاحب! میں اس بات سے بخوبی آگاہ ہوں کہ بیوی پر خاوند کی اطاعت

---

[1] ٤/النساء: ١١٤۔

لازم ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی مختلف احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے اور اسی طرح والدین کی اطاعت بھی لازم ہے مگر جب دونوں کی اطاعت کرنا ممکن نہ رہے تو کس کو مقدم کیا جائے؟

جواب اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عورت اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے کہ اپنے خاوند کی اطاعت کرے اور اسی طرح والدین کی اطاعت بھی قرآن و حدیث میں لازمی قرار دی گئی ہے۔ آپ کو سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اللہ کی نافرمانی میں نہ ہی تو خاوند کی اطاعت واجب ہے اور نہ ہی والدین کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

''اطاعت صرف اور صرف نیکی کے کاموں میں ہے۔'' [1]

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

''کسی مخلوق، (والد یا خاوند) کی اطاعت خالق کی نافرمانی میں نہیں ہوگی۔'' [2]

یقیناً والدین کی اطاعت بہت ہی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی عبادت کے حکم کے ساتھ ہی والدین کی اطاعت کو بھی ذکر کیا ہے، فرمایا:

''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور اپنے والدین کے ساتھ احسان کرو۔'' [3]

آپ اس صورتحال میں دیکھیں کہ اگر آپ کا خاوند آپ کو کسی ایسی بات کا حکم دیتا ہے جس میں اللہ کی نافرمانی ہے تو اس کی اطاعت نہ کریں، مثلاً وہ کہتا ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ برا سلوک کرو، ان کی نافرمانی کرو، انہیں ایذا اور تکلیف دو تو ایسے حکم کی کوئی اطاعت نہ ہو گی۔ (صالح فوزان)

خاوند کی اجازت کے بغیر بازار جانا کیسا ہے؟

سوال کیا عورت خاوند کی اجازت کے بغیر اور اس کو بتائے بغیر بازار جا کر خرید و فروخت کر سکتی ہے؟ یاد رہے کہ وہ چیزیں اپنی اولاد اور خود اپنے لیے خریدنے جاتی ہے۔

---

[1] بخاري، كتاب الأحكام، باب السمع والطاعة....: ٧١٤٥۔

[2] مسند احمد: ٢٠١٣٠۔ [3] ٤/ النساء: ٣٦۔

جواب عورت پر واجب ہے کہ وہ بازار جانے کے لیے اپنے خاوند سے اجازت لے اور شرعی آداب کا خیال رکھے، اسی طرح اگر اس نے کہیں اور جانا ہو تو بھی اس سے اجازت لے۔ یاد رہے کہ اگر کوئی مرد بازار جانے والا ہو یعنی اس کا کوئی محرم موجود ہو تو اسے کہے کہ وہ اسے اشیائے ضرورت لا کر دے، لیکن اگر کوئی ایسی ضرورت اور مجبوری ہو کہ اس خاوند کو بتائے بغیر بازار جانا پڑے تو وہ شرعی حدود کا مکمل لحاظ رکھتے ہوئے جائے، پردہ کرے اور عفت وعصمت کی تصویر بن کر جائے اور ضرورت پوری کر کے فوراً گھر واپس آ جائے، اللہ کا فرمان ہے:

''اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار کا اظہار نہ کرو۔'' 1

اور فرمایا:

''اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مؤمنوں کی عورتوں کو حکم دیجیے کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے اوپر گرائے رکھیں۔'' 2

اور فرمایا:

''اور اگر تم ان (عورتوں) سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو یہ تمہارے اور ان (عورتوں) کے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزگی ہے۔'' 3

اللہ ہمارا حامی وناصر ہو، آمین۔ (ابن باز)

خاوند کی بہنوں سے حسن سلوک کیجیے

سوال میں شادی شدہ لڑکی ہوں، میں اپنے خاوند کے ساتھ پرسکون زندگی گزار رہی ہوں۔ میری مشکل یہ ہے کہ میرے خاوند کی بہنیں میرے لیے مشکلات پیدا کرتی رہتی ہیں۔ وہ جب بھی میرے گھر آتی ہیں تو کوئی نہ کوئی پریشانی پیدا کر دیتی ہیں۔ میں اگر ان کو اچھے طریقے سے نہ ملوں اور ان کا استقبال نہ کروں تو میرا خاوند ناراض ہو جاتا ہے اور مجھے ڈانٹتا ہے، اور اگر میں ان کا استقبال کرتی ہوں، ان کے پاس بیٹھتی ہوں تو کوئی نہ کوئی مشکل ضرور آتی ہے۔ اس صورتحال میں کیا کروں؟ براہِ کرم میری رہنمائی فرمائیں، جزاکم اللہ خیرًا۔

---

1 ۳۳/ الاحزاب: ۳۳۔ 2 ۳۳/ الاحزاب: ۵۹۔ 3 ۳۳/ الاحزاب: ۵۳۔

جواب ہم آپ سے یہی کہنا چاہتے ہیں کہ اس مشکل کو خندہ پیشانی سے برداشت کریں اور آپ اپنے خاوند کو سمجھائیں کہ وہ آپ کی ازدواجی زندگی میں مشکلات پیدا نہ کرے اور اللہ سے ڈر جائے۔ آپ ان مشکلات کے باوجود اپنے خاوند کی رفاقت اختیار کریں اور حسن سلوک کا مظاہرہ کریں، شاید کہ وہ ان کو نصیحت کرے اور مشکلات پیدا کرنے سے ڈرائے۔ یہ بات اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ آپ اپنے خاوند کی بہنوں اور اس کے اقارب کو گھر آنے سے منع کریں۔ بہت سی مشکلات صبر وتحمل اور حسن سلوک سے ختم کی جاسکتی ہیں۔

(عبداللہ بن جبرین)

☆ میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ ہمارے ہاں بھائی اور نند کی لڑائی کے قصے عام ہیں بیوی چاہتی ہے کہ اس کا خاوند اپنی بہنوں کے پاس نہ بیٹھے جبکہ بہنیں چاہتی ہیں کہ وہ بیوی پر توجہ نہ دے۔ اگر کسی گھر میں یہ معاملہ شدت اختیار کر جائے تو شادی کرنے والے کو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وہ چکی کے دو پاٹوں میں پس رہا ہو اگرچہ لوگ اسے شادی کی مبارکبادیں ہی کیوں نہ دے رہے ہوں؟

تعجب کی بات ہے جب میاں اور بیوی کا اتفاق نہ ہو تو بہنیں دعائیں کرتی ہیں کہ ہمارے بھائی کا گھر آباد ہو جائے۔ لیکن اگر میاں بیوی باہمی اتفاق سے رہنا شروع کر دیتے ہیں تو پھر اختلافات جنم لیتے ہیں۔

دراصل اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہر حقدار کو اس کا حق نہیں دیا جاتا یا تو شوہر بیوی کی طرف اس قدر مائل ہو جاتا ہے کہ وہ بہنوں کے سالہا سال پر محیط تعلق کو بھلا دیتا ہے یا پھر بیوی کی بالکل ہی پرواہ نہیں کرتا اور اس کی بہنیں بھی بھابھی کو جائز مقام دینے کے لیے تیار نہیں ہوتیں اور اس کی بیوی بھی اپنی نندوں کو دیکھنا گوارہ نہیں کرتی۔ ایسی صورتحال میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو مدنظر رکھ کر معاملہ کنٹرول کیا جاسکتا ہے کہ:

﴿فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [1]

---

[1] ۳۰/ الروم: ۳۸۔

''پس قرابت دار کو، مسکین کو، مسافر کو ہر ایک کو اس کا حق دو، یہ ان کے لیے بہتر ہے جو اللہ کا چہرہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں ہر قرابت دار کو اس کا جائز حق دو۔ یعنی اس کا مقام مرتبہ پہچانو اور اس کا حق ادا کرو۔ اور نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کے ہر فرد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''ہر ایک کا حق ہے لٰہذا تم ہر حقدار کو اس کا حق دو۔'' [1] اس گھریلو پریشانی کو ختم کرنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ ہر ایک فرد دوسرے کا حق پہچانے اور اسے خندہ پیشانی سے ادا کرے، ماں، باپ، بہن، بھائی، بھابھی، نند، سسر، داماد اور دیگر تمام لوگوں کو چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کا حق پہچانیں اور اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کا حکم سمجھتے ہوئے اس حق کو ادا کریں۔

قناعت پسندی اختیار کریں

سوال میں متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والا ایک ملازم ہوں مگر میری بیوی کو دنیا کی چکا چوند اور نمود و نمائش بہت عزیز ہے۔ میں جب بھی اس کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ میرے ساتھ لڑنا شروع کر دیتی ہے اور میرے لیے مشکلات پیدا کرتی ہے، میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں؟

جواب ہم آپ کو یہی کہنا چاہیں گے کہ قناعت پسندی اختیار کریں اور یہی نصیحت کرنا چاہیں گے کہ ضروریاتِ زندگی کے حصول میں میانہ روی اختیار کریں۔ آپ اپنی بیوی کے لیے ہر وہ چیز نہ خریدتے جائیں جس کی طرف وہ اشارہ کرے یا جس کا مطالبہ کرے۔ مال برباد کرنا، فضول خرچی کرنا اور ضروریات کے بغیر خریداری کرنا صحیح نہیں ہے۔

خاوند کی اطاعت لازم ہے

سوال میری بیوی میرے ساتھ اس لیے ناراض ہو کر اپنے میکے چلی گئی ہے کہ میں اس کے لیے علیحدہ گھر کا بندوبست نہیں کر سکا اور نہ ہی میرے ایسے حالات ہیں۔ ہمارا ایک بچہ بھی ہے، بچہ بھی بیمار ہے جو کہ میرے گھر کے قریب ہسپتال میں زیر علاج تھا، میں اسے ڈاکٹر کی دی گئی تاریخ کے مطابق چیک کرواتا تھا۔ اس صورتحال میں آپ بتائیں کہ بچہ میرے پاس رہنا

---

[1] مستدرك حاكم، ٤/ ٨٥۔

چاہیے یا اپنی ماں کے پاس اور کیا میری بیوی کا یہ عمل صحیح ہے؟

جواب ہم آپ کی بیوی کو نصیحت کرنا چاہیں گے کہ وہ آپ کی اطاعت کرے اور آپ کو ایسی مشقت میں نہ ڈالے جس کو برداشت کرنے کی طاقت آپ میں نہیں ہے۔ آپ کی بیوی کا عمل بہت سے خاندانی تنازعات کو جنم دے سکتا ہے۔ مذکورہ صورتحال میں آپ بچے کو اپنے پاس رکھنے کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔ بچے کا ہسپتال اور ڈاکٹر کی نگرانی سے دور رہنا بھی صحیح نہیں ہے۔ [واللہ اعلم] (عبداللہ بن جبر بن)

باپ کا بیٹی کو اپنے گھر میں روکنا

سوال جناب شیخ صاحب! میں نے کچھ عرصہ پہلے شادی کی، میری والدہ جو کہ بوڑھی ہے وہ میرے ساتھ میرے گھر میں رہتی ہے۔ میری شادی کو تین ماہ کا عرصہ ہوا تھا کہ میری بیوی کو میرا سسر یہ کہہ کر اپنے گھر لے گیا کہ وہ اپنی ماں کو ملنے کے بعد واپس آ جائے گی۔ پھر اس نے اپنی بیٹی کو یہ کہہ کر اپنے گھر پر روک لیا کہ وہ میری ماں کے ساتھ نہیں رہے گی۔ اسے روکے ہوئے اٹھارہ (۱۸) ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے، میں جب بھی رابطہ کرتا ہوں اور بعض سنجیدہ لوگوں کو بھیجتا ہوں تو میرے سسر کی طرف سے جواب آتا ہے کہ ماں کو چھوڑ دو، اُسے علیحدہ رکھو یا پھر میرے گھر میں میری بیٹی کے پاس آ جاؤ۔

محترم شیخ صاحب! میری بیوی نے مجھے ان تین مہینوں میں کبھی کوئی ایسی بات یا اعتراض نہیں کیا اور میں نے بھی اپنی بیوی کو کوئی پریشانی یا دکھ نہیں دیا۔ کیا میرے سسر کا یہ مطالبہ صحیح ہے؟ شرعی رہنمائی بیان کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

جواب آپ کی بیوی پر لازم ہے کہ وہ آپ کے گھر میں ٹھہرے۔ نکاح کا مطلب ہی یہ ہے کہ عورت اپنے خاوند کے گھر میں ٹھہرے۔ آپ کی بیوی آپ کے پاس تین مہینے رہی، اسے کوئی پریشانی نہیں ہوئی تو اُس کے والد کے لیے کسی طرح بھی جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو بلاوجہ آپ سے دور رکھے اور خاوند کے لیے قطعاً ضروری نہیں کہ وہ اپنے سسر کے گھر میں رہے۔ بیوی کو خاوند کے گھر میں رہنا لازم ہے، آپ کے سسر کا فعل غیر شرعی ہے۔ (علماء کمیٹی)

کیا بیوی کی بدسلوکی پر صبر ہی کیا جائے؟

سوال محترم شیخ صاحب! ہم جانتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویاں جہنم کا ایندھن بن گئی تھیں۔ اللہ ہمیں اپنے غضب اور عذاب سے محفوظ رکھے۔ کیا اس میں یہ دلیل ہے کہ خاوند بیوی کی بدسلوکی اور بدتمیزی پر صبر ہی کرے اور اسے طلاق نہ دے اور میں نے یہ بات بھی سن رکھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ آپ بتائیے کہ بدسلوک بیوی کو اپنے پاس رکھنے اور طلاق دینے میں کیا بہتر ہے؟

جواب اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویاں جہنم میں داخل ہوں گی، مگر یہ بات یاد رہے کہ مذکورہ انبیاء علیہم السلام اپنی بیویوں کے کسی ایسے فعل سے مطلع نہیں ہوئے جو کفر کا سبب ہو کیونکہ ایسی بیوی کو اپنے پاس رکھنا جائز ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ ﴾ [1]

''اور کافر عورتوں کی ناموس اپنے قبضہ میں نہ رکھو۔''

شاید کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی نے اپنا کفر چھپا رکھا ہو یا پھر مدتِ دعوت کے طویل ہو جانے کی بناء پر وہ اپنی قوم کی دعوت سے متاثر ہو گئی ہو اور حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت میں شک کرنے لگ گئی ہو کہ حضرت نوح علیہ السلام اکیلے ہی مؤمن ہیں اور باقی سب لوگ جو اتنی بڑی تعداد میں ہیں، یہ سب کافر ہیں؟

اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا اور کوئی جرم ذکر نہیں کیا گیا مگر یہ کہ وہ حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کے بارے میں قوم کو اطلاع دیتی تھی تاکہ وہ ان کے ساتھ فحاشی کا ارتکاب کر سکیں۔ یہ اس کا گناہ تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ خفیہ طور پر کفر کرتی ہو، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴾ [2]

''سوائے ان کی بیوی کے کہ وہ ان ہی لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے''

---

[1] ٦٠/ الممتحنة: ١٠۔ [2] ٧/ الأعراف: ٨٣۔

تھے۔''

اگر کوئی شرعی سبب ہو تو مرد اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے، مثلاً وہ بے دین ہو، انتہائی بداخلاق ہو، وہ اپنی عزت کی حفاظت نہ کرتی ہو، اپنے خاوند کی خدمت نہ کرتی ہو یا اس کی اطاعت نہ کرتی ہو۔

اگر بیوی نیک اور مؤمنہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اسے طلاق نہ دے کیونکہ اگر اسے اس کی بعض عادات ناپسند ہیں تو لازمی ہے کہ بعض عادات پسند ہوں گی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی مؤمن (خاوند) اپنی مؤمنہ (بیوی) سے بغض نہ رکھے، اگر وہ اس کی کسی ایک عادت کو ناپسند کرتا ہے تو دوسری عادت کو پسند کرتا ہوگا۔'' [1]

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو اللہ نے ان کی طرف وحی کی:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم حفصہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کرلیں کیونکہ وہ روزہ رکھنے والی اور قیام کرنے والی ہے اور وہ جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہے۔'' [2]

خاوند کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو سمجھائے اور اس کی اصلاح کی کوشش کرے اور اللہ سے دعا کرے کہ وہ اس کی اصلاح فرمائے۔ اس کو حضرت زکریا علیہ السلام کی طرح دعا کرنی چاہیے کیونکہ جب اللہ چاہے گا تو اس کی اصلاح فرما دے گا، جیسا کہ اللہ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

﴿وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ﴾ [3]

''اور ان کی بیوی کو ان کے لیے درست کیا۔''

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ زبان دراز تھی، مگر اللہ نے اس کی اصلاح کر دی۔ بعض دفعہ انسان بڑی تلخی اور بڑی مصیبت سے بچنے کے لیے چھوٹی مصیبت اور تلخی کو برداشت کرتا ہے۔ اولاد کا مستقبل سنوارنے اور خاندان کو تباہی سے بچانے کے لیے وہ بیوی کو ساتھ رکھے

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء۔ [2] مستدرك حاكم: ٦٧٥٤۔

[3] ٢١/ الأنبياء: ٩٠۔

اور تنگی برداشت کرے تو بہتر ہے، لیکن اگر بیوی کے ساتھ رہنا زیادہ مصیبت اور بڑی تنگی بن جائے تو پھر طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (واللہ الموفق) [عبداللہ بن جبرین]

خاوند بیوی کو شاگرد سے پردہ کروائے کہ نہیں؟

سوال ایک طالب علم بچپن سے اپنے استاد کے گھر آتا جاتا ہے۔ کیا بلوغت کے بعد بھی اس کی آمد ورفت جائز ہے یا اس کے استاد پر ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی کو پردے کا حکم دے؟ خصوصاً جب شاگرد جوان ہو اور اس کے استاد کی بیوی بھی جوان ہو۔

جواب بعد از بلوغت پردہ کروانا ضروری ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ﴾ [1]

''اور تمہارے بچے جب بلوغت کو پہنچ جائیں تو جس طرح ان کے اگلے لوگ اجازت مانگتے ہیں انہیں بھی اجازت مانگ کر آنا چاہیے۔''

[ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری]

---

[1] ٢٤/ النور: ٥٩۔

منصوبہ بندی

شادی کی ناکامی کے خوف سے مانع حمل ادویات کے استعمال کا حکم

سوال کیا عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ مانع حمل ادویہ کا استعمال کرے کیونکہ اسے بعض وجوہات کی بناء پر شادی ناکام ہونے کا خطرہ ہے، اگر وہ ایسا نہیں کرتی تو بیٹے یا بیٹی کی پرورش اسے کرنا پڑے گی، یعنی اگر اس کا خوف یقین میں بدل جائے اور اللہ نہ کرے کہ اسے طلاق ہو جائے تو وہ اکیلی مصیبت میں گرفتار ہو جائے گی۔ اسی وجہ سے وہ مانع حمل ادویات کا استعمال کرنا چاہتی ہے۔ کیا شریعت اسے اس بات کی اجازت دیتی ہے؟ اور اگر اجازت دیتی ہے تو کیا اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے خاوند کو ایسی ادویہ کے استعمال سے قبل آگاہ کرے، یعنی سہاگ رات کو اسے اطلاع دے دے کہ وہ مانع حمل ادویات استعمال کرنا چاہتی ہے یا کر چکی ہے؟ مذکورہ سوال کے پیشِ نظر شریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ یاد رہے وہ عورت مانع حمل ادویات کا استعمال فقط شادی کی ناکامی کی وجہ سے کرنا چاہتی ہے۔

جواب یاد رکھئے! لوگ جو بھی کہیں اور جس طرح کا انداز اختیار کریں مگر طب اس بات کو ثابت کر چکی ہے کہ مانع حمل ادویات کا عورت کی صحت پر بہر حال برا اثر پڑتا ہے، لہٰذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ کوئی عورت مانع حمل گولیوں، انجکشن یا کیپسول وغیرہ کا استعمال نہ کرے، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

''اور اپنی جانوں کو مت قتل کرو۔'' [1]

اور فرمایا:

''اور اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔'' [2]

ہاں اگر یہ تسلی ہو جائے کہ فلاں دوائی عورت کی صحت کے لیے مضر اور نقصان دہ نہیں تو

---

[1] ٤/ النساء: ٢٩۔ [2] ٢/البقرہ: ١٩٥۔

انتہائی مجبوری کی حالت میں ان ادویات کا استعمال جائز ہے۔ یہ ایک الگ مسئلہ ہے جس کی وضاحت یہاں مطلوب نہیں ہے۔

مذکورہ سوال میں جو صورتحال بیان کی گئی ہے کہ عورت فقط اس لیے مانع حمل ادویہ استعمال کرنا چاہتی ہے کہ کہیں شادی ناکام نہ ہو جائے اور اس اکیلی کو اولاد کی پرورش کرنا پڑے تو یہ خیال مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر غیر صحیح اور باطل ہے۔

☆ ہوسکتا ہے کہ بیوی کی یہ حرکت ہی شادی کی ناکامی کا باعث بن جائے۔

☆ ہوسکتا ہے یہ عمل ان کی خانگی زندگی میں زہر بھر دے اور دونوں اطراف (میاں بیوی) کے درمیان نفرت کا باعث بنا رہے اور وہ ایک دوسرے سے ناراض اور خفا خفا رہیں۔ ہر ذی شعور اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ نکاح کے مقاصد میں سے ایک مقصد اولاد کا حصول بھی ہے۔ جب بچہ کی پیدائش میں تاخیر ہوگی تو خاوند لازمی طور پر فکر مند ہوگا اور جب اسے علم ہوگا کہ اس کی بیوی نے مانع حمل دوائی کھا رکھی ہے تو ان دونوں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا ہوتی چلی جائیں گی۔

☆ اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ خاوند سے مشورہ کرنے کے بعد اس نے ایسا کیا تو بھی یہ عمل نقصان سے خالی نہیں۔ شادی کے بعد ہر میاں بیوی میں اولاد کی خواہش پوری قوت کے ساتھ انگڑائی لیتی ہے، مانع حمل ادویات کا استعمال آہستہ آہستہ خاوند کو بیوی سے متنفر کر دے گا اگرچہ اس نے پہلے اجازت دے دی ہو۔

☆ شادی کا ایک مقصد اولاد کی تربیت، ان کے ساتھ محبت وشفقت بھی ہے۔ یہ جذبات عورت میں اسی وقت پیدا ہوتے ہیں جب اس کے رحم میں حمل قرار پاتا ہے، اس کے بغیر یہ سب کچھ ناممکن ہے۔

☆ اگر آپ اتفاق فرمائیں تو ہم کہنا چاہیں گے کہ حمل کا ٹھہر جانا جہاں عورت کے دل میں اولاد کی محبت پیدا کرتا ہے وہاں خاوند کی محبت اور پیار کا باعث بھی بنتا ہے۔ اگر عورت مانع حمل ادویات استعمال کرتی ہے تو وہ خاوند کو بےلوث اور گہری محبت دینے سے قاصر رہتی ہے۔

☆ عورت کے ہاں شادی کے بعد اولاد پیدا ہونا اس کی عزت وتوقیر میں اضافے کا باعث

ہے۔خاوند،سسرال والوں اور ماں باپ کے ہاں اس کی عزت میں زبردست اضافہ ہوتا ہے۔

سوال کے دوسرے حصہ کا جواب کچھ اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی عورت ان تمام فوائد اور شرعی مقاصد کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مانع حمل ادویات کا استعمال کرنا چاہتی ہے تو اسے اپنے خاوند کو ضرور اطلاع کرنا ہو گی ، فقط اطلاع ہی نہیں بلکہ اس سے اجازت لینا ہو گی ، کیونکہ عزل (مادۂ منویہ رحم سے باہر خارج کرنا) کی صورت میں فقہاء رحمہم اللہ نے خاوند کے لیے اور مانع حمل ادویات استعمال کرنے کی صورت میں بیوی کے لیے اجازت کو ضروری قرار دیا ہے کیونکہ اولاد کا حصول دونوں (میاں بیوی) کا حق ہے،اس لیے خاوند کی اجازت ضروری ہے۔ بہرحال شادی ناکام ہونے کے خوف سے ایسا کرنا صرف خام خیالی ہے،شریعت نے منگنی ، منگیتر کو دیکھنا اور لڑکے لڑکی کے اخلاق و عادات کو سامنے رکھنے کا حکم اسی لیے تو دیا ہے کہ مکمل تسلی ہونے کے بعد شادی کی جائے۔ یہ ایسے وسائل ہیں جو شادی کے بعد پیار، محبت، انس اور الفت کو جنم دیتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دے اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پر درود و سلام نازل فرمائے۔

[علماء کمیٹی]

خاوند کی مرضی کے بغیر مانع حمل ادویات استعمال کرنے کا حکم

سوال ایک عورت مانع حمل اوویات استعمال کر کے بچے کی پیدائش میں وقفہ کرنا چاہتی ہے۔اس کا خاوند اس عمل پر خوش نہیں ہے،اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب عورت پر اپنے خاوند کی مرضی کے خلاف بچے کی پیدائش میں وقفہ کرنا اور مانع حمل ادویات استعمال کرنا حرام اور نا جائز ہے۔ بچہ میاں اور بیوی دونوں کا حق ہے۔ کسی شرعی مجبوری کے بغیر بچہ کی پیدائش میں وقفہ کرنا حرام ہے۔اسی طرح اگر عورت بچے کی پیدائش میں وقفہ نہ چاہتی ہو تو خاوند کے لیے ایسا کرنا حرام اور نا جائز ہے۔

یاد رکھئے! بعض لوگ ''عزل'' کو دلیل بنا کر مانع حمل ادویات کا استعمال جائز قرار دیتے ہیں لیکن یہ استدلال ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ عزل اور مانع حمل ادویات کے استعمال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے

عزل کا ثبوت ملتا ہے، مگر اس میں بچہ کی پیدائش کے مواقع موجود ہوتے ہیں جبکہ مانع حمل ادویات کے استعمال سے حمل ٹھہرنے کا امکان بھی باقی نہیں رہتا اور ان ادویات کا استعمال عورت کی صحت کے لیے ضرر اور نقصان کا باعث ہے، اس کے کئی ثبوت موجود ہیں۔ یہ صرف اور صرف مغرب کی تقلید اور یہودیوں اور عیسائیوں کی سازش ہے، وہ اس امت کا نقصان چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کی تعداد کم ہو۔ یہ بات ہر ذی شعور شخص جانتا ہے کہ کثرتِ تعداد دشمن کو ہیبت زدہ کرتی ہے۔

لیکن اگر کوئی شرعی مجبوری ہو تو بچے کی پیدائش میں وقفہ کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ عورت کی صحت کے لیے نقصان کا باعث نہ ہو اور حمل کی صلاحیت باقی رہنے کے امکانات موجود رہیں، مثلاً کوئی مستند ڈاکٹر اس بات کی تصدیق کر دے کہ حمل عورت کی صحت کے لیے زبردست نقصان کا باعث ہوگا، وغیرہ۔ [محمد بن صالح العثیمین]

مانع حمل ادویات کا استعمال جائز یا ناجائز؟

سوال میں اور میری بیوی مانع حمل گولیاں استعمال کرنے کے بارے میں لڑتے رہتے ہیں۔ آپ بتائیں کہ کیا مانع حمل ادویات کا استعمال جائز ہے یا ناجائز ہے؟ اور کیا نسل کشی کے لیے کوئی صریح دلیل موجود ہے یا پھر ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد اور نسل میں جس قدر ممکن ہو، اضافہ کریں اور منصوبہ بندی والوں کے شیطانی نعروں پر غور نہ کریں۔ یہ بات کسی عالم، مفتی یا فقیہ کی نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

> ”خوب محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کرو، میں تمہاری کثرتِ تعداد پر فخر کروں گا۔“ [1]

اور یہ کہ کثرتِ نسل کثرتِ امت کا سبب ہے اور کثرتِ امت عزت کا باعث ہے۔ اللہ نے بنی اسرائیل کو فرمایا تھا:

> ”اور ہم نے تمہیں تعداد کے لحاظ سے زیادہ بنایا۔“ [2]

---

[1] نسائي، كتاب النكاح، باب كراهية تزويج العقيم: ٣٢٢٧۔ [2] ١٧/ الاسراء: ٦۔

اور حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

''اور اس وقت کو یاد کرو جب تم تھوڑے تھے، پس اس نے تمہیں زیادہ کیا۔'' ❶

کوئی ذی شعور شخص اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ کثرتِ تعداد طاقت اور عزت کا سبب ہے۔ رہی یہ بات جو منصوبہ بندی والے شیطانی فلسفہ اور مغربی تقلید کی بنیاد پر کرتے ہیں کہ کثرتِ آبادی بھوک اور افلاس کا سبب ہے تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سامنے رکھنا چاہیے:

''اور نہیں ہے زمین میں کوئی جاندار مگر اس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔'' ❷

دنیا میں کوئی انسان کسی کا رازق نہیں، یہ ذمہ داری تو مالکِ کائنات نے اپنے اوپر واجب کر رکھی ہے۔ مادرِ شکم میں اللہ تعالیٰ بچے کا رزق مقرر کر دیتے ہیں۔ پھر اس کی پیدائش پر وسائل کی کمی کا شیطانی راگ الاپنے والے یا تو جاہل ہیں یا اپنے مغربی آقاؤں کی خوشنودی کے لیے باؤلے ہو رہے ہیں، البتہ شریعت اسلامیہ فطرت کے مطابق ہونے کے لحاظ سے بچہ کی پیدائش میں وقفہ کے لیے مندرجہ ذیل شروط کو مدنظر رکھنے کا حکم دیتی ہے:

☆ یہ وقفہ کسی شرعی مجبوری کی بناء پر ہو، مثلاً عورت اس قدر بیمار ہو کہ حمل کی مشقت برداشت نہ کر سکے۔

☆ عورت کا جسم اس قدر نحیف اور کمزور ہو کہ پہلے بچہ کا حمل اور پیدائش باعث اذیت ہو اور ایک دو سال کا وقفہ ضروری ہو کہ نئے بچے کی پیدائش برداشت کر سکتی ہو۔

☆ خاوند کی اجازت حاصل ہو۔

☆ کوئی مستند ڈاکٹر جیسا کہ MBBS وغیرہ گواہی دے کی عورت حمل اور پیدائش کی متحمل نہیں ہے اور یہ مانع حمل دوائی عورت کے لیے نقصان دہ نہیں اور نہ ہی یہ دوائی حمل کی صلاحیت کو ختم کرنے والی ہے اور یہ دوائی بھی ڈاکٹر کے مشورے اور اس کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق استعمال کی جائے۔

سوال کے دوسرے حصے کا جواب یہ ہے کہ اسلام میں نسل کشی حرام ہے، نسل کا بڑھنا، کم

---

❶ ۷/الاعراف: ۱۸۶۔ ❷ ۱۱/ هود: ٦۔

ہونا، ان کے رزق کا بندوبست، ان کے لیے وسائل کی فراہمی سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ بعض جوڑے ایک، دو یا تین بچوں کے بعد نسل کشی کروا لیتے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ یہ بچے کسی آفت یا مصیبت کا شکار ہو کر مالک حقیقی کے پاس پہنچ جاتے ہیں اور یہ جوڑا کف افسوس ملتا رہ جاتا ہے، نہ ہی ان کے پاس اولاد رہتی ہے اور نہ ہی اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت باقی ہوتی ہے۔ [محمد بن صالح عثیمین]

☆ نوٹ: میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ راقم الحروف نے جامعہ رحمانیہ نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں دینی تعلیم حاصل کی۔ ایک دفعہ درسگاہ کے قریب ایک انتہائی پریشان حال بڑھیا کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ پہلی نظر میں یہ اندازہ لگانے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی کہ یہ عمر رسیدہ خاتون کسی بڑے حادثہ کا شکار ہو چکی ہے۔ وہ گارڈن ٹاؤن میں دو کنال پر مشتمل ایک کوٹھی کی مالکہ تھی جس میں وہ اس کا ایک ملازم رہائش پذیر تھے کیونکہ اس کی کوٹھی درسگاہ کے قریب ہے۔ اس لیے ایک دن اُس کے ملازم سے میں نے پوچھا کہ یہ خاتون کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ خاتون کوٹھی کی مالکہ ہے۔ کئی سال قبل اس کی شادی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو انتہائی خوبصورت بیٹا اور بیٹی عطا فرمائی اس نے ''بچے دو ہی اچھے'' کے شیطانی فلسفہ پر عمل کرنے کے لیے کوئی طاقتور مانع حمل دوائی استعمال کر لی۔ ایک دن ایسے ہوا کہ دوران سفر یہ لوگ حادثہ کا شکار ہو گئے۔ اس کا خاوند اور دونوں بچے جہان فانی سے کوچ کر گئے جبکہ خود اسے شدید چوٹیں لگ گئیں۔ یہ زیر علاج تھی کہ ڈاکٹروں نے اس کو بریسٹ کینسر ہو جانے کی المناک خبر دی۔ اس کی زندگی تو بچ گئی مگر ڈاکٹروں نے چھاتی کاٹ دی ورنہ بیماری پورے جسم میں پھیل جانے کا خدشہ تھا۔ اب اس کی حالت یہ ہے کہ یہ مسلسل دو دو راتیں جاگتی رہتی ہے۔ اور دن رات اپنے خاوند اور بیٹے، بیٹی کو پکارتی رہتی ہے مگر اس کی پکار سننے والا کوئی نہیں ہے۔

اصلاحِ خاوند

خاوند کی اصلاح کیسے کروں؟

سوال میں شادی شدہ عورت ہوں، میری مشکل یہ ہے کہ میرا خاوند مجھ میں کوئی دلچسپی نہیں لیتا، وہ میرے حقوق پورے نہیں کرتا، وہ فحش فلمیں دیکھتا رہتا ہے۔ میں صاحبِ اولاد ہوں اور یہ بات اچھی طرح سمجھتی ہوں کہ طلاق مسئلہ کا حل نہیں ہے۔ میں جب بھی اس سے اصلاح کی بات کرتی ہوں تو وہ شدید ردِ عمل کا اظہار کرتا ہے، اس معاملہ میں آپ میری کیا رہنمائی کر سکتے ہیں؟

جواب اے مسلمان بہن! اللہ آپ کی مدد فرمائے، سب سے پہلے ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ تم اپنے خاوند سے مقابلہ بازی کی فضا پیدا کرنے کی بجائے اچھے طریقے کے ساتھ نصیحت آمیز گفتگو کرو، حکمت اور بہترین طریقہ اپناتے ہوئے اسے اللہ کے عذاب کا خوف دلاؤ، اسے اولاد کے متعلق ذمہ داری کا احساس دلاؤ، عذابِ جہنم یاد کراؤ، گناہ ترک کرنے کی صورت میں اللہ کے انعام واکرام اور لازوال نعمتوں کا ذکر کرو، اسے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان سنایا کرو:

> ''تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں مسئول ہے، آدمی اپنے گھر والوں کا نگران اور اپنی اولاد کے بارے میں مسئول ہے۔'' [1]

اسے یہ بتانے کی کوشش کرو کہ جو کچھ وہ تمہارے ساتھ کر رہا ہے، یہ گناہ اور اللہ کی نافرمانی ہے اور ان فلموں کا دیکھنا اللہ اور اس کے ذکر سے دوری کا باعث ہے۔ شاید اس کا دل نرم ہو جائے اور وہ نصیحت کو قبول کر لے۔

پوری حکمت اور مصلحت کے ساتھ اسے یہ سب کچھ باور کروانے کی کوشش کرو۔ اگر وہ تیری بات ماننے کے لیے تیار نہ ہو تو خاندان کے اُس شخص سے ساری بات بیان کرو جس کے

---

[1] بخاري، كتاب العتق، باب كراهية التطاول.... : ٢٥٥٤۔

متعلق تم سمجھتی ہو کہ وہ معاملہ کو کنٹرول کرے گا اور بات بگڑنے سے بچا لے گا۔ وہ اصلاح اور بہتری کی کوشش کرے گا اور اس کی کوشش سود مند ثابت ہوگی۔ اسی طرح کسی عالمِ دین، خاوند کے دوست یا ایسے شخص سے بھی یہ معاملہ بیان کیا جا سکتا ہے جو اس پر کنٹرول رکھتا ہے۔

دوسرے نمبر پر، اس کو ایسی کیسٹیں سناؤ جو مؤثر خطبوں اور بہترین درس و دروس پر مشتمل ہوں۔ کوشش کرو کہ تم اس کو چھوٹی چھوٹی اسلامی کتابیں پڑھا سکو جن میں نصیحت آمیز باتیں ہوں، شاید کہ اس کا دل نرم ہو جائے۔ ان سب چیزوں کی بار بار کوشش کرو لیکن پوری حکمت اور اچھے انداز کے ساتھ کہ کہیں وہ ردِ عمل کے طور پر کوئی سخت قدم نہ اٹھائے۔

تیسرے نمبر پر، اگر یہ ساری کوششیں بے سود ہیں تو اپنے اور اس کے گھر والوں میں سے فیصل (ثالث) مقرر کرو اور یہ ایسے لوگ ہوں جو خیر خواہ اور اصلاح کرنے والے ہوں اور ان کے بارے میں یہ گمان ہو کہ وہ معاملہ کو سلجھانے کی کوشش کریں گے اور بات بگڑنے نہیں دیں گے۔ اللہ فرماتے ہیں:

> ''اگر تم ان دونوں کے درمیان جھگڑے سے ڈرو تو ایک حَکم (فیصل) خاوند کے کنبہ سے اور ایک حَکم (فیصل) بیوی کے کنبہ سے مقرر کرو، اگر یہ دونوں (حَکم) اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو ملا دے گا، بے شک اللہ جانتا ہے اور خبردار ہے۔'' [1]

اگر یہ دونوں اصلاح کی کوشش کریں گے تو اللہ میاں بیوی کے حالات بہتر بنا دیں گے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ آپ کی مشکل آسان فرمائے، (آمین)۔

چوتھے نمبر پر، اگر ان ثالثوں کی کوششیں بھی کارگر ثابت نہ ہوں تو پھر ایک ایسا حل اس کے سامنے رکھو جو تمہارے لیے بڑی ہمت اور جرأت والا ہے، اسے کہو کہ وہ ایک اور شادی کر لے اور تو اس کے ساتھ رہے گی مگر اس سے حق زوجیت ادا کرنے کا کوئی مطالبہ نہیں کرے گی بشرطیکہ وہ گناہوں کی زندگی کو خیر باد کہہ دے، فلمیں وغیرہ نہ دیکھے، وہ تیرے اور تیری اولاد کے اوپر خرچ کرے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اللہ کے فرمان کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

---

[1] ٤/ النساء: ٣٥۔

''اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی بے پرواہی کا ڈر ہو تو (میاں بیوی) دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ آپس میں صلاح کر کے صلح کر لیں اور صلح ہر حال میں بہتر ہے۔'' [1]

یہاں ہم اصلاح کا یہی مطلب لے سکتے ہیں کہ تم اپنی باری قربان کر کے اسے گناہوں کی دلدل سے نکال لو۔

''جب حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا عمر رسیدہ ہو گئیں تو انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی باری ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گزارتے۔'' [2]

ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں، انہوں نے اپنی باری ہبہ کر دی۔

اگر یہ تدبیر بھی سودمند نہ رہے تو پھر آخری حل طلاق سے پہلے اتنا ضرور سوچ لینا کہ اگر اس آدمی کے ساتھ رہنا الگ رہنے سے زیادہ نقصان دہ ہے تو اس سے طلاق کا مطالبہ کرنا اور اگر یہ سمجھو کہ الگ رہنا اس کے ساتھ رہنے سے زیادہ نقصان کا باعث ہے تو پھر صبر کرنا اور مالکِ ارض و سما سے گڑگڑا کر مدد اور نصرت طلب کرنا، وہ دعاؤں کو سننے والا ہے۔ اگر علیحدگی کی صورت ہی نظر آئے تو پھر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی پیشِ نظر رکھنا:

''اگر وہ دونوں (میاں بیوی) الگ ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنے فضل سے بے پرواہ کر دے گا اور اللہ وسعت اور حکمت والا ہے۔'' [3]

آپ کا مسئلہ انتہائی مشکل ہے مگر اللہ سے مدد طلب کرنا، اس سے دعائیں کرنا اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا اس کو آسان بنا سکتا ہے۔ ہم ایک بار پھر آپ کو کہنا چاہیں گے کہ ہر حالت میں اپنے خاوند کو اچھے طریقے کے ساتھ نصیحت کیجیے، اللہ آپ کی حفاظت فرمائے اور آپ کی مشکل آسان کر دے، آمین۔ [4]

---

[1] ٤/ النساء: ١٢٨۔ [2] بخاری، کتاب النکاح، باب المرأة تهب یومها....: ٥٢١٢۔

[3] ٤/ النساء: ١٣٠۔ [4] موسوعة فتاویٰ معاصرة: ١٣٠/٣۔

خاوند تشدد کرتا ہے، کیا کروں؟

سوال میری شادی کو پانچ سال ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد جیسی نعمت سے بھی نوازا ہے مگر میری مشکل یہ ہے کہ میرا خاوند انتہائی گرم طبیعت کا مالک ہے اور زبردست جذباتی ہے۔ غصہ کی حالت میں اس کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں، وہ جب میرے ساتھ ناراض ہوتا ہے تو بعض دفعہ مجھے مارتا ہے اور تشدد کا نشانہ بناتا ہے، مگر آج تک اس نے مجھے چہرے پر نہیں مارا۔ جب اس کا غصہ ختم ہو جاتا ہے تو میں اس سے کہتی ہوں کہ ''آپ دین اسلام کے اصولوں کے مطابق ترتیب کے ساتھ عمل کیوں نہیں کرتے اور فوراً ہی ہاتھ اٹھا لیتے ہیں'' تو وہ خاموش رہتا ہے یا پھر یہ کہہ دیتا ہے کہ غصہ میں ایسا ہو جاتا ہے۔ میں آپ سے امید کرتی ہوں کہ آپ یہ نہیں کہیں گے کہ ''بہن صبر کرو اور خاوند سے ناراض نہ ہو'' کیونکہ میرے صبر کی انتہا ہو چکی ہے۔ وہ کبھی کبھی بچوں کے سامنے مارنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ اب میرا بڑا بچہ بھی مجھے مارتا ہے، کیا اس حالت میں ہماری ازدواجی زندگی باقی رہے یا نہیں؟ اور اگر باقی رہے تو کیا میں مسلسل اس کی زیادتی برداشت کرتی رہوں اور کوئی ردِعمل ظاہر نہ کروں؟ آپ مجھے کیا نصیحت فرماتے ہیں؟

جواب اے میری بہن! آپ نے جو مشکل اور مصیبت ذکر کی ہے وہ واقعتاً ہی بڑی المناک اور باعثِ اذیت ہے لیکن ہم آپ کے لیے پہلی اور آخری بات یہی کہنا چاہیں گے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور اس سے دعا کرو کہ وہ تمہارے خاوند کا دل نرم کرے اور اس پریشانی سے تمہیں نجات دے دے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم آپ کو چند نصیحتیں کرنا چاہیں گے۔

☆ آپ کا خاوند دراصل نصیحت اور رہنمائی کا محتاج ہے، لہٰذا کوئی ایسا شخص جو خیر خواہ اور اصلاح پسند ہو، اسے کہو کہ وہ اسے سمجھائے اور میاں بیوی کی خانگی ذمہ داریوں، حقوق و فرائض، اولاد کی تربیت، حسن خلق اور تعاون کی پالیسی کا درس دے۔

☆ جس قدر ممکن ہو سکے اپنے خاوند کو غصہ اور اشتعال سے بچانے کی کوشش کرو، اگر دیکھو کہ وہ غصہ میں آ رہا ہے تو خاموش ہو جاؤ اور موضوع گفتگو بدل ڈالو اور ایسی بات شروع کر دو جس کو وہ پسند کرتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے۔ عربی زبان میں ایک کہاوت ہے کہ ''من رای مصیبة غیره هانت علیه مصیبته'' جو دوسروں کی مصیبت پر غور کرے گا تو اس کے

لیے اس کی اپنی مصیبت ہلکی ہو جائے گی۔

اے بہن! بعض خاوند تو وہ ہیں جو اپنی بیویوں کو اللہ معاف فرمائے چہرے پر مارتے ہیں، زبردست تشدد کا نشانہ بناتے ہیں، آدھی رات کے وقت گھر سے باہر دھکا دے کر دروازہ بند کر لیتے ہیں اور وہ بیچاری گھر کے باہر ہی روتے روتے رات گزار دیتی ہیں۔ ان کے زیور اور مال چھین لیتے ہیں، وہ اپنی بیوی اور بچوں کو ایک پیسہ بھی نہیں دیتے، بیچاریاں لوگوں کے گھروں میں کام کر کے اپنا اور بچوں کا پیٹ پالتی ہیں۔

بعض بدبخت شراب نوشی اور نشہ کی لعنت میں مبتلا ہوتے ہیں، وہ اپنی بیویوں پر وحشیانہ تشدد کرتے ہیں اور اپنا نشہ پورا کرنے کے لیے دن رات بربریت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی بدنصیب ہیں جو اللہ کو بھی نہیں پہچانتے، مسلمان ہونے کے باوجود کلمہ، نماز، روزہ سے دور ہیں۔ انہیں یہ بھی علم نہیں کہ قبلہ کس طرف ہے، کلمہ کے صحیح الفاظ کیا ہیں؟ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کرتے ہیں۔

اے بہن! شاید تو ان بہنوں کی مصیبت اور پریشانی پر غور کرے تو تجھے اپنی مصیبت بہت کم نظر آئے۔ آپ کا خاوند تو شاید غصہ کی حالت میں ایسا کرتا ہے، پھر نارمل حالت میں آپ کی بات بھی سنتا ہے اور یہ اعتراف بھی کرتا ہے کہ غصہ کی حالت میں ایسا ہو جاتا ہے۔

تو خاوند کی اچھی عادات کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کرو کہ وہ تیرا اور تیری اولاد کا خرچ مسلسل دے رہا ہے اور تجھے جس قدر ضرورت ہو وہ پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس نے کبھی بھی تجھے چہرہ پر نہیں مارا ہے اور شدید غصہ کی حالت میں بھی اس بات کا خیال رکھتا ہے کہ تیرے چہرے پر کوئی خراش نہ آئے، شاید آپ سے بھی کوئی غلطی ہو جاتی ہوگی جس کی وجہ سے وہ غصہ میں آجاتا ہے اور آپ کو مارنے پر اتر آتا ہے۔

یاد رکھئے! کہ کچھ خانگی مشکلات ایسی ہوتی ہیں جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔ جب انسان کا تعلق اولاد کے ساتھ زیادہ ہوتا ہے تو بیوی کے ساتھ بھی حالات اچھے ہو جاتے ہیں۔ اولاد جب بڑی ہو جاتی ہے تو بعض مشکلات اپنے آپ ختم ہو جاتی ہیں۔ جب خاوند دیکھتا ہے کہ اس کی بیوی اس کی اولاد کی تربیت کر رہی ہے، ان کا خیال رکھ رہی ہے،

گھر کو سنبھال رہی ہے تو تشدد سے باز آ جاتا ہے۔ البتہ یہ بات کہ آپ کا بیٹا بھی آپ کو مارتا ہے تو لگتا ہے کہ آپ کچھ زیادہ ہی پریشان ہو گئیں، آپ کے بیٹے کی عمر ہی کیا ہے؟۔ آپ کی شادی کو فقط پانچ سال ہوئے ہیں، وہ بچہ ہے، اس کو پیار سے سمجھائیں، ان شاء اللہ تعالیٰ سمجھ جائے گا۔ اللہ آپ کی مدد فرمائے اور آپ کی مشکل آسان بنا دے، آمین۔ [علماء کمیٹی]

بیوی سے قطع تعلقی کا حکم

سوال آپ اُس آدمی کے متعلق کیا کہتے ہیں جس نے دو سال سے اپنی بیوی سے قطع تعلق کر رکھی ہے؟ نہ ہی وہ اسے طلاق دیتا ہے اور نہ ہی اسے اپنے گھر لاتا ہے، وہ اسے خرچہ وغیرہ بھی نہیں دیتا، وہ بیچاری ہر ایک سے کٹ کر رہ گئی ہے، کوئی اور بھی اس کا پرسانِ حال نہیں ہے۔

جواب یقیناً یہ بہت بڑی ناانصافی ہے، خاوند کے ذمہ بیوی کے کچھ حقوق ہیں جن کا ادا کرنا خاوند کے لیے ضروری ہے۔ اللہ کے فرمان کا ترجمہ ہے:

''اور ان (عورتوں) کے بھی حقوق ہیں جسے ان پر حق ہیں معروف طریقے سے۔'' [1]

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''تمہاری عورتوں کے تمہارے اوپر کچھ حقوق ہیں۔''

اس خاوند نے جو روش اپنا رکھی ہے یہ ظلم ہے، یا تو اسے اپنی بیوی کو واپس لانا چاہیے یا پھر اسے طلاق دینا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

''یا تو اچھے طریقے سے روکنا یا بہترین طریقے سے چھوڑ دینا ہوگا۔'' [2]

اس کے علاوہ بھی بہت سے دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کو معلق چھوڑ دینا انتہائی ظلم اور زبردست زیادتی ہے۔ اس خاوند کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے، اسے چاہیے کہ اپنی بیوی کے حقوق کو پورا کرے، اس کو جائز خرچہ دے۔ اور اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس کے حقوق میں کوتاہی کرے اور اگر وہ سمجھتا ہے کہ اس کی بیوی نافرمان ہے یا ان کا اکٹھے رہنا ناممکن اور باعثِ اذیت ہے تو پھر دوسرا راستہ اختیار کرنا ہوگا یعنی اس کو طلاق دینا ہوگی۔ اللہ ہماری

---

[1] ٢/ البقرۃ: ٢٢٨۔ [2] ٢/ البقرۃ: ٢٢٩۔

حالت درست فرمائے، آمین۔ [علماء کمیٹی]

خاوند کی بے رخی کا کیسے علاج کروں؟

سوال میرا خاوند دیندار اور اچھے اخلاق کا مالک ہے مگر وہ مجھ میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لیتا۔ جونہی گھر میں داخل ہوتا ہے تو اس کا چہرہ اتر جاتا ہے، تیوری چڑھ جاتی ہے اور اس کا دل تنگ ہو جاتا ہے۔ آپ شاید یہ کہیں کہ پھر میں ہی اس بیماری کا سبب ہوں، مگر اللہ شاہد ہے کہ میں اس کے تمام حقوق اور سکون واطمینان کا پورا خیال رکھتی ہوں اور پوری کوشش کرتی ہوں کہ وہ مجھ سے خوش رہے، مگر ایسا نہیں ہوتا۔ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ خوش رہتا ہے، ہنستا کھیلتا اور خوش گپیاں لگاتا ہے مگر جونہی میں اس معاملے میں بات کرنے کی کوشش کرتی ہوں تو غصے میں آ جاتا ہے، میں اس اذیت سے تنگ آ چکی ہوں۔ میں نے کئی بار گھر چھوڑنے کی کوشش کی لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔

فضیلۃ الشیخ! اگر میں گھر چھوڑ دوں اور اپنی اولاد کی تربیت اور ان کے کھانے پینے کا خود بندوبست کروں تو میں گنہگار ہوں گی یا نہیں؟ یا پھر گھر میں رہ کر اس کی بے رخی کا سامنا کروں، آپ کیا حکم دیتے ہیں؟

جواب یقیناً اسلام نے میاں اور بیوی دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک اور حسن معاشرت کا حکم دیا ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے سے محبت اور پیار کے ساتھ زندگی گزاریں۔ بیوی خاوند پر فریفتہ ہو تو خاوند بھی بیوی پر جان فدا کرتا ہو، کیونکہ اللہ فرماتے ہیں:

''اور ان (بیویوں) کے ساتھ بہترین زندگی گزارو۔'' [1]

سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

''نیکی حسن خلق کا نام ہے۔'' [2]

اور فرمایا:

''چھوٹی سی نیکی کو بھی حقیر نہ جانو اگرچہ تو اپنے بھائی کو ہشاش بشاش چہرے

---

[1] ٤/ النساء: ١٩۔ [2] مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تفسير البر والإثم: ٢٥٥٣۔

کے ساتھ ملے۔'' ❶

اور فرمایا:

''ایمان کے اعتبار سے کامل ترین مؤمن وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہے اور تم میں سے بہترین وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے لیے بہترین ہیں۔'' ❷

اس کے علاوہ بہت سی احادیث اس موضوع پر دلالت کرتی ہیں۔ اسلام تو مسلمانوں کو آپس میں حسن سلوک اور بہترین اخلاق اپنانے کا حکم دیتا ہے، میاں بیوی کو تو خاص طور پر اس حکم پر عمل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

آپ اپنے خاوند کی بے رخی اور جفا پر صبر کا مظاہرہ کر کے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ میں آپ کو مزید صبر کرنے اور گھر سے نہ نکلنے کا ہی مشورہ دیتا ہوں۔ اس میں آپ کی بھلائی اور آپ کے لیے دنیا و آخرت کی کامیابی ہے، اگرچہ آپ کا خاوند آپ میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لیتا مگر وہ آپ کو گھر سے نہیں نکالتا، خواہ مخواہ نہیں ڈانٹتا، ظلم و زیادتی نہیں کرتا۔ آپ اپنی اور اپنی اولاد کی بہتری کے لیے خاوند کے گھر میں رہیں۔ اللہ کا فرمان ہے:

''صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ۔'' ❸

اور فرمایا:

''بے شک وہ جو ڈر جائے اور صبر کرے تو بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔'' ❹

اور فرمایا:

''بے شک صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔'' ❺

اور فرمایا:

''صبر کرو، انجام کار پرہیزگاروں کا ہی ہے۔'' ❻

---

❶ مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب استحباب طلاقة الوجه: ٢٦٢٦۔

❷ ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق المرأة علی زوجها: ١١٦٢۔

❸ ٨/ انفال: ٤٦۔ ❹ ١٢/ یوسف: ٩٠۔ ❺ ٣٩/ الزمر: ١٠۔

❻ ١١/ ھود: ٤٩۔

آپ مندرجہ ذیل امور پر عمل کریں:

☆ آپ اپنے خاوند کو ایسے الفاظ اور ایسے القاب سے مخاطب کریں جو اس کے دل کو نرم کرنے کا سبب ہوں اور اس انداز سے اس کو اپنی محبت کا یقین دلائیں کہ وہ آپ میں دلچسپی لینا شروع کر دے۔

☆ دنیاوی مطالبات ترک کر دیں مگر یہ کہ انتہائی حاجت ہو، اگر وہ پوچھے تو اسے بتائیں کہ مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں بلکہ مجھے آپ کی توجہ اور چاہت مطلوب ہے۔

☆ اس کی خدمت پہلے سے بھی زیادہ کریں تاکہ اس کا دل جیت سکیں۔

☆ غصہ کی حالت میں اس کے سامنے کوئی بات نہ کریں۔

اے بیٹی! ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ آپ کی مشکل آسان کرے اور آپ کے خاوند کی حالت درست فرمائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کامیابی سچے لوگوں کو ہوتی ہے۔

عہد پورا کروں یا توڑ دوں؟

سوال میں اور میری بیوی علیحدہ گھر میں رہائش پذیر ہیں، اس سے قبل ہم میرے ماں باپ کے ساتھ اکٹھے رہ رہے تھے مگر کثرتِ مشکلات کی وجہ سے میں نے اپنی بیوی سے پکا عہد کیا کہ ہم علیحدہ رہائش اختیار کریں گے اور میں نے یہ وعدہ پورا کر دیا۔ لیکن اب میرے والد صاحب مجھے واپس آنے کا حکم دے رہے ہیں جبکہ میری بیوی واپسی کے لیے میرا حکم ماننے سے انکاری ہے۔ اس صورتحال میں آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ کیا میں اپنی بیوی کو چھوڑ دوں اور والد صاحب کی اطاعت کروں یا اپنی بیوی سے کیا ہوا عہد نبھاؤں، کیونکہ اللہ فرماتے ہیں:

''اپنے عہد کو پورا کرو، یقیناً عہد کے متعلق سوال ہوگا۔'' [1]

جواب اس بات میں کوئی شک نہیں کہ انسان پر اس کے والد کا حق بہت زیادہ ہے مگر آپ نے جب اپنی بیوی کو علیحدہ گھر لے دیا ہے اور آپ کی بیوی واپس آنے کے لیے تیار نہیں تو آپ اس پر زور دے کر اس کو واپس مت لائیں، اس میں سکون نہیں ہوگا اور آپ کی مشکلات میں اضافہ ہوگا۔ آپ اپنے والد صاحب کو اپنی مشکل سے آگاہ کریں کہ آپ کا اکٹھے رہنا مشکل اور

---

[1] ۱۷/ الاسراء: ۳۷۔

گھریلو پریشانیوں کا باعث ہے۔ آپ اپنی بیوی کو علیحدہ گھر میں رہنے دیں اور اپنے والد صاحب کی خدمت بھی کریں، ان کو وقت دیں، ان کی زیارت کریں، فون وغیرہ پر بھی ان سے مسلسل رابطہ رکھیں، امید ہے کہ وہ آپ کی بات سمجھ جائیں گے۔ آپ اپنا وعدہ پورا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''اور اپنے عہد کو پورا کرو، یقیناً عہد کے متعلق سوال ہوگا۔'' [1]

اور اگر حالات ایسے ہوں کہ والد یا بیوی میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا پڑے تو والد کا حکم مانیں اور اپنا عہد توڑنے پر قسم کا کفارہ دے دیں۔

آپ کے لیے طلاق جائز ہے اگر آپ اس کی ضرورت اور حاجت محسوس کریں اور آپ اپنی قسم کا کفارہ دیں گے، یہ اللہ کے اس فرمان ''اور اپنے عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کے متعلق سوال ہوگا'' کے خلاف نہ ہوگا کیونکہ اس سے وہ عہد مراد ہے جو حلال کو حرام نہ کرے۔

خاوند کا حق مہر استعمال کرنا کیسا ہے؟

سوال محترم شیخ صاحب! کیا خاوند کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی کا حق مہر کسی ضرورت کے لیے استعمال کرے جبکہ بیوی راضی ہو؟ یاد رہے ہمیں اللہ تعالیٰ نے اولاد جیسی نعمت سے نواز رکھا ہے اور میرے بعض دوست کہتے ہیں کہ مہر کا مال استعمال کرنے کے لیے تمام بچوں کی اجازت ضروری ہے۔

جواب یقیناً مہر کا مال بیوی کا ہے، وہ اس کی اکیلی مالک ہے اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر اس مال کو اپنے تصرف میں لائے، لیکن جب بیوی اپنی مرضی کے ساتھ اپنے خاوند کو یہ مال دے دے یا اس میں سے کچھ اس کو ہبہ کر دے تو یہ اس کے لیے جائز ہے اور اسے اس کو استعمال کرنے کا حق ہے، اب یہ مال خاوند کے لیے حلال ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

''اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو، اگر وہ اپنی مرضی سے تمہیں کچھ دے دیں تو ہنسی خوشی اس کو کھالو۔'' [2]

---

[1] ١٧/ بنی اسرائیل: ٣٤۔ [2] ٤/ النساء: ٤۔

یہاں اللہ نے عورت کی رضامندی کی شرط لگائی ہے کہ اگر بیوی اپنی مرضی اور خوشی کے ساتھ یہ مال اپنے خاوند کو دے دے تو اس کو استعمال میں لانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بیوی کی مرضی کے بعد اولاد سے اجازت لینے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یاد رہے کہ اگر بیوی باشعور ہے تو اس کی اجازت اس کی رضامندی اور خوشی تصور ہوگی ورنہ نہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اگر بیوی مہر کا مال اپنی خوشی سے اپنے خاوند کو دے دیتی ہے تو پھر خاوند پر احسان نہ جتلائے اور بار بار اس کا ذکر کر کے اس کو پریشان نہ کرے، اور اگر نہیں دیتی تو پھر خاوند کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ اس کے ساتھ برا سلوک کرے یا اس کو بہانہ بنا کر وہ اس پر سختی کرے یا پیسے نہ دینے کا طعنہ دے کر اس کی دل آزاری کرے کیونکہ مہر بیوی کا حق ہے اور اس کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنا مال اپنے پاس رکھے یا اپنے خاوند کو ہبہ کر دے۔

نوٹ ☆: میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ میں ایک دلچسپ واقعہ محترم قارئین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں جو اسی موضوع سے متعلق ہے۔ 2003ء میں جب ہم اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ میں القضاء الاسلامی (Islamic Law) کے طالب علم تھے۔ عملی تطبیق (پریکٹس) دیکھنے کے لیے مدینہ منورہ ہائی کورٹ جانے کا موقع میسر آتا۔ ہائی کورٹ کا ماحول انتہائی سادہ اور بے تکلف تھا۔ ایک دفعہ محکمۃ الزواج (فیملی کورٹ) میں فاضل جج فضیلۃ الشیخ حسین آل شیخ حفظہ اللہ جو کہ مسجد نبوی ﷺ کے امام وخطیب بھی ہیں، کی عدالت میں ایک سعودی لڑکی نے تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کر دیا۔ پیشی کے دن طلباء کو بھی بلایا گیا اور عدالتی کارروائی دیکھنے کے لیے انہیں نمایاں مقام پر بٹھایا گیا۔ سعودی لڑکی نقاب اور عبایا میں مکمل پردہ کیے ہوئے تھی۔ شیخ صاحب نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ اپنے خاوند کی زوجیت سے کیوں علیحدہ ہونا چاہتی ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ میرا خاوند مجھ پر خرچ کرنے کی بجائے میری تنخواہ سے ہر ماہ اچھی خاصی رقم قبضہ میں لے لیتا ہے۔

شیخ صاحب نے پوچھا کہ اس کے علاوہ بھی کوئی مشکل تم دونوں کے درمیان ہے؟ وہ کہنے لگی نہیں۔ انہوں نے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ اپنی بیوی پر کیوں خرچ نہیں کرتے اور اس کی آمدنی کیوں قبضہ میں لے لیتے ہیں جبکہ وہ راضی نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا

کہ میرا کاروبار مندا پڑ گیا ہے، چند دوستوں کا قرض دار ہوں، کسی سے مزید قرض لینے کی بجائے اپنی بیوی کی تنخواہ سے کچھ لے رہا ہوں اور اس کا باقاعدہ حساب رکھ رہا ہوں اور یہ پیسہ گھریلو ضروریات پر خرچ کر رہا ہوں۔ اگر میری بیوی سمجھتی ہے کہ میں جن ضروریات پر خرچ کر رہا ہوں ان سے اس کا کوئی تعلق نہیں تو میں حالات بہتر ہوتے ہی ایک ایک پائی واپس کر دوں گا۔

شیخ صاحب نے لڑکی سے پوچھا کہ جب آپ کا خاوند آپ کا پیسہ واپس کرنے کی نیت رکھتا ہے اور ویسے بھی وہ اپنی ذات پر خرچ نہیں کر رہا تو آپ طلاق لینے پر کیوں اصرار کر رہی ہیں؟ لڑکی نے جواب دیا کہ میں بہر حال اس نکاح کو ختم کرنا چاہتی ہوں۔ شیخ صاحب نے دونوں کو حکم دیا کہ وہ فیملی کورٹ میں بنائے گئے خاص کمرہ میں جائیں، نصف گھنٹہ تک آپس میں صلاح مشورہ کریں اور سوچیں کہ اسلام گھروں کو ٹوٹتے ہوئے نہیں بلکہ بنتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے۔ ہمارے رسول ﷺ نے باوفا اور صوم وصلوٰۃ کی پابند بیوی کو خاوند کی اطاعت اور اس کے ساتھ تعاون پر جنت کی خوشخبری سنائی ہے۔

وہ دونوں اس خاص کمرہ میں چلے گئے، نصف گھنٹہ کے بعد آئے تو لڑکی کے لب ولہجہ میں پہلے والی سختی نہ تھی اور صاف محسوس ہو رہا تھا کہ وہ سمجھانے بجھانے پر خاوند کے ساتھ رہنے پر تیار ہو جائے گی۔ شیخ صاحب نے لڑکی سے پوچھا بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ کوئی زبان آور لڑکی نہ تھی، اس نے تھوڑی سی ہچکچاہٹ کے بعد دھیمے سے انداز میں کہا کہ میں طلاق چاہتی ہوں۔ عین اس وقت جب شیخ صاحب اس کے ساتھ مخاطب ہونے لگے، ایک ادھیڑ عمر سعودی شخص نے کہا شیخ صاحب آپ طلاق جاری کرنے کا حکم صادر کریں، ہم طلاق ہی چاہتے ہیں۔ شیخ صاحب نے کہا تو کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں لڑکی کا باپ ہوں۔ شیخ صاحب کہنے لگے کہ آپ خاموش رہیں، آپ کو اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ میاں بیوی کے درمیان دوری کا باعث بنیں۔ شیخ صاحب نے کہا میں تمہیں دس دن کا وقت دیتا ہوں، خوب سوچ لو اور دس دن کے بعد اپنے فیصلہ سے آگاہ کرو لیکن ان دس دنوں میں تجھے اپنے خاوند کے گھر میں رہنا ہوگا۔

دس دن کے بعد عدالت کی کارروائی شروع ہوئی، لڑکی نے طلاق کا مطالبہ کیا، لڑکی کے

باپ نے بھی طلاق پر زور دیا۔ شیخ صاحب نے عدالت کے داروغہ کو مخاطب کر کے کہا کہ لڑکی کے باپ کو کمرۂ عدالت سے باہر نکال دو، یہی مجھے طلاق کا محرک لگتا ہے۔ پھر شیخ صاحب نے مختصر انداز میں اسلامی خاندانی نظام کی خوبیاں، بیوی کی اطاعت اور وفا شعاری کے دلائل لڑکی کو سمجھائے۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا قصہ ذکر کیا کہ جب ان کی شادی رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تو وہ انتہائی مالدار خاتون تھیں اور انہوں نے اپنا مال رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈھیر کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں جس طرح چاہیں تصرف کریں، یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

شیخ صاحب ایک ہمدرد باپ کی طرح لڑکی کو بیٹی بیٹی کہہ کر سمجھائے جا رہے تھے اور لڑکی کا بھیگا ہوا نقاب اس بات کا غماز تھا کہ اس کا احمقانہ پن آنسوؤں کے راستے سیاہ عربی عباء میں جذب ہو چکا ہے۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، شیخ صاحب نے دونوں کو خاص کمرہ میں جانے اور مشورہ کرنے کا مزید وقت دے دیا۔ جب وہ دونوں باہر آئے تو نوجوان کا چہرہ گلاب کے پھول کی طرح کھلا ہوا تھا اور لڑکی کی نظریں احساسِ ندامت سے زمین پہ گڑ چکی تھیں اور اس کا غصہ کافور ہو چکا تھا۔ لڑکی نے اعتراف کیا کہ اس کا والد طلاق پر مجبور کر رہا تھا تاکہ حق مہر کا وارث بنے کیونکہ سعودی عرب میں مہر قابل ذکر ہوتا ہے۔

اب نفرت محبت میں بدل چکی تھی، لڑکی کہنے لگی کہ اللہ کا شکر ہے جس نے آپ جیسے شفیق اور ہمدرد جج ہم لوگوں کو نصیب فرمائے ہیں اور اس نے یہ بھی کہا کہ مجھے اپنے خاوند سے حساب و کتاب لینے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ لڑکے نے شیخ صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اللہ آپ کی عمر دراز فرمائے کہ آپ نے انتہائی شفقت کا معاملہ کرتے ہوئے ہمارا گھر ٹوٹنے سے بچا لیا۔ شیخ صاحب نے عاجزی سے کہا کہ یہ تو اسلام کے سنہری اصول ہیں جو میں نے آپ کو یاد کروائے ہیں، یہ اُس ذاتِ الٰہی کی مہربانی ہے جس نے نفرت کو محبت میں اور دشمنی کو دوستی میں بدل ڈالا ہے۔

ہم سوچ رہے تھے کہ اگر ہمارے ملک کی عدالت ہوتی تو ایسا تماشہ ہوتا کہ دیکھنے والے بھی انگشت بدنداں رہ جاتے۔ یہاں نفرت کو ہی پروان چڑھایا جاتا، غلط فہمیاں ہی پیدا کی جاتیں، تاریخوں پہ تاریخیں ڈال کر اپنی جیبیں بھری جاتیں اور آخر کار تحفظ حقوق نسواں کا پُر

فریب نعرہ لگا کر عورت کو آزاد کر دیا جاتا۔ پھر وہ کہاں کہاں بھٹکتی، کیا کیا رسوائیاں جنم لیتیں اور کیا کیا بربادیاں ہوتیں شاید اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ ابھی تک اس خطہء مقدس میں ایسا بہترین اسلامی ماحول میسر ہے اور یہاں جج حضرات جہاں اسلامی قانون کے ماہر ہوتے ہیں، وہاں ان کے لیے عالم دین ہونا بھی بنیادی شرط ہے، یہی وجہ ہے کہ ایسے قابل رشک فیصلے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ہمیں جو کچھ برطانوی سامراج نے دیا ہے اسی پر تکیہ کیے بیٹھے ہیں، جس کی وجہ سے ہمارا معاشرہ مسائل کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے، آمین

خاوند کا صلہ رحمی سے منع کرنا کیسا ہے؟

سوال میرا خاوند مجھے میرے گھر والوں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے سے منع کرتا ہے۔ کیا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ مجھے صلہ رحمی سے منع کرے، خصوصاً میری والدہ اور والد کے ساتھ؟

جواب اے بیٹی! قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا واجب ہے۔ خاوند کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اس کے گھر والوں کے ساتھ صلہ رحمی سے روکے، کیونکہ قطع رحمی کبیرہ گناہ ہے۔ اس صورتحال میں خاوند کی اطاعت لازم نہیں ہوگی بشرطیکہ اس صلہ رحمی کی وجہ سے خاوند کے حقوق پر زد نہ پڑتی ہو یعنی اس کی حق تلفی نہ ہوتی ہو، مثلاً گھر والے بیوی کو خاوند کے خلاف اکساتے ہوں اور اس سے متنفر کرتے ہوں، اگر ایسا ہو تو خاوند کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اس کے گھر والوں کے ساتھ صلہ رحمی سے منع کر دے۔ یہ بھی یاد رہے کہ بیوی اپنے خاص مال سے ہی اپنے گھر والوں کو کچھ دے سکتی ہے۔ اگر مذکورہ شرعی مجبوری کی وجہ سے خاوند نے بیوی کو صلہ رحمی سے منع کر رکھا ہو تو وہ ٹیلی فون یا خط و کتابت کے ذریعے اپنے گھر والوں سے صلہ رحمی کر سکتی ہے، ان کی خیریت وغیرہ دریافت کر سکتی ہے جبکہ فساد کا خطرہ نہ ہو۔ (صالح فوزان)

زوجین کی چغل بازی کیسی ہے؟

سوال میرا خاوند میری باتیں اپنے گھر والوں کو سناتا ہے اور ان کی باتیں مجھے آکر بتاتا ہے، اس میں ہمارے لیے بہت سی مشکلات جنم لیتی ہیں اور ہماری ازدواجی زندگی متاثر ہو رہی

ہے۔اسی طرح عام طور پر بیویاں اپنے خاوند کی باتیں اپنے گھر جا کر بتاتی ہیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں کو پہاڑ بنا کر پیش کرتی ہیں جس سے ازدواجی زندگی کی مٹھاس میں زہر گھلنا شروع ہو جاتا ہے۔کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ یاد رہے کہ میں نے اپنے خاوند کو کئی بار منع کیا ہے لیکن وہ میری بات پر کوئی توجہ نہیں دیتا ہے۔اس صورتحال میں کیا کرنا چاہیے؟

جواب جو صورتحال آپ نے ذکر کی ہے اس کو چغل بازی اور غیبت کہتے ہیں۔چغل بازی کسی کی باتیں فساد اور فتنہ کی غرض سے نقل کرنے کو کہتے ہیں۔عربی زبان میں اسے تحریش، افساد اور العضۃ کہتے ہیں۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''کیا میں تمہیں 'العضہ' کے بارے میں نہ بتاؤں؟ یہ لوگوں کے درمیان چغلی بازی کو کہتے ہیں۔'' ❶

اس گناہ کی زبردست وعید اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان میں بیان فرمائی ہے:

﴿هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ﴾ ❷

''بے وقار کمینہ عیب گو۔''

چغل خوری اور غیبت جہنمیوں کا وصف ہے، اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ ❸

''بربادی ہے ہر عیب ٹٹولنے والے اور غیبت کرنے والے کے لیے۔''

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔'' ❹

اس بارے میں ایک اثر بھی منقول ہے کہ:

''چغل خور جس قدر بربادی ایک گھڑی میں کرتا ہے اس قدر جادوگر پورا سال نہیں کرسکتا۔'' ❺

نبی کریم ﷺ نے یہ بھی خبر دی کہ:

---

❶ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم النمیمة: ٢٦٠٦۔ ❷ ٦٨/ القلم: ١١۔
❸ ١٠٤/ الهمزة: ١۔ ❹ بخاری، کتاب الأدب، باب مایکره من النمیمة: ٦٠٥٦۔
❺ شرح عمدة الأحكام لجبرین، ٢/ ٢٢۔

''چغل خور اور غیبت کرنے والے کو قبر میں سخت عذاب ہوگا۔''

یہ مذموم فعل تو عام لوگوں کے درمیان بھی حرام ہے چہ جائیکہ میاں بیوی کے درمیان ہو۔ سو ایسا کرنے والا بے وقوف ہے جو اپنے گھر کی تباہی خود ہی کر رہا ہے، یہ چاہے میاں ہو یا بیوی ہو۔ آپ کے خاوند کو اللہ کا خوف دل میں رکھنا چاہیے اور ایسے اسباب کو ترک کر دینا چاہیے جو انسان کو جلد یا بدیر عذابِ الیم میں مبتلا کرنے والے ہیں۔

ہم آپ کے خاوند کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ چغل خوری، غیبت اور جھوٹ سے باز رہے اور اسی طرح ان بیویوں کو بھی کہتے ہیں کہ وہ اس طرح کی بے وقوفی مت کریں، اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی نہ چلائیں۔ (عبداللہ بن جبرین)

فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں

سوال میرا خاوند میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا ہے، میری تمام ضروریات کو کہے بغیر پورا کرتا ہے مگر اس کا سلوک اعتدال کی حدوں سے تجاوز کر جاتا ہے یعنی وہ فضول خرچی کرتا ہے۔ میں جب بھی اس معاملہ میں بات کرنے کی کوشش کرتی ہوں تو وہ کہتا ہے کہ دنیا سے تو صرف کفن ہی نصیب ہوگا، لہٰذا کھاؤ، پیو، پہنو اور موج اڑاؤ، دنیا سے کیا لے کر جانا ہے؟ یاد رہے کہ ہم کرائے کے مکان میں رہ رہے ہیں۔ کیا اس کو اس طرح فضول خرچی کرنے کا اختیار حاصل ہے؟ میں اس کے ساتھ کیا برتاؤ کروں، کیونکہ نصیحت اسے فائدہ نہیں دے رہی؟

جواب یہ عمل جائز نہیں ہے۔ یہ بے وقوفی اور پاگل پن ہے۔ حلال کمائی اس طرح ضائع کرنا اور غیر ضروری کاموں میں صرف کرنا صحیح نہیں ہے۔ مال و دولت ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا، اور یہ بڑی تگ و دو اور محنت کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ مال خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرے اور فضول خرچی سے باز رہے۔ اللہ کا یہ ارشاد اس مؤقف کی دلیل ہے:

''اور تم فضول خرچی نہ کرو، یقیناً وہ فضول خرچوں کو پسند نہیں کرتا۔'' [1]

اللہ نے جہاں فضول خرچی سے منع کیا ہے وہاں یہ وضاحت بھی کی ہے کہ فضول خرچی

---

[1] ٦/انعام: ١٤١۔

کرنے والے شیطان کے ساتھی ہیں، فرمایا:

''اور تو فضول خرچی نہ کر، یقیناً فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں۔'' ❶

انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے مال کی حفاظت کرے اور اپنی ضروریات میں استعمال کرے اور اپنی حاجات کے لیے بچا کر رکھے۔ آپ کے خاوند کو چاہیے کہ مال ضائع کرنے کی بجائے اپنا گھر خریدنے کے لیے مال جمع کرے۔ اگرچہ انسان دنیا سے صرف کفن ہی لے کر جاتا ہے لیکن اس حقیقت کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنا پیسہ فضول لباس خریدنے، مہنگے اور عالیشان پکوان بنانے، قیمتی جوتے خریدنے اور مہنگی ترین گاڑیوں کے حصول میں صرف کر دے، یہ قطعاً صحیح نہیں کہ فضول کاموں میں پیسہ برباد کرتا رہے، عنقریب اس پیسے کا حساب ہونے والا ہے۔

نوٹ ☆: میں مترجم عرض کر رہا ہوں: اسلام راہِ اعتدال کا درس دیتا ہے اور اپنے متبعین کو کنجوسی اور فضول خرچی دونوں سے منع کرتا ہے۔ جس طرح فضول خرچی شریعت میں جائز نہیں بالکل اسی طرح کنجوسی اور بخیلی بھی ہرگز جائز نہیں ہے، مگر اللہ معاف فرمائے بعض لوگ اس قدر کنجوس ہوتے ہیں کہ عام انسان بھی تعجب کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ والدِ گرامی کبھی کبھار ایک حاجی صاحب کی داستان سنایا کرتے ہیں جو ان کے ساتھ حج پر گیا، اس کی بیوی بھی اس کے ساتھ تھی۔ وہ دو تین ماہ مکہ مکرمہ میں رہے اور مذکورہ حاجی صاحب کی بیوی روزانہ اپنے خاوند سے درخواست کرتی کہ مجھے سیاہ رنگ کا فلاں دوپٹہ لے دو مگر حاجی صاحب جواب دیتے تو نے دوپٹے کو کیا کرنا ہے؟ پھر مدینہ منورہ گئے تو بھی اس بیچاری کا یہی مطالبہ رہا مگر حاجی صاحب بھی اپنی بات کے پکے تھے۔ حاجن صاحبہ نے فقط ایک دوپٹے کی فرمائش کی اور کچھ نہیں مانگا مگر حاجی صاحب بھی مضبوط اعصاب کے مالک تھے، انہوں نے بھی اپنی بات پوری کر دکھائی اور بیچاری کو دوپٹہ خرید کر نہیں دیا۔

راقم الحروف ایک دفعہ اپنے آبائی قصبہ کے مین بازار میں جا رہا تھا، میرے آگے آگے ادھیڑ عمر میاں بیوی جا رہے تھے۔ بیوی میاں کو مخاطب ہو کر کہتی ہے کہ مجھے پانچ روپے کی مٹھائی لے دو۔ میاں کہتا ہے میں کہاں سے لے کر دوں؟ بیوی کہتی ہے کہ تیرے پاس اتنے پیسے ہیں،

---

❶ ۱۷/الاسراء: ۲۷-۲۶۔

میں جب بھی تیرے ساتھ بازار آتی ہوں تو فقط پانچ روپے کی چیز مانگتی ہوں مگر تو نے کبھی بھی میری بات پر غور نہیں کیا، کبھی تو بات مان بھی لیا کرو۔ میاں بڑے غصے سے بولا "توں تے بڑی فضول خرچ ایں، تینوں ہُن اکٹھی پنج روپے دی مٹھائی لے کے دے دیاں؟" اس بیچاری کی یہ حالت دیکھ کر مجھے بہت ترس آیا اور میں نے سوچا کہ یہ عورت ادھیڑ عمر ہے اور ہمارے لیے ماں کا درجہ رکھتی ہے، میں بیچاری کو کچھ لے دوں مگر اس کے بد دماغ شوہر کو دیکھ کر میں نے خاموشی میں ہی عافیت سمجھی۔ میں نے اپنے دل میں کہا اے پروردگار! تو بڑا ہی بے نیاز ہے، تو نے کیسے کیسے کنجوس لوگ پیدا کر دیئے ہیں، تو ہی ہے جو سب کی ضروریات کو پورا کرتا ہے، لوگوں کو بے حساب دیتا ہے، تیرے ہاتھ کھلے ہیں، تو دن رات اپنی مخلوقات پر اپنی نعمتوں کے خزانے لٹا رہا ہے، مگر انسان ناشکرا ہے جو پھر بھی تیرا شکر ادا نہیں کرتا ہے۔

لعنت کرنے والے کا حکم

سوال میرا خاوند بہت زیادہ لعن طعن کرتا ہے۔ وہ لوگوں کی عزت وناموس پر اپنی زبان سے رکیک حملے کرتا رہتا ہے، حالانکہ وہ نماز، روزہ، نوافل اور صدقات وغیرہ کا اہتمام کرتا ہے۔ میں نے کئی بار اس کو سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ نہیں مانتا۔ اس معاملے میں آپ کیا نصیحت کرتے ہیں؟

جواب آپ پر لازم ہے کہ آپ اچھے طریقے اور پوری حکمت کے ساتھ اپنی نصیحت جاری رکھیں۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

"مؤمن طعنہ زنی کرنے والا، لعن طعن کرنے والا، فحش گوئی اور گندی گفتگو کرنے والا نہیں ہوتا۔" [1]

ایمانِ کامل ایک مؤمن کو طعن وتشنیع، عیب جوئی، غیبت، سب وشتم اور زبان کے غلط استعمال سے منع کرتا ہے کیونکہ اس کا انجام بہت ہی بھیانک ہوگا، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"لعنت کرنے والے قیامت کے دن نہ ہی تو کسی کی سفارش کر سکیں گے اور نہ ہی گواہ بن سکیں گے۔" [2]

---

[1] الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی اللعنة: ۱۹۷۷۔

[2] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهی عن لعن الدواب وغیرها: ۲۵۹۸۔

یہ بھی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ لعنت، لعنت کرنے والے کی طرف ہی لوٹ آتی ہے۔

حسن ظن سے کام لیجیے

سوال میری بیوی اللہ کے فضل وکرم سے باوفا اور محبت کرنے والی ہے۔ اللہ نے ہمیں اولاد جیسی نعمت سے بھی نواز رکھا ہے۔ میری مشکل یہ ہے کہ میری بیوی بعض دفعہ فون پر آہستہ آواز سے بات کر رہی ہوتی ہے تو مجھے برے گمان آنا شروع ہو جاتے ہیں، حالانکہ ابھی تک مجھے اس سے ایسی کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی کہ وہ کسی اجنبی سے باتیں کرتی ہو۔ میں بعض دفعہ پروگرام بناتا ہوں کہ جب وہ فون پر آہستہ آواز سے بات کر رہی ہو تو خفیہ طریقے سے اس کی باتیں سنوں۔ کیا میں ایسا کر سکتا ہوں؟ اور اگر نہیں تو ان شکوک وشبہات کا کیا کروں جو میرے دل پر گزرتے ہیں؟

جواب آپ کو چاہیے کہ اپنی باوفا بیوی کے متعلق حسن ظن سے کام لیں اور بدگمانی چھوڑ دیں۔ آپ کے بقول وہ آپ سے خیانت نہیں کرتی، نیک ہے اور اپنے خاوند کا خیال رکھنے والی ہے۔ ہم آپ کو شکوک اور غلط گمان سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ دونوں کی پرسکون زندگی جہنم بن جائے۔ اگر وہ بعض دفعہ آہستہ آواز سے باتیں کر رہی ہوتی ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی کسی سہیلی سے بات کر رہی ہو یا اپنے گھر کے افراد سے گفتگو کر رہی ہو۔ لہٰذا آپ شیطانی خیالات کو اپنے قریب نہ آنے دیں۔

میاں بیوی کا رشتہ اعتماد، خلوص اور محبت پر قائم ہے۔ آپ خود تسلیم کر رہے ہیں کہ آپ کو اپنی بیوی کے کردار پر کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں ہے، تو پھر ایسے خیالات کو دل میں ہرگز جگہ نہ دیں اور اپنی پرسکون زندگی میں زہر گھولنے سے باز رہیں۔ آپ اپنی بیوی پر غلط گمانی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ ٱلظَّنِّ إِثْمٌ ﴾ [1]

''اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو، یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔''

---

[1] ٤٩/ الحجرات: ١٢۔

آپ اپنی بیوی پر بدگمانی کر رہے ہیں جو یقیناً گناہ ہے کیونکہ وہ باوفا اور فرمانبردار ہے۔

نوٹ☆: میں مترجم عرض کر رہا ہوں: بعض لوگ انتہائی شکی مزاج ہوتے ہیں۔ نواب صدیق الحسن خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الروضۃ الندیہ" میں انتہائی شگفتہ انداز میں شکی مزاج لوگوں پر تبصرہ فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"بعض لوگ شک کی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں، شیطان ان کو پاگل کر دیتا ہے اور وہ رحمان کی شریعت کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کی دنیا بھی تباہ ہو جاتی ہے اور آخرت بھی برباد ہو جاتی ہے۔ یہ بہت بڑا خسارہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے آپ کو تنگی اور تکلیف میں بھی مبتلا کر لیتے ہیں۔"

مزید لکھتے ہیں کہ:

"شک میں مبتلا آدمی جب غسل کرنے لگتا ہے تو بالوں کی جڑوں، ہاتھوں کے جوڑوں اور تمام اعضاء کو رگڑ رگڑ کر دھوتا ہے۔ ایک انگلی کو رگڑتا ہے، اس سے بڑی مشکل سے فارغ ہوتا ہے پھر دوسری شروع کر دیتا ہے۔ ایک طویل مدت کے بعد ایک ہاتھ دھو کر فارغ ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ شیطان پھر کھیلتا ہے اور اسے شک میں ڈال دیتا ہے اور جو ہاتھ اس نے دھولیا ہوتا ہے یا جن اعضاء کے دھونے سے وہ فارغ ہو چکا ہوتا ہے ان کے متعلق اس کے دل میں خیال آتا ہے کہ نہیں ابھی اس نے ان کو نہیں دھویا ہے اور پھر وہ دوبارہ شروع کر دیتا ہے۔"

وہ مزید لکھتے ہیں کہ:

"یہ ابلیس کی اطاعت اور اللہ کی فرمانبرداری سے فرار ہے، وہ اللہ کی بجائے شیطان کے حکم کی بجا آوری کرتا ہے۔" [1]

موصوف کی بات بالکل صحیح ہے۔ بعض لوگ وضو کرتے ہوئے اس قدر شک کا شکار ہوتے ہیں کہ کئی کئی دفعہ اعضاء کو دھو ڈالتے ہیں مگر ان کی تسلی نہیں ہوتی۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے اعضاء کو تین دفعہ سے زیادہ دھونے والے کے متعلق یوں ارشاد فرمایا:

---

[1] الروضة الندية: ١/ ٨٦۔

''جس نے تین سے زیادہ بار دھویا یقیناً اس نے برا کام کیا، زیادتی کی اور ظلم سے کام لیا۔'' [1]

میرے ایک جاننے والے اپنی بہن کا تذکرہ کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ میری بہن بہت ہی نیک ہے اور انتہائی محتاط ہے۔ وہ جب وضو کرتی ہے تو ماشاء اللہ اس قدر تسلی سے وضو کرتی ہے کہ پوری بالٹی خالی ہو جاتی ہے۔ میں نے ازراہِ مذاق عرض کیا کہ اگر کوئی بہن وضو میں گھر کی پوری ٹینکی استعمال کرتی ہوگی تو وہ پھر آپ کی بہن سے بھی زیادہ محتاط اور نیک ہوگی۔

ہمارے ایک نوجوان بھائی جو کبھی کبھار دینی مجلّات میں کالم وغیرہ بھی لکھتے ہیں، اسی طرح کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ جب ان کے ساتھ پہلی دفعہ نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا تو میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی کہ وہ اس قدر شک کی بیماری میں مبتلا ہیں؟ جب انہوں نے نماز شروع کرنا چاہی تو کئی دفعہ ہاتھوں کو بلند کیا پھر نیچے کرلیا، بلا مبالغہ جب وہ دسویں یا گیارہویں مرتبہ ہاتھوں کو بلند کرنے میں کامیاب ہوئے تو پھر ہاتھ باندھنے کا مرحلہ شروع ہوگیا۔ دراصل وہ ظہر کی پہلی چار سنتیں ادا کر رہے تھے اور میں سامنے بیٹھا ان کی احتیاط کو دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے تقریباً دس بارہ دفعہ کلائی پہ کلائی رکھی مگر شاید ہاتھ ان کے معیار کے مطابق نہیں رکھے جا رہے تھے، اسی لیے انہوں نے دوبارہ کوشش شروع کردی۔

چند سال پہلے ملک کے معروف قومی اخبار میں یہ خبر چھپی تھی کہ شک کی بیماری میں مبتلا ایک شخص نے مسلسل پچیس سال تک اپنی بیوی کو کوئلے کی کوٹھڑی میں رکھا۔ جب وہ گھر سے جانے لگتا تو باہر سے تالا لگا کر جاتا، جب واپس آتا تو کھول دیتا۔

ایسے لوگوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ معوذتین کی کثرت سے تلاوت کریں اور شریعت کے اس قاعدے پر غور کریں کہ:

((اليقين لا يزول بالشك))

''یقین شک کی بنیاد پر کبھی بھی زائل نہیں ہوتا۔''

---

[1] نسائی، کتاب الطهارة، باب الإعتداء في الوضوء: ١٤٠۔

نماز میں آستینیں چڑھانا اور میاں بیوی کا جھگڑا

سوال نماز میں قمیص کی آستینوں کی کفوں کو اوپر چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ صحیح حدیث کی رو سے واضح کریں کیونکہ میری بیوی اس سے منع کرتی ہے۔

جواب قمیص کی کفیں چڑھا کر نماز پڑھنا سخت منع ہے، جیسا کہ امام المحدثین امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں حدیث بیان کی ہے کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے (اور یہ حکم بھی دیا گیا ہے) کہ نماز میں نہ بالوں کا جوڑا بناؤ اور نہ کپڑوں کو اکٹھا کرو۔'' [1]

نماز کے دوران اکثر و بیشتر دیکھا گیا ہے کہ لوگ بالوں یا کپڑوں کو درست کرتے رہتے ہیں، یہ امور نماز کے منافی ہیں۔ جب نماز ادا کر رہے ہوں تو ساری توجہ اور دھیان عبادت میں ہونا چاہیے اور تمام حرکات سے اجتناب کرنا چاہیے جن کا نماز سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اولاد اور بیوی پر لعنت بھیجنا

سوال اگر کوئی شخص اپنی بیوی اور اولاد پر لعنت بھیجے تو شرعی لحاظ سے اس کا حکم کیا ہے؟ اور کیا اسے طلاق تصور کیا جائے گا؟

جواب اپنی بیوی یا اولاد پر لعنت بھیجنا صحیح نہیں ہے اور بیوی پر لعنت بھیجنا طلاق تصور نہ ہو گا۔ لعنت کے بعد بھی عورت اس کے عقد میں اسی طرح رہے گی جس طرح لعنت سے پہلے تھی۔ جو مرد لعنت کرتا ہے اسے چاہیے کہ اللہ سے توبہ کرے، اپنی بیوی سے معذرت کرے اور اپنی اولاد پر بھی آئندہ کبھی بھی لعنت نہ بھیجے اور نہ کسی دوسرے مسلمان پر بھی لعنت بھیجنے کی غلطی کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔'' [2]

اور فرمایا:

---

[2] بخاري، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن.... : ٤٨۔

[1] صحيح بخاري، كتاب الأذان، باب السجود على سبعة أعظم: ٨٠٩۔

''مؤمن پر لعنت بھیجنا اس کو قتل کرنے کی طرح ہے۔'' [1]

یہ دونوں احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ مسلمان بھائی پر لعنت بھیجنا کبیرہ گناہ ہے۔ کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اس کبیرہ گناہ سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرے اور اپنی زبان کو لعنت جیسے جرم سے محفوظ رکھے۔

ہم ایک دفعہ پھر وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ لعنت طلاق شمار نہ ہوگی اور وہ عورت اس کی بیوی ہی رہے گی۔ (واللہ اعلم) [عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز]

بے نماز خاوند کے ساتھ رہنا کیسا ہے؟

سوال میرا خاوند بے دین ہے، نہ وہ نماز پڑھتا ہے اور نہ ہی رمضان المبارک کے روزے رکھتا ہے بلکہ وہ مجھے بھی نیکی کے کام کرنے سے روکتا رہتا ہے۔ وہ مجھ پر زبردست شک بھی کرتا ہے، بعض دفعہ میری نگرانی کے لیے کام پر بھی نہیں جاتا۔ اس صورتحال میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟

جواب ایسے خاوند کے ساتھ رہنا ہرگز جائز نہیں ہے، کیونکہ نماز کے قریب نہ جانے والا اور نماز کو مسلسل ترک کرنے والا کافر ہے اور کسی مسلمان عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی کافر کے پاس رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى ٱلْكُفَّارِ ۖ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۖ﴾ [2]

''اگر وہ تمہیں ایماندار معلوم ہوں تو اب تم انہیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو۔ یہ ان کے لیے حلال نہیں اور نہ ہی وہ ان کے لیے حلال ہیں۔''

تم دونوں کے درمیان نکاح دراصل نہ ہونے کی طرح ہے مگر یہ کہ اللہ تمہارے خاوند کو ہدایت نصیب فرمائے اور وہ اللہ سے توبہ کرنے کے بعد حق بات کو قبول کرلے اور اسلام اور نماز کی طرف پلٹ آئے تب تو تمہارا نکاح صحیح ہوگا اور تمہاری ازدواجی زندگی صحیح سمجھی جائے گی۔

---

[1] بخاري، كتاب الأدب، باب من كفر أخاه....: ٦١٠٥۔ [2] ٦٠/ الممتحنة: ١٠۔

جو بات آپ نے یہ کہی کہ وہ آپ پر شک کرتا ہے تو دراصل یہ اس کی غلطی ہے اور بدترین معاشرت کا عملی نمونہ ہے۔ بعض لوگ شک کی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں۔ وہ عبادات، معاملات اور ہر کام میں شک کرتے ہیں اور وسوسہ میں مبتلا رہتے ہیں۔ یہ چیز اللہ پر توکل، اس کے ذکر اور اس کی طرف متوجہ ہونے سے ہی ختم ہو سکتی ہے۔

ہم آپ کو یہی کہیں گے کہ اگر آپ کا خاوند اسی طرزِ عمل کو اپنائے رکھنا چاہتا ہے تو آپ اس سے الگ ہو جائیں۔ اور ہم آپ کے خاوند کو بھی یہ نصیحت کریں گے کہ وہ شیطان کے چنگل سے آزاد ہو کر اللہ کی پناہ میں آئے اور اپنے دین کی طرف رجوع کرے، اللہ کا ذکر کرے اور قرآن مجید کی تلاوت کرے تاکہ اس کے دل سے وسواس اور شیطانی خیالات نکل سکیں۔ [ابن عثیمین]

کیا شرابی خاوند کے ساتھ رہوں؟

سوال اگر ایک مسلمان عورت کا خاوند شراب پیتا ہو تو بیوی کو اس کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے؟ کیا بیوی ایسے خاوند کے ساتھ رہ کر گنہگار ہوگی؟ میں نے اپنے خاوند کو بارہا سمجھایا کہ شراب نوشی حرام ہے مگر وہ میری بات کو ردّ کر دیتا ہے۔ میں نے بار بار کوشش کی کہ اسے اس گناہ سے نجات مل جائے مگر فقط اتنا ہوا کہ اس نے پینے کی تعداد میں کچھ کمی تو کی مگر ہمیشہ کے لیے اس کو خیر باد نہ کہا۔ میں ایک دیندار عورت ہوں، میں ڈرتی ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ مجھے اس جرم میں نہ پکڑ لے کہ میں ایسے خاوند کے ساتھ کیوں رہتی رہی؟ یاد رہے کہ میں اپنے خاوند سے شدید محبت کرتی ہوں اور چاہتی ہوں کہ وہ شراب نوشی ترک کر کے میرے ساتھ اچھی زندگی گزارے۔ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ براہِ کرم واضح فرما دیں۔

جواب ہم آپ کے خاوند کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ شراب نوشی ترک کر دے کیونکہ شراب نوشی کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ ﷺ اور اجماعِ امت کی روشنی میں حرام ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ

يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ وَأَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْا أَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝﴾ [1]

''اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح یاب ہو۔ شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بُغض کو واقع کرا دے اور اللہ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے۔ سو اب بھی باز آ جاؤ۔ اور تم اللہ کی عبادت کرتے رہو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرتے رہو اور احتیاط رکھو۔ اگر اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول ﷺ کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''ہر نشہ آور چیز شراب (کے حکم میں) ہے اور ہر شراب حرام ہے۔'' [2]

تمام علماء اور امتِ اسلامیہ شراب کے حرام ہونے پر متفق ہے اور کسی کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہم اس کو دوبارہ نصیحت کریں گے کہ وہ شراب نوشی ترک کر دے اور جائز مشروبات پیئے جنہیں اللہ نے حلال قرار دے رکھا ہے۔

شراب کو ''ام الخبائث'' (تمام برائیوں کی جڑ) کہا گیا ہے یعنی یہ تمام خرابیوں کی بنیاد ہے۔ جو شخص شراب پیتا ہے اور توبہ نہیں کرتا اس کے لیے شدید وعید ذکر کی گئی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ نے عہد کر رکھا ہے کہ جو نشہ کرے اسے طینة الخبال پلائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، یہ طینة الخبال کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ جہنمیوں کا پسینہ یا ان کی پیپ ہے۔'' [3]

---

[1] ۵/ المائدة: ۹۲-۹۰۔ [2] مسلم، كتاب الأشربة، باب بيان أن كل مسكر خمر: ۳۷۳۵۔

[3] مسلم، كتاب الأشربة، باب بيان أن كل مسكر.... : ۳۷۳۲۔

صدقِ نیت، ہمت، مستقل مزاجی اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے شراب نوشی کو ترک کیا جا سکتا ہے، کوشش کرنے سے سب کچھ ممکن ہے۔

اے بیٹی! اگر تیرا خاوند شراب پیتا ہے اور تیرے کہنے اور سمجھانے کے باوجود اسے ترک کرنے پر تیار نہیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ گنہگار نہ ہوں گی کیونکہ انسان دوسرے کے افعال کا قطعاً ذمہ دار نہیں ہے، خصوصاً جب آپ اُس کو سمجھاتی ہیں اور اُس کے اس فعل سے نفرت کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى ﴾ [1]

''کوئی بھی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔''

آپ جو اپنے خاوند کو نصیحت کرتی ہیں اور اس کے ساتھ حسنِ معاشرت رکھتی ہیں اس پر اللہ آپ کو اجر عطا فرمائے گا (ان شاء اللہ تعالیٰ)۔ آپ کا اس کے ساتھ رہنا حرام یا ممنوع نہیں ہے بلکہ آپ خلوصِ دل سے کوشش کریں اور اس کے لیے اللہ سے گڑگڑا کر دعا کرتی رہا کریں، شاید کہ اللہ اسے ہدایت عطا فرما دے اور اس کی توبہ قبول کر لے اور وہ شراب نوشی کی بری عادت کو خیر باد کہہ دے۔

ایک بات ہم ذکر کرنا چاہیں گے کہ اگر آپ مصلحت کے تقاضہ کے تحت اپنے خاوند کو اس کے بستر میں الگ چھوڑ دیں تاکہ وہ اس صورتحال کو دیکھ کر شراب نوشی ترک کر دے تو یہ جائز ہے، اس میں ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی حرج نہیں اور اگر اس میں مصلحت نظر نہ آئے تو پھر ایسا کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ ہم اللہ سے ہدایت اور توفیق کا سوال کرتے ہیں۔

[ابن عثیمین]

خاوند کی بے رُخی، کوئی وظیفہ بتائیں

سوال محترم شیخ صاحب! میری بہن نے کچھ عرصہ قبل شادی کی۔ شروع شروع میں اس کا خاوند اس کے ساتھ حسنِ سلوک کا مظاہرہ کرتا رہا مگر آہستہ آہستہ اس کے رویئے میں تبدیلی آتی گئی اور اب وہ اس قدر بے رُخی اختیار کر چکا ہے کہ میری بہن میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لیتا۔

---

[1] ۳۵/ فاطر: ۱۸۔

آپ کوئی دعا یا سورۃ مبارکہ کا وظیفہ بتا دیں جس کو ہم باقاعدگی سے پڑھیں تاکہ میری بہن کا خاوند اس کے ساتھ پہلے کی طرح زندگی بسر کرنا شروع کر دے۔

جواب اس معاملہ میں کوئی خاص سورت اور مخصوص دعا مسنون نہیں ہے لیکن آپ کی بہن کو اللہ سے دعا کرنی چاہیے، شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کی مشکل کو آسان کر دے۔ وہ اللہ سے یوں دعا کر سکتی ہے:

- اَللّٰهُمَّ أَذْهِبْ عَنْهُ الْغَضَبَ (اے اللہ اس کا غصہ ختم کر دے)
- اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَلِيْمًا (اے اللہ اسے با حوصلہ، بردبار بنا دے)
- اَللّٰهُمَّ أَنْزِلْ عَلَيْهِ السَّكِيْنَةَ (اے اللہ اس پر سکینت نازل فرما)

اور اسے چاہیے کہ اللہ کے پیارے پیارے ناموں کا واسطہ دے کر اللہ سے دعا کرے۔ اسے پوری کوشش کے ساتھ دعائیں کرنا ہوں گی۔ آپ کی بہن کو چاہیے کہ دعا کی قبولیت کے اوقات میں ضرور دعا کرے، خصوصاً رات کے آخری پہر میں نمازِ تہجد میں دعائیں کرے، جمعۃ المبارک کے دن آخری گھڑی، سجدہ میں اور اگر موقع ملے تو میدانِ عرفات میں ضرور دعائیں کرے۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کی بہن کی مشکلات حل فرمائے، (آمین)

وصلى الله على نبينا محمد [علماء کمیٹی سعودی عرب]

بیوی اور بچوں کو مارنا

سوال میں ایک شادی شدہ عورت ہوں۔ اللہ نے مجھے بچے بھی عطا فرمائے ہیں۔ میری مشکل یہ ہے کہ میرا خاوند جب بھی گھر آتا ہے تو غصہ کی حالت میں ہی داخل ہوتا ہے اور چھوٹی چھوٹی بات پر مجھے اور بچوں کو مارنا شروع کر دیتا ہے۔ اس بارے میں آپ اُسے کچھ نصیحت کریں گے؟

جواب یہ آدمی اللہ کا نافرمان ہے اور شریعت کے بالکل منافی کام کر رہا ہے کیونکہ اللہ نے خاوندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئیں بیوی اور بچوں کو یوں مارنا حسن سلوک اور بہترین برتاؤ کے زبردست منافی ہے کہ جب بھی خاوند گھر میں آئے تو غصے کی حالت میں آئے اور چھوٹی سی غلطی پر اپنی بیوی اور بچوں کو ڈانٹنا یا مارنا شروع کر دے۔

ایسا رویہ اسی شخص کا ہو سکتا ہے جو عقلی اور دینی لحاظ سے انتہائی کمزور ہو۔ اس پر واجب ہے کہ جب وہ گھر آئے تو ہنستا ہوا چہرہ اور کھلا دل لے کر آئے تاکہ اس کی زندگی پرسکون ہو سکے اور بیوی بچوں کو بھی راحت نصیب ہو۔ اسے چاہیے کہ وہ اپنے بچوں اور بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے بہترین ہوں۔" [1]

تدریسی خدمات جاری رکھنے کی شرط پر نکاح

سوال ایک لڑکی نے اس شرط پر شادی کی کہ وہ اپنی ملازمت نہیں چھوڑے گی اور اس کو اس کا خاوند تدریسی فرائض سرانجام دینے سے منع نہیں کرے گا کیونکہ وہ لڑکیوں کے سکول میں Teaching کرتی ہے۔ شادی کے چند مہینوں کے بعد خاوند اسے تدریس سے منع کرے تو کیا اس کو خاوند کا حکم ماننا لازمی ہے؟

جواب جب عورت نے شادی سے پہلے اپنے منگیتر سے یہ شرط طے کروالی کہ وہ شادی کے بعد اسے تدریس سے منع نہیں کرے گا اور اس نے یہ شرط قبول کرنے کے بعد نکاح کر لیا تو یہ شرط بالکل صحیح ہے اور خاوند کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ اس کو تدریس سے منع کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"سب شرطوں سے زیادہ ان شروط کو پورا کرنا ضروری ہے جن کی بناء پر تم نے شرم گاہ کو حلال کیا ہے۔" [2]

اگر خاوند اس کو تدریس سے منع کرتا ہے تو اسے اختیار ہے کہ وہ اس کے ساتھ رہے یا عدالت کے ذریعے نکاح فسخ کروالے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم) [ابن عثیمین]

---

[1] ترمذی، اسے شیخ البانی نے صحیح کہا ہے، الصحیحہ: ۲۸۵۔

[2] ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی الشرط.... : ۱۱۲۷۔

آدابِ ملاقات

آدابِ ''ملاقات'' سنت کی روشنی میں کیا ہیں؟

سوال اللہ نے جو دین ہمیں عطا کیا ہے اس میں ہر چیز کے متعلق رہنمائی موجود ہے، ہر موقع پر بہترین اصول مہیا کیے گئے ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا اسلام نے شادی کرنے والوں کو شبِ عروسی اور اسی طرح میاں بیوی کی ملاقات کے کچھ آداب سکھائے ہیں؟ اور اگر سکھائے ہیں تو وہ مختصر بتلا دیں، اللہ آپ کو دین و دنیا کی کامیابی نصیب فرمائے۔

جواب آپ کی یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ دین اسلام نے ہر مرحلہ پر لوگوں کی رہنمائی کی ہے اور زندگی کے ہر میدان میں بہترین اور رہنما اصول وضع کیے ہیں۔

آپ نے جو سوال کیا ہے اس کا جواب شیخ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "آداب الزفاف فی السنة المطهرة" (یعنی سنتِ مطہرہ میں شبِ عروسی کے آداب) کے اندر انتہائی دلکش اور مختصر انداز میں دیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ کتاب پڑھئے اور اپنے سوال کا جواب حاصل کیجئے۔

نوٹ: مذکورہ کتاب ''سنتِ مطہرہ اور آدابِ مباشرت'' کے نام سے مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور، فیصل آباد نے شائع کی ہے، ترجمہ کی سعادت راقم الحروف کے حصہ میں آئی ہے۔

کھیل کود

میاں بیوی کا کھیل کود میں حصہ لینا کیسا ہے؟

سوال حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقابلہ میں دوڑنا مذکور ہے۔ کیا آج بھی میاں اور بیوی ایسے مقابلہ میں حصہ لے سکتے ہیں یا عورت کھیل کود میں شریک ہو سکتی ہے؟

جواب جس مقابلہ کی طرف آپ اشارہ کر رہے ہیں وہ ایک خاص مقام اور خاص موقع پر تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ:

> ''نبی کریم ﷺ رات کو کسی سفر سے واپسی پر جب مدینہ کے قریب پہنچے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آگے جانے کا حکم دیا اور خود ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑنے کا مقابلہ کرنے لگے۔ پہلی دفعہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سبقت لے گئیں اور کچھ عرصہ کے بعد اسی طرح کا موقع آیا تو نبی کریم ﷺ سبقت لے گئے۔ یہ مقابلہ رات کے وقت تھا۔''

بعض احادیث میں اشارہ ملتا ہے کہ یہ مسجد کے ساتھ والے صحن میں چار دیواری کے اندر تھا، جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گھروں کو جا چکے تھے۔ الغرض کوئی بھی موقع ہو، وہاں کوئی بھی اجنبی مرد موجود نہیں تھا۔ اس کا مقصد بیوی کے ساتھ کمال درجے کا حسن سلوک اور میاں بیوی کی محبت کا اظہار اور انتہا درجے کی بے تکلفی تھا۔

اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ اگر کوئی خاوند اپنی بیوی کے ساتھ کسی ایسی جگہ کھیل کود میں حصہ لے جہاں کوئی اجنبی موجود نہ ہو تو کوئی حرج نہیں بلکہ یہ اسلام میں پسندیدہ اور بہترین عمل ہے، بشرطیکہ کسی قسم کے فتنہ کا ڈر بھی نہ ہو۔ لیکن اس حدیث شریف سے استدلال کی آڑ میں عورتوں کا سر عام دوڑ میں حصہ لینا، ورزش کرنا اور کھیل کود میں حصہ لینا قطعاً حرام ہے اور اس حدیث سے باطل استدلال ہے۔ عورت غیر مرد کے سامنے نہ ہی

تو کسی مقابلہ بازی میں حصہ لے سکتی ہے اور نہ ہی کسی میچ وغیرہ میں شریک ہو سکتی ہے۔ حدیث میں مذکور قصہ میاں بیوی کے ساتھ خاص ہے، اس سے عام دلیل لینا جائز نہیں ہے۔

[عبداللہ جبرین]

جدائی

بیوی کا لمبی مدت کے لیے سفر پر جانا کیسا ہے؟

سوال کیا کسی عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ پانچ یا چھ مہینوں کے لیے سفر پر چلی جائے جبکہ اس کا خاوند گھر میں موجود ہو؟ شرعی رہنمائی واضح فرمائیں، اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

جواب ایسی عورت کے لیے دو شرطوں کے ساتھ لمبے سفر پر جانا جائز ہے:

1. اس کا خاوند راضی ہو اور بخوشی اسے اجازت دیدے اور اپنی بیوی کے ساتھ اس کے کسی محرم رشتہ دار کو بھیجے۔
2. عورت کو کوئی شرعی مجبوری ہو اور میاں بیوی کا ایک دوسرے سے دور رہنا کسی حرام کام میں واقع ہونے کا باعث نہ ہو۔ اگر ایسا ہو تو بیوی کا خاوند سے دور رہنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"نہ ہی نقصان پہنچاؤ اور نہ ہی نقصان اٹھاؤ۔" [علماء کمیٹی]

لمبی جدائی کا حکم

سوال فضیلۃ الشیخ! میں سعودی عرب میں مقیم ہوں اور اللہ کے فضل و کرم سے شادی شدہ ہوں۔ مجھے کاروباری سلسلہ میں قاہرہ جانا ہے، وہاں پر میرا قیام لمبا ہو سکتا ہے۔ کیا میں اپنی بیوی سے طویل عرصہ تک دور رہ سکتا ہوں اور کیا اسلام نے بیوی سے دور رہنے کی کوئی مدت مقرر کی ہے؟ اور اگر کی ہے تو وہ کتنی ہے تاکہ مجھے شرعی حکم کا علم ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم دونوں لمبی جدائی کی پریشانی بھی اٹھائیں اور گناہ کا بوجھ بھی۔

جواب شرعی دلائل پر غور کرنے کے بعد میاں اور بیوی کی جدائی کی مدت زیادہ سے زیادہ چار ماہ مقرر کی گئی ہے، اس حد سے زیادہ جدائی جائز نہیں ہے، خصوصاً اس پر فتن دور میں جب کہ شیطان کے فریب اور جال ہر سو پھیلے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص بے بس اور مجبور ہے اور

بیوی سے علیحدہ رہنے کے علاوہ کوئی چارۂ کار ہی نہیں ہے تو وہ اللہ کے ہاں معذور ہے۔ اس کے لیے ہم یہی کہنا چاہیں گے کہ اگر اس طویل مدتِ غیاب میں ممکن ہو تو وہ اپنی گھر والی کے پاس حاضر ہونے کی ضرور کوشش کرے، چاہے ایک دو دن کے لیے کیوں نہ ہو۔ یاد رہے کہ اگر خاوند اپنی بیوی کے ساتھ نہیں رہ سکتا اور دور رہنے پر مجبور ہے تو اس صورت میں بھی اسے اپنی بیوی کے نان ونفقہ اور ضروریات کو پورا کرنا ہوگا اور اسے اس میں کسی قسم کی کوتاہی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے ورنہ اللہ کے ہاں مجرم ہوگا اور اس پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ جونہی اپنے امور سے فارغ ہو، جلدی سے جلدی اپنی بیوی کے پاس پہنچ جائے۔ [صالح فوزان]

باہمی محبت

خاوند کو پیار بھرے القاب سے بلانا کیسا ہے؟

سوال کیا میں اپنے خاوند کو پیار بھرے الفاظ اور ایسے القابات سے بلا سکتی ہوں جن سے الفت و محبت کا رس ٹپکتا ہو، مثلاً یا حبیبی (اے میرے محبوب) وغیرہ کہنا، یا پھر ایسا کرنا شریعت کی رو سے غلط ہے؟

جواب میاں اور بیوی دونوں کے لیے جائز ہے کہ وہ ایک دوسرے کو پیار بھرے الفاظ سے مخاطب کریں بلکہ شریعت کی نظر میں یہ پسندیدہ عمل ہے۔ نبی کریم ﷺ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو محبت بھرے القاب سے مخاطب کیا کرتے تھے۔ میاں بیوی کو محبت بڑھانے کے لیے ایک دوسرے کو خوبصورت اور محبت بھرے الفاظ والقابات سے مخاطب کرنا چاہیے۔ ان کو اس بات کا بھی اہتمام کرنا چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کو ایسے الفاظ لکھ کر بھی بھیجا کریں، خصوصاً جب وہ ایک دوسرے سے دور ہوں تا کہ ان کے پیار میں اضافہ ہو سکے۔ [علماء کمیٹی]

نوٹ☆: میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ ہمارے ہاں یہ عجیب رواج پایا جاتا ہے کہ خاوند اپنی بیوی کا اور بیوی اپنے خاوند کا نام لے کر نہیں پکارتی اور اسے شرم و حیا کے منافی خیال کیا جاتا ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ ہمارے ہاں شرم و حیا کے پیمانے بھی خود ساختہ ہیں۔ جہاں شرم و حیا کی ضرورت تھی وہاں پر لوگوں نے اسے بالائے طاق رکھ کر بے شرمی کی تمام حدود پھلانگ ڈالی ہیں، حالانکہ ہادیٔ کائنات ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((إذا لم تستحي فاصنع ما شئت)) [1]

"جب تو بے شرم ہو جائے تو جو مرضی کرو۔"

ایک مثال پیش خدمت ہے۔ والدِ محترم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے مواقع پر خواتین کو بھی عید گاہ میں حاضر ہو کر نماز یا دعا میں شامل ہونے کا شرعی حکم واضح کیا تو بعض لوگ

---

[1] بخاري: ٣٤٨٤۔

کہنے لگے کہ ان مواقع پر عورتوں نے نئے کپڑے پہنے ہوتے ہیں اور خوب تیاری کی ہوتی ہے، لہٰذا ان کا عید گاہ جانا بے حیائی ہے۔ انہوں نے ان کا اعتراض رد کرتے ہوئے کہا کہ عیدین سے پہلے جب عورتیں مسلسل بازار جاتی ہیں اور اسی طرح شادی بیاہ کے موقع پر پوری تیاری سے شریک ہوتی ہیں اور عموماً پردہ وغیرہ کا خیال بھی نہیں رکھا جاتا تو کیا یہ بے حیائی نہیں ہے؟ اور نبی کریم ﷺ کے حکم کو پورے شرعی آداب کا اہتمام کر کے پورا کیا جائے تو یہ بے حیائی ہے؟ یہ کیسے خود ساختہ معیار ہیں جن کی نہ کوئی دلیل ہے اور نہ ہی ان کا کوئی وجود ہے۔

بہر حال رسول اللہ ﷺ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو پیار سے، ((**یا عائش**)) اور ((**یا عائشه**)) کہہ کر بلاتے تھے۔ بیوی کا نام پکار نے میں کسی قسم کا کوئی حرج نہیں ہے۔

گھریلو ضروریات کے لیے میاں بیوی کا مال خرچ کرنا کیسا ہے؟

سوال میں اور میری بیوی نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ ہم دونوں گھریلو ضروریات کو مل کر پورا کریں گے۔ میری بیوی بھی میری طرح سرکاری ملازم ہے۔ ہمارا طریقہ کار یہ ہے کہ ہم دونوں اپنی تنخواہ اکٹھی کر لیتے ہیں جس سے پہلے ہم کھانے پینے کی چیزیں خریدتے ہیں، پھر گھریلو ضروریات کی چیزیں بازار سے لے آتے ہیں اور اگر پیسے بچ جائیں تو بچوں کے مستقبل کے لیے کوئی نہ کوئی ضروری چیز خرید لاتے ہیں۔ یاد رہے کہ ہم دونوں اس عمل سے مطمئن اور بہت خوش ہیں۔ میری بیوی کو کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کیا میرے لیے میری بیوی کا مال اس طرح استعمال کرنا جائز اور حرام ہے؟ میں امید کرتا ہوں کہ آپ جواب دے کر میری تشفی فرمائیں گے، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بیوی کا مال لے کر حرام روزی کمانے کا ارتکاب کرتا رہوں اور مجھے قیامت کے دن حساب و کتاب دینا پڑے۔

جواب آپ نے جو صورتحال ذکر کی ہے، وہ بڑی خوش آیند اور قابل رشک ہے۔ اگر آپ کی بیوی باشعور ہے اور اپنی خوشی سے اپنا مال آپ کو دے رہی ہے تو اس کو خرچ کرنے میں کسی قسم کی کوئی قباحت اور حرج نہیں ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

"اگر وہ اپنی خوشی سے تمہیں کچھ دے دیں تو اس کو ہنسی خوشی کھالو۔" [1]

---

[1] ٤/ النساء: ٤۔

ہاں اگر آپ کی بیوی مکمل طور پر شعور نہ رکھتی ہو تو آپ اس کا مال استعمال نہ کریں بلکہ اس کو جمع کریں اور بیوی کے لیے محفوظ کر کے رکھیں۔ ہم اس سوال کا جواب پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں، اللہ ہمیں ایسے اعمال کی توفیق دے جو اس کی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ ہیں، آمین۔

بیوی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور کھانا

سوال شیخ صاحب! میں نے چند سال قبل شادی کی۔ الحمدللہ میری بیوی فرمانبردار اور نیک سیرت ہے۔ میرے ماں باپ اور بہن بھائی سب ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔ کیا میں اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کی موجودگی میں اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھ سکتا ہوں اور کھانا وغیرہ کھا سکتا ہوں؟ بعض لوگ اسے ادب کے منافی تصور کرتے ہیں۔ براہِ کرم شرعی رہنمائی فرمائیں۔

جواب مشترکہ خاندانی نظام میں بیوی خاوند کے بھائیوں سے حتی المقدور پردہ کرے گی اور شرعی حدود کی پابندی کرتے ہوئے زندگی گزارے گی۔ اگر وہ بالغ نہیں ہیں تو ان کے ساتھ اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح سسر اور ساس کی موجودگی میں خاوند کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے اور اس کی خدمت کرنے میں قطعاً کوئی ممانعت نہیں ہے اور نہ ہی شرعی طور پر اس میں کوئی رکاوٹ ہے۔ جو لوگ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ یہ ادب کے منافی ہے تو ان کی بات صحیح نہیں ہے۔

ہم یہ بات ضرور ذکر کریں گے کہ میاں اور بیوی کی خاص اور راز و نیاز کی باتیں انہیں تنہائی میں کرنا ہوں گی اور ماں باپ، بہن بھائیوں کا خیال کرنا ہوگا البتہ بیوی کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے اور کھانا وغیرہ کھانے میں قطعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

نوٹ☆: میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ ہمارے ہاں بھی عجیب و غریب قسم کے رسم و رواج اور خلافِ عقل قوانین بنائے جاتے ہیں۔ ہمارے ایک انتہائی قریبی دوست بتا رہے تھے کہ میں نے چند سال پہلے شادی کی، مشترکہ خاندان کی بنا پر والدین اور بہن بھائی سب اکٹھے تھے۔ میں نے معاشرتی رکھ رکھاؤ کا پورا خیال رکھا اور کوشش کی کہ بڑوں کی طبیعت اور ان کے رجحانات کو ہر وقت مدِنظر رکھا جائے۔ ابھی ایک دو سال ہوئے کہ چھوٹے بھائی کی شادی

ہوئی۔ وہ ذرا کھلی طبیعت کا مالک ہے، وہ سب کے سامنے اپنی بیوی کو مذاق وغیرہ کر لیتا ہے اور اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے میں رکھ رکھاؤ کا خاص خیال نہیں کرتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے دادا جان جو ہمارے ساتھ ہی رہتے تھے، تشریف لائے۔ وہ بڑے ہی افسردہ تھے۔ میں نے عرض کی کہ دادا جان خیریت تو ہے، آپ بڑے پریشان دکھائی دیتے ہیں؟ دادا جان فرمانے لگے کہ بیٹا قیامت بالکل قریب ہے۔ میں نے عرض کی کہ دادا جان کیا بات ہے میں کچھ سمجھ نہیں سکا۔ وہ کہنے لگے۔ اب تو حد ہو گئی ہے، لوگوں میں شرم وحیاء کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہا۔ میں نے کہا کہ میں کچھ نہیں سمجھ سکا، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا، دیکھو بیٹا تمہاری شادی کو پانچ سال ہو گئے، آج تک میں نے تجھے تیری بیوی کے ساتھ اس طرح بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا جس طرح یہ تمہارا چھوٹا بھائی بیٹھتا ہے، اور ساتھ ہی گھر کے صحن کی طرف اشارہ کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ ایک ہی چارپائی پر بیٹھ کر باتیں وغیرہ کر رہا ہے۔ میں دادا جان کی سوچ پر حیران و پریشان ہو گیا اور ان سے فقط اتنا عرض کر سکا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس بے وقوف کو سمجھاؤں گا کہ آئندہ ایسی غلطی نہ کرے۔

راقم الحروف اس واقعہ کے بعد یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ کاش ہمارے بزرگ، نوجوان، بچے، عورتیں سبھی دینی تعلیم سے آراستہ ہوتے تو ایسے بے جا اعتراض اور خودساختہ معیار جنم نہ لیتے۔ اور اگر مذکورہ بزرگ کے ہاتھ میں نظام ہوتا تو پاکستان میں کوئی بیوی اپنے خاوند سے بات بھی نہ کر سکتی اور اس کے لبوں پر یہ شعر رہتا: ؎

اس سے اچھا تھا کہ آتی ہی نہ بہاریں ناصر
پھول بن کر جو کلیوں کو بکھر جانا تھا

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر جب تہمت لگی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے والدین کے گھر چلی گئی تھیں۔ انہوں نے رو رو کر مالکِ کائنات سے فریاد کی، انہیں یقین تھا کہ ان کی پاکدامنی کا اعلان کیا جائے گا۔ شاید کہ اللہ خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلا دیں۔ فرماتی ہیں، ایک دن میرے ماں باپ (یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور امِ رومان رضی اللہ عنہما) میرے

پاس بیٹھے تھے اور میں رو رہی تھی۔ اتنے میں ایک انصاری عورت آئی اور وہ بھی رونے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میرے پاس بیٹھ گئے اور جب سے مجھ پر تہمت لگی تھی وہ میرے پاس نہ بیٹھے تھے اور ایک ماہ اسی طرح گزر گیا تھا......'' [1]

مذکورہ حدیث طویل ہے اور اس میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کے اعلان کا تذکرہ بھی ہے جو سورۂ نور کی ابتدائی آیات کی شکل میں ربِ کائنات نے نازل فرمایا۔ اس حدیث میں واضح الفاظ موجود ہیں کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے والدِ گرامی اور والدہ محترمہ ان کے پاس بیٹھے تھے اور نبی کریم ﷺ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے پاس ان کے بستر پر آکر بیٹھ گئے۔ اگر بزرگوں کی موجودگی میں بیوی کے ساتھ بیٹھنا جائز نہ ہوتا تو سرورِ کونین ﷺ کبھی بھی ایسا نہ کرتے۔

ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارا وہ طبقہ جو دینی اور دنیاوی تعلیم سے محروم ہے، ان کے اپنے ہی معیار اور اپنی ہی سوچ کے دھارے ہیں اور انہوں نے خود ساختہ اقدار بنا رکھی ہیں۔ اور جو دنیاوی تعلیم کے اعتبار سے پڑھے لکھے تو ہیں مگر دینی تعلیمات کے متعلق کچھ نہیں جانتے، وہ یورپ کی اندھی تقلید میں مذہبی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کی دھجیاں اڑا رہے ہیں، وہ بزرگوں کو دقیانوس اور مذہبی پابندیوں کو فرسودہ خیال کرتے ہیں کہ شاعرِ مشرق کو کہنا پڑا: ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

خاوند کے ساتھ کافر ملک کی طرف سفر کرے یا اکیلی رہے؟

سوال ایک خاوند جو کہ یورپی ملک میں تعلیم حاصل کر کے اپنی ملازمت میں ترقی چاہتا ہے، اپنی بیوی کو اختیار دیتا ہے کہ اگر وہ چاہے تو اس کے ساتھ کافر ملک میں رہائش اختیار کرے یا پھر سعودی عرب میں اکیلی رہے۔ کیا وہ یہ سفر کرے یا نہ کرے؟

جواب الحمد لله رب العلمين وصلى الله على نبينا محمد وعلى اله وصحبه أجمعين۔ میرے خیال میں بیوی کو ساتھ چلے جانا چاہیے تا کہ وہ جتنی دیر کورس کرتا

---

[1] مسلم، كتاب التوبة، باب حديث الإفك و قبول توبة القاذف: ٧٠٢٠۔

رہے یہ اُس کے ساتھ رہے۔ یہ فتنہ وفساد سے بچنے کے لیے زیادہ اچھا ہے۔ اگر یہ عورت وہاں پر اپنے پردے کا خیال رکھے گی، اپنی عزت کی حفاظت کرے گی تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں کوئی حرج نہیں، اس کا خاوند بھی اس کے ساتھ ہے۔ اگر وہ اکیلا جاتا ہے تو یہ میاں اور بیوی دونوں کے لیے نقصان دہ ہے اور اگر بیوی اکیلی ہے تو یہ اس کے لیے بھی باعثِ ضرر ہے۔ [ابن عثیمین]

میاں بیوی کا ایک بستر پر سونا

سوال میرے خیال میں میاں بیوی کو ایک بستر پر نہیں سونا چاہیے اور ایسا کرنا سنت نہیں ہے۔ جبکہ بعض دوست اس سے اختلاف کرتے ہیں۔ براہِ کرم شرعی رہنمائی واضح کر دیں۔

جواب بخاری، مسلم اور دیگر کتب کی بہت سی احادیث دلیل ہیں کہ میاں بیوی کا ایک ساتھ ایک بستر پر سونا سنت ہے۔

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چکی چلانے کی وجہ سے اپنے ہاتھوں پر چھالے پڑ جانے کی شکایت کی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں تھے۔ ان کی ملاقات ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنے کی خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے جبکہ ہم اپنے بستروں پر لیٹ چکے تھے۔ میں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر) کھڑا ہونے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی جگہ پر ہی لیٹے رہو۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ تم نے طلب کیا ہے کیا میں تم کو اس سے بہتر بات نہ بتاؤں؟ جب تم سونے کی غرض سے بستر پر دراز ہو تو ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر، ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ دفعہ الحمد للہ کہہ لیا کرو۔ یہ عمل تمہارے لیے ایک خادم سے کہیں بہتر ہے۔'' [1] [علماء کمیٹی سعودی عرب]

---

[1] (بالاختصار)[بخاری، کتاب الفضائل، باب مناقب علی بن أبی طالب ص: ۳۷۰۵۔

شادی کی سالگرہ پر تحفہ

سوال کیا خاوند اپنی بیوی کو ہر سال اپنی شادی کی تاریخ میں کوئی تحفہ دے سکتا ہے تا کہ ان کی آپس میں محبت گہری ہو۔ یاد رہے کہ وہ دونوں شادی کی سالگرہ کا کوئی پروگرام مرتب نہیں کرتے، فقط خاوند ہر سال بیوی کو اس مناسبت سے تحفہ دینا چاہتا ہے۔

جواب میرے خیال میں یہ دروازہ بند ہی رہنا چاہیے کیونکہ یہ پہلے سال تو ہدیہ اور تحفہ ہوگا اور آیندہ سالوں میں سالگرہ کے پروگرام میں تبدیل ہو جائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ سال کے مقرر تاریخ پر تحفہ عید تصور ہوگا کیونکہ عید کا مطلب بار بار لوٹنا اور آنا کے ہیں۔ میاں اور بیوی کی محبت کی تجدید سال کے بعد نہیں بلکہ ہر وقت مطلوب ہے۔ جب بھی عورت اپنے خاوند کو دیکھے تو خوش ہو اور جب بھی خاوند اپنی بیوی کو دیکھے تو خوش ہو جائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان کا یہی عمل تجدید محبت کا سبب ہوگا اور ان کی الفت بڑھنے کا ذریعہ ہوگا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم) [ابن عثیمین]

اختلاف

میاں بیوی کا ایک دوسرے پہ لعنت کرنا

سوال محترم شیخ صاحب! جب میاں بیوی ایک دوسرے کو لعنت کرتے ہوں اور آئے روز ان کے درمیان لڑائی رہتی ہو تو کیا ان کا اکٹھے رہنا صحیح ہے؟ اور کیا اس جرم کی وجہ سے ان دونوں پر حد لگائی جائے گی؟

جواب اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کا ایک دوسرے کو لعن طعن کرنا حرام ہے۔ اس گناہ سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ:

''مؤمن لعن طعن کرنے والا نہیں ہوتا۔'' [1]

میاں بیوی کو ایسا فعل زیب نہیں دیتا مگر اس کی کوئی حد یا سزا وغیرہ اسلام نے مقرر نہیں کی ہے کہ جس طرح زنا اور چوری وغیرہ کی ہے۔ اس کی سزا تعزیر کی شکل میں ہوگی۔ ولی الامر (قاضی وغیرہ) اس کی نوعیت کو سامنے رکھتے ہوئے سزا تجویز کر سکتا ہے۔ یاد رہے اس کا نکاح پر ایسا کوئی اثر نہیں کہ جس کی وجہ سے میاں بیوی میں جدائی ڈال دی جائے۔ معاشرتی زندگی پر اس کے برے اثرات ضرور ہیں اور خانگی زندگی اس سے اجیرن بن سکتی ہے مگر نکاح پر اس کا کوئی منفی اثر اس لحاظ سے نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے میاں بیوی اکٹھے نہ رہ سکتے ہوں۔ (ابن جبرین)

---

[1] ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی اللعن والطعن: ۲۰۱۹۔

نان ونفقہ

کیا اس صورت میں بیوی نان ونفقہ کی حق دار ہوگی؟

سوال ایک لڑکی کو اس کے خاوند نے باہمی ناچاقی کی وجہ سے اپنے گھر سے نکال دیا اور وہ اپنے والدین کے ہاں رہنے لگی، پھر بالآخر ایک سال بعد اس نے طلاق دے کر اسے فارغ کر دیا۔ کیا لڑکی کے لیے سال بھر مجبور ہو کر والدین کے ہاں بیٹھے رہنے اور پھر طلاق کے بعد عدت گزرنے تک کے اخراجات خاوند کو برداشت کرنا ہوں گے یا نہیں؟

جواب قرآن کریم نے شادی کا مقصد بیوی سے اطمینان اور راحت وسکون حاصل کرنا بیان کیا ہے۔ خاوند اپنی بیوی کے اخراجات برداشت کرے، یہ اسی لیے ہے کہ بیوی وظیفہ زوجیت اور دیگر ہر طرح کے سکون وآرام کا موقع فراہم کرتی ہے۔ اس تمہید کے بعد لڑکی کے اپنے والدین کے ہاں بیٹھ رہنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

☆ بعض اوقات بیوی از خود ناراض ہو کر والدین کے ہاں چلی جاتی ہے اور کسی دوسرے کے بہلانے پھسلانے پر اپنے خاوند کے گھر واپس نہیں آتی جبکہ خاوند کی انتہائی کوشش اپنا گھر آباد کرنے کی ہوتی ہے۔ اس صورت میں والدین کے ہاں بلا وجہ بیٹھ رہنے والی بیوی اپنے خاوند کی طرف سے نان ونفقہ کی حق دار نہیں ہے کیونکہ اس نے نہ صرف اپنے خاوند کے حقوق کو پامال کیا ہے بلکہ اس کے لیے وہ مزید پریشانی اور ذہنی کوفت کا باعث بنی ہے۔

☆ دوسری صورت یہ ہے کہ خاوند بلا وجہ اسے اپنے گھر سے نکال دیتا ہے اور لڑکی مجبور ہو کر اپنے والدین کا سہارا لیتی ہے۔ ایسے حالات میں بیوی جتنا عرصہ اپنے والدین کے گھر بیٹھی رہے گی خاوند کو اس کا خرچہ برداشت کرنا ہوگا کیونکہ اس صورت میں حقوق کی عدم ادائیگی کا باعث وہ خود ہے۔

صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ لڑکی کو واقعی گھر سے نکالا گیا ہے اور وہ مجبور ہو کر اپنے والدین کے ہاں بیٹھی ہے تو اس کے جملہ اخراجات بذمہ خاوند ہیں۔ اسی طرح رجعی طلاق کے

بعد بیوی کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنی عدت کے ایام اپنے خاوند کے گھر گزارے اور خاوند اس کے لیے رہائش اور دیگر اخراجات فراہم کرے۔ لیکن اگر حالات ایسے پیدا کر دیے جائیں کہ بیوی اپنے خاوند کے پاس نہ رہ سکتی ہو بلکہ اپنے والدین کے ہاں ایام عدت گزارنے پر مجبور ہو تو اس صورت میں بھی عدت گزارنے تک کا خرچہ بذمہ خاوند ہوگا۔ خاوند کو چاہیے کہ وہ اس سلسلہ میں کسی قسم کی کوتاہی روا نہ رکھے اور عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اپنی بیوی پر اٹھنے والے اخراجات اس کے حوالہ کرے۔ ممکن ہے کہ اللہ دوبارہ مل بیٹھنے کا کوئی راستہ کھول دے۔ (واللہ اعلم) [ابومحمد حافظ عبدالستار الحماد]

ماہواری

ایامِ ماہواری میں ازدواجی تعلق؟

سوال شیخ صاحب! اگر کوئی شخص ایامِ ماہواری میں اپنی بیوی سے ازدواجی تعلق قائم کر لیتا ہے تو اس پر کیا واجب ہے؟ براہِ کرم شرعی رہنمائی فرمائیں۔

جواب جو آدمی ایامِ ماہواری میں اپنی اہلیہ سے ازدواجی تعلقات قائم کرے وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے، یہ اس کے جرم کا کفارہ ہوگا۔ یہ قول حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ جیسے جھوٹی قسم کا کفارہ ہے اسی طرح بعض گناہوں کا بھی کفارہ ہے۔ یہ اس جرم کی تخفیف اور توبہ کے مکمل ہونے کا ذریعہ ہے۔ [عبدالرحمٰن سعدی]

والدین اور اولاد

باپ کی اجازت کے بغیر مسجد یا نیکی کی محفلوں میں جانا کیسا ہے؟

سوال براہِ کرم بتایئے کہ اگر میں اپنے باپ کی اجازت کے بغیر مسجد میں جاؤں یا درس و دروس کی ایسی محفل میں جاؤں جو کسی مسلمان گھر میں منعقد کی گئی ہو تو کیسا ہے؟ یہ بھی واضح رہے کہ اگر میرے باپ کو پتہ چل جائے تو وہ مجھے وہاں نہیں جانے دے گا جبکہ میں اس کی ضرورت محسوس کرتی ہوں تاکہ میرا ایمان تازہ رہے اور نیکی کی رغبت تیز تر رہے کیونکہ میں ایسے ماحول میں رہ رہی ہوں جہاں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کثرت کے ساتھ کی جاتی ہے۔ میرے ساتھ دیگر کئی بہنیں خاوند کی اجازت کے بغیر ایسا کرتی ہیں۔ کیا ہم ایسی مجالس یا مساجد میں چوری چھپے جا سکتی ہیں؟

جواب کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے باپ کی اجازت کے بغیر مسجد یا نیکی کی مجالس میں جائے، اگر وہ شادی شدہ ہے تو اسے خاوند سے اجازت لینا ضروری ہے۔ دراصل وہ اپنے باپ یا خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نہیں نکل سکتی، چاہے اسے مسجد جانا ہو، درس و دروس کی محفل میں شریک ہونا ہو یا کہیں اور جانا ہو۔

یاد رکھو! ایسے امور جن میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا پہلو نہ ہو، ان میں باپ یا خاوند کی اطاعت کرنا عورت پر فرض ہے۔ ایسی عورت جس کو اس کا باپ یا اس کا خاوند نیکی کی مجالس میں جانے سے روکے، اس کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر میں تلاوت اور درس و دروس کی کیسٹیں وغیرہ سن لے اور ایسی محافل میں، اگرچہ وہ نیکی ہے، اجازت کے بغیر نہ جائے، یہی شریعت کا حکم ہے۔ وہ ریڈیو وغیرہ پر اسلامی پروگرام سنے، اچھی اچھی کیسٹیں، تقریریں اور تلاوت وغیرہ گھر پر ہی سننے کا اہتمام کرے تاکہ اس کا ایمان تازہ رہے۔ اسے چاہیے کہ وہ کتاب و سنت پر کاربند علماء کی باتیں سنے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ آپ کو اور آپ کے ساتھ دیگر بہنوں کو دین میں سمجھ بوجھ عطا فرمائے۔ [آمین] [علماء کمیٹی سعودی عرب]

کیا والدہ کی دعا قبول ہو جائے گی؟

سوال محترم شیخ صاحب! میں اکثر دن کو اس لیے روزہ رکھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری گزشتہ غلطیاں معاف کر دے اور اب میں دین کے احکامات پر بھی مکمل عمل کرتی ہوں، مگر میری ماں جہاں مجھے روزہ رکھنے سے منع کرتی ہے وہاں یہ دعا بھی کرتی ہے ''اللہ تعالیٰ تیرا روزہ قبول نہ کرے'' حالانکہ میں گھر کا کام بھی پوری ذمہ داری سے کرتی ہوں اور میرا روزہ میرے کام پر اثر انداز بھی نہیں ہوتا۔ میں پریشان ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ میرا روزہ قبول نہ کرے کیونکہ والدین کی دعائیں تو اللہ تعالیٰ قبول کرتے ہیں۔ آپ اس صورتحال کے پیش نظر مجھے کیا حکم صادر فرماتے ہیں؟

جواب ہم عبادات، نوافل اور روزہ وغیرہ کے اہتمام پر آپ کے شکر گزار بھی ہیں اور اللہ سے دعا بھی کرتے ہیں کہ وہ آپ کی ان عبادتوں کو قبول فرمائے اور آپ کے گناہ معاف کرے۔ حسب طاقت اور حتی المقدور آپ ان عبادتوں کا ضرور اہتمام کریں۔ اپنی والدہ سے معذرت کیجئے کہ وہ آپ کو روزہ رکھنے سے منع نہ کرے اور ایسی بددعائیں بھی چھوڑ دے۔ آپ گھریلو کام پوری ذمہ داری سے کر رہی ہیں، والدہ کی خدمت بھی کر رہی ہیں، روزہ ماں کی خدمت سے نہیں روکتا۔ آپ اپنی والدہ سے کہیں کہ وہ بھی آپ کی طرح عبادات کا اہتمام کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند فرمائے اور اس کے گناہ معاف فرمائے، البتہ اس کی بددعا ان شاء اللہ تعالیٰ قبول نہیں ہو گی کیونکہ نیک اعمال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور حصولِ رحمت کے لیے کیے جاتے ہیں۔ (عبداللہ بن جبرین)

ماں کی محبت کا انداز؟

سوال محترم شیخ صاحب! میری عمر 21 سال ہے اور میں کچھ عرصہ سے بیمار رہتی ہوں۔ میری ماں مجھ سے بہت محبت کرتی ہے۔ بعض دفعہ وہ میرے ساتھ اس طرح محبت کا اظہار کرتی ہے جیسے میں کوئی چند سال کی بچی ہوں، مثلاً روٹی کے لقمے توڑ توڑ کر میرے منہ میں ڈالتی ہے. اگرچہ میں بھی ان کے ساتھ حسن سلوک اور خدمت کا معاملہ کرتی ہوں لیکن کیا میری ماں کی یہ محبت شرعی حدود سے متجاوز تو نہیں؟

جواب والدین کو اپنی اولاد سے غالباً اسی طرح محبت ہوتی ہے، والدین اسی طرح اپنے بچوں پر جان دیتے ہیں، ان کے دل میں اولاد کی محبت ہر وقت جوش مارتی ہے، خصوصاً جب اولاد میں سے کوئی بیمار ہو جائے تو ان کی محبت کے سمندر میں تلاطم پیدا ہو جاتا ہے۔

آپ نے جو صورتحال ذکر کی ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، البتہ اگر آپ کے والد یا والدہ اولاد کی محبت میں کوئی ایسی حرکت کریں یا ایسا انداز اپنائیں جو شرعی حدود سے متجاوز ہو تو آپ والد یا والدہ کو منع کر دیں کہ آپ کی محبت کا یہ انداز شریعت کی نظر میں صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح بعض دفعہ والدین اولاد میں سے کسی ایک کے ساتھ زیادہ محبت کرتے ہیں، یہ بات بھی خلافِ شرع ہے، ان کو چاہیے کہ سب کو برابر توجہ دیں، حتیٰ کہ بعض سلف نے کہا ہے کہ اگر ایک بچے کو پیار کریں، اسے بوسہ دیں تو دوسرے کو بھی پیار کریں اور بوسہ دیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل وانصاف کرو۔'' [1]

کیا باپ کے حکم پر ماں سے حسنِ سلوک نہ کریں؟

سوال ہم پانچ بھائی اور ایک بہن ہیں۔ چند سال پہلے ہمارے والد اور ہماری والدہ کے درمیان جھگڑا شدت اختیار کر گیا، والد نے ہماری والدہ کو طلاق دے دی۔ ہماری والدہ نے ایک اور آدمی سے شادی کر لی جبکہ ہم اس شادی پر رضامند نہ تھے۔ چند سال کے بعد ان دونوں کے درمیان مشکلات نے جنم لیا۔ ہماری والدہ ہمارے پاس آتی، اپنی مشکلات ذکر کرتی اور روتی رہتی، ہم اسے دلاسہ دیتے اور اس کی مالی معاونت کرتے، چند دن رہنے کے بعد وہ اپنے خاوند کے گھر میں چلی جاتی، لیکن جب بھی وہ ہمارے پاس آتی ہمارا والد آ کر ہمارے ساتھ لڑنا شروع کر دیتا اور کہتا کہ اس عورت کو تمہارے پاس آنے کی اجازت نہیں ہے۔ اب ہماری والدہ کو اس کے خاوند نے بھی طلاق دے دی ہے۔ لہٰذا وہ ہمارے پاس رہتی ہے جبکہ ہمارا والد جہاں ہمیں اس کے ساتھ حسن سلوک سے روکتا ہے وہاں اس کو ساتھ رکھنے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ اس صورتحال میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ ہم اپنی والدہ سے حسن سلوک نہ کریں؟ اسے

---

[1] بخاري، كتاب الهبة وفضلها.... باب الإشهاد في الهبة: ٢٥٨٧۔

اپنے پاس نہ رکھیں؟ یا پھر اپنے والد کی حکم عدولی کریں؟ کیا ایسا کرنے سے ہم گنہگار رہوں گے؟

جواب ہم آپ لوگوں کے مشکور ہیں کہ آپ اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں، اس کا خیال رکھتے ہیں، اس کی ضروریات کے لیے خرچ کرتے ہیں اور اس کے حقوق پورے کر رہے ہیں، البتہ آپ نے جو سوال کیا ہے اس کا جواب کچھ اس طرح ہے کہ آپ کے والد صاحب کی یہ بات کہ آپ اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک نہ کریں، صحیح نہیں ہے۔ آپ لوگوں کے ذمہ سے آپ کی والدہ کا حق ساقط نہیں ہو سکتا، آپ کو ان کی خدمت کرنا ہوگی۔ ماں کی خدمت نہ کرنا خالق کی نافرمانی ہے اور خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت ہرگز جائز نہیں ہے۔ آپ کے ساتھ آپ کی والدہ کے رہنے کا معاملہ کچھ یوں ہے کہ اگر جس مکان میں آپ رہ رہے ہیں وہ آپ کے باپ کی ملکیت ہے اور آپ لوگوں کی ملکیت نہیں ہے تو باپ کی اجازت کے بغیر آپ اپنی والدہ کو اس گھر میں نہیں رکھ سکتے۔ اگر وہ اجازت دے دے تو پھر بھی آپ کی والدہ کو آپ کے والد سے پردہ کرنا ہوگا اور اس سے دور رہنا ہوگا۔ اگر آپ کا باپ راضی نہ ہو تو بہتر ہے کہ آپ اپنی والدہ کے لیے الگ گھر کا اہتمام کریں۔

اگر یہ گھر جس میں آپ ٹھہرے ہوئے ہیں وہ آپ کی ملکیت ہے اور آپ کا والد آپ کے پاس رہتا ہو یا آپ کو ملنے کے لیے آتا ہو تو پھر اس کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ آپ کو منع کرے یا آپ کی والدہ کو تمہارے پاس نہ آنے دے۔ آپ کی والدہ آپ کی محتاج ہے، اسے آپ کے حسن سلوک کی ضرورت ہے، وہ اکیلی ہے اور آپ اس کی حقیقی اولاد ہیں، لہٰذا آپ جس قدر ممکن ہو اپنی والدہ سے نیکی اور تعاون کریں۔

نوٹ☆: میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ والدین کے اختلاف کی شکل میں بچے پریشان ہو جاتے ہیں۔ وہ فیصلہ نہیں کر پاتے کہ باپ کا حکم مانیں کہ ماں کا ساتھ دیں۔ نبی ﷺ نے ماں کے قدموں تلے جنت جبکہ باپ کو جنت کا دروازہ فرمایا لہٰذا بچے سوچتے ہیں کہ ہم کدھر جائیں؟ اس صورت حال میں بچوں کو یہ ادراک کرنا چاہیے کہ شریعت کی نظر میں حق پر کون ہے؟ اگر باپ ہے تو باپ کا حکم مانیں اور ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہیں۔ اگر ماں ہے تو ماں کا حکم مانیں اور باپ کے ساتھ اچھا سلوک رکھیں۔ سرور کونین ﷺ کا ارشاد ہے: ((لا طاعة

لمخلوق فی معصیة الخالق)) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہ ہوگی۔

والدہ کو کیسے سمجھاؤں؟

سوال میری والدہ خلافِ شرع کام کرتی ہے، میں نے جب بھی اسے سمجھانے کی کوشش کی، اس نے مجھے ڈانٹنا شروع کر دیا اور مجھ سے ناراض ہوگئی اور کئی دن تک مجھ سے بات نہیں کی۔ میں اسے کس طرح نصیحت کروں کہ وہ مجھ سے ناراض نہ ہو، مجھے ڈر ہے کہ والدہ کی ناراضگی کہیں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب نہ بن جائے؟ کیونکہ وہ مجھے بددعائیں دینے سے بھی گریز نہیں کرتی۔ آپ اس معاملے میں کیا کہتے ہیں، اسے سمجھاؤں یا اس کی رضامندی کے حصول کے لیے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دوں؟ یاد رہے میں نوجوان لڑکی ہوں اور اپنی والدہ کے کاموں سے سخت اذیت کا شکار رہتی ہوں۔

جواب اے بیٹی! ہم آپ کو یہی کہیں گے کہ اپنی والدہ کو اچھے طریقے اور حکمت کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کرو اور اس پر واضح کرو کہ اس کے افعال گناہ اور عذاب کا باعث ہیں۔ اگر وہ آپ کی بات سننے یا ماننے کے لیے تیار نہ ہو اور آپ سے ڈانٹ ڈپٹ کرے تو اپنے والد یا اپنی والدہ کے والد (اپنے نانا) کو خبر کر دو یا پھر جو بھی آپ لوگوں کا سرپرست ہے اس کو بتاؤ کہ وہ پورے شعور سے معاملہ کو کنٹرول کرے۔ یاد رہے کہ اگر اس کا خلافِ شرع کام کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور وہ آپ کی نصیحت قبول بھی نہیں کرتی تو اس کو چھوڑ دو، اس میں نہ ہی تو آپ پر کوئی گناہ ہوگا اور نہ ہی ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی بددعائیں آپ کو نقصان پہنچا سکیں گی، کیونکہ وہ اللہ کی نافرمان ہے اور آپ کی قطع تعلقی اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہوگی اور اگر یہ خلافِ شرع کام صغیرہ گناہوں میں سے ہے تو پھر قطع تعلقی کی ضرورت نہیں ہے۔ (عبداللہ بن جبرین)

کیا اولاد گنہگار ہوگی؟

سوال ایک عورت کے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی ہے اور وہ سب کے سب شادی شدہ ہیں۔ یہ عورت اپنے بیٹوں کو چھوڑ کر اپنے داماد کے گھر میں بیٹی کے ساتھ رہ رہی ہے جبکہ اس کے بیٹے اس کی مکمل کفالت کی طاقت رکھتے ہیں۔ کیا اس صورتحال میں بیٹے گنہگار ہوں گے؟ یاد رہے کہ

اس عورت کو ایک ادارے کی طرف سے باقاعدہ وظیفہ ملتا ہے اور یہ اپنے داماد کو وقتاً فوقتاً کچھ رقم دے دیتی ہے تا کہ اس کے خرچہ کا کچھ بدل ہو سکے اور بعض دفعہ اشیائے خوردنی خرید کر بیٹی کو دے دیتی ہے۔ ہم یہ بھی پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا داماد پر واجب ہے کہ وہ اس کی ضروریات کو پورا کرے؟

جواب اگر یہ عورت اپنے جوان بیٹوں کو چھوڑ کر بیٹی کے گھر میں رہ رہی ہے تو اس کا کوئی نہ کوئی سبب تو ضرور ہوگا۔ یا تو وہ بیٹوں سے ناراض ہے یا پھر اس کی بیٹی کو ضرورت ہے کہ کوئی عورت اس کے پاس رہے وغیرہ، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے بیٹوں کے اخلاق و عادات سے خوش نہ ہو اور ان کے گھر میں پریشان رہتی ہو، الغرض کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہے۔ وجہ کوئی بھی ہو، بیٹوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی والدہ کو راضی کریں اور اس کو اپنے گھر میں لانے کی کوشش کریں۔ انہیں چاہیے کہ وہ اپنی والدہ کو خوش کریں اور اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

اگر یہ عورت بغیر کسی سبب کے اپنی خوشی کے ساتھ بیٹی کے گھر میں رہ رہی ہے تو بیٹوں پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس کو جو کچھ خیراتی ادارے سے ملتا ہے وہ مال اس کا ہے، وہ اسے اپنے اوپر خرچ کرے تو یہ اس کا حق ہے، البتہ داماد پر ساس کی ضروریات کو پورا کرنا واجب نہیں ہے لیکن یہ کہ وہ اپنی مرضی سے خرچ کرے۔ یہ بات تو اخلاقی لحاظ سے بہت خوش آیند ہے مگر اس پر واجب کچھ بھی نہیں ہے۔ جو صورتحال سوال میں ذکر کی گئی ہے اس کے مطابق یہ عورت اپنے داماد پر بوجھ نہیں ہے بلکہ وہ اپنی خودداری قائم رکھے ہوئے ہے۔ وہ اپنے داماد سے تعاون کرتی ہے، گھریلو اشیاء خرید کر لاتی ہے اور اشیائے خوردنی بھی بعض دفعہ بازار سے لے آتی ہے، تو یہ اللہ کا فضل ہے کہ وہ کسی کی محتاج نہیں ہے۔ (صالح فوزان)

سوتیلی ماں کے ظلم کا شکار ہوں، کیا کروں؟

سوال میری سگی ماں فوت ہو چکی ہے اور میں اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ رہتی ہوں۔ وہ مجھ پر بہت ظلم کرتی ہے اور میرے لیے نئی نئی مشکلات پیدا کرتی رہتی ہے، مگر میرے باپ کے سامنے وہ اس انداز سے بات کرتی ہے کہ وہ مکمل یقین کر لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں سوتیلی ماں

کے ساتھ صحیح سلوک نہیں کرتی۔ وہ مجھے یہ کہہ کر ڈراتی رہتی ہے کہ اگر تو نے منہ کھولا یا اپنے باپ کو کوئی بات بتانے کی کوشش کی تو میں اسے کہہ کر تیری شادی اپنی مرضی سے کہیں طے کر دوں گی اور تیرا باپ میری بات ٹال نہیں سکتا۔ مَیں اس صورتحال میں کیا کروں؟ براہِ کرم میری رہنمائی فرمائیے۔

جواب اے بیٹی! یہ آزمائش اور امتحان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، وہ جس کو چاہتا ہے آزماتا ہے۔ لیکن بیٹی! یاد رکھنا، اس میں بہت بڑا اجر ہے۔ تم صبر کرو اور اللہ سے دعا کرو، اللہ کوئی بہتر سبیل پیدا کرے گا۔ آپ اپنی والدہ کو بھی اچھے طریقے سے سمجھائیں کہ وہ اللہ کے عذاب سے ڈرے اور آپ پر ظلم نہ کرے، اسے بتاؤ کہ وہ ﴿عزیز ذوانتقام﴾ ہے۔ آپ برائی کا بدلہ اچھائی سے دیں، اس کے برے اخلاق کے مقابل حسن اخلاق کا مظاہرہ کریں، وہ آپ کے ساتھ برا سلوک کرے بھی تو آپ صلہ رحمی کریں۔

آپ اپنی دیگر بہنوں کو کہیں کہ وہ بھی آپ کی والدہ کو اچھے طریقے سے سمجھائیں، اسے بتائیں کہ ظلم قیامت کے دن انسان کے لیے اندھیرا ہوگا۔ آپ اپنے والد سے علیحدگی میں پوری بات اچھے طریقے سے بیان کریں، خصوصاً جب وہ خوش ہو اور آپ کو علیحدگی میسر آ جائے۔ آپ اسے یہ بھی کہیں کہ وہ کبھی خود آپ کی باتوں کی خفیہ طریقے سے تصدیق کر لے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ اپنے والدین کی خدمت کریں اور ان کا پورا خیال رکھیں۔ اگر آپ یہ سمجھیں کہ آپ کا والد آپ کی بات نہیں سنے گا یا اس کی تصدیق نہیں کرے گا تو اپنے والد کے قریبی عزیزوں میں سے خصوصاً جو ان کے ساتھ اچھے تعلقات رکھتے ہوں، کو واسطہ بنا کر اپنے والد کو پوری بات سنائیں، آپ اس کے سامنے پوری صورتحال اچھے انداز سے بیان کریں، وہ آپ کے والد کو سارا ماجرا اچھے طریقے سے واضح کرے۔ وہ اسے نصیحت کرے کہ وہ جھوٹ کی تصدیق نہ کرے اور ظلم کا تعاون چھوڑ دے۔

اے بیٹی! ہم امید کرتے ہیں کہ یہ طریقہ اپنانے سے اللہ آپ کی آزمائش ختم کر دے گا۔ اس کا اصول ہے کہ وہ تنگی کے بعد آسانیاں پیدا کرتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ عبادت اور اللہ سے دعا کثرت سے کیا کریں اور غم اور پریشانی سے اللہ کی پناہ طلب کریں۔ ایسی دعائیں

زیادہ سے زیادہ کریں جو غم اور پریشانی سے بچنے کے لیے کتب احادیث میں درج ہیں۔ اللہ دعاؤں کو قبول کرنے والا اور غم کو خوشی میں بدلنے والا ہے۔

باپ اپنے بیٹے کو کہتا ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو

سوال اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کو کہتا ہے کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو تو کیا اُسے طلاق دے دینی چاہیے یا نہیں؟

جواب جب والد اپنے بیٹے کو حکم دے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو تو یہ معاملہ دو حالتوں سے خالی نہ ہوگا۔

❖ باپ شرعی عذر پیش کرے جس کی بناء پر وہ طلاق اور میاں بیوی کے درمیان جدائی کا مطالبہ کررہا ہے، مثلاً وہ یہ کہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو کیونکہ اس کی اخلاقی حالت ٹھیک نہیں ہے، وہ غیر مردوں کی طرف مائل ہوتی ہے، وہ نامناسب مقامات پر آتی جاتی ہے یا اس طرح کی کوئی دیگر وجہ ہو۔ اگر والد کی بات درست ہے تو ایسی صورتحال میں اسے فوراً طلاق دے دینی چاہیے کیونکہ والد کسی ذاتی رنجش کی وجہ سے اس کو طلاق دینے کا حکم نہیں دے رہا بلکہ وہ تو اپنے بیٹے کے بستر کو پاک دیکھنا چاہتا ہے اور اس کی عزت کی رکھوالی کرنا چاہتا ہے، وہ اپنے بیٹے کے گھر کو پاک صاف رکھنے کی کوشش کررہا ہے۔

❖ باپ اپنے بیٹے کو کہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو اس لیے کہ وہ اپنے بیٹے سے محبت کرتا ہے اور اس کی بیوی نے یہ محبت چھین لی ہے، یا ماں محبت کرتی تھی اور بہو نے اسے اس محبت سے محروم کردیا ہے۔ یا اس سے ملتا جلتا کوئی ذاتی سبب ہو تو اس پر والد کی اطاعت کرنا اور اپنی بیوی کو طلاق دینا واجب نہیں ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنے ماں باپ کو قائل کرنے کی کوشش کرے اور اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھے۔ وہ اپنے ماں باپ سے حسن سلوک کرے اور ان سے صلہ رحمی اور محبت سے پیش آئے خصوصاً جب اس کی بیوی دیندار اور بااخلاق ہو تو اسے قطعاً طلاق نہیں دینی چاہیے۔ اپنے باپ کو نرم کلام اور حسنِ اخلاق سے قائل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ایک نوجوان نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ میرا باپ مجھے حکم دیتا ہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسے فرمایا ایسا نہ کرنا، اس نے کہا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو حکم نہیں دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں جب انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ کیا تمہارا باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح ہے؟

ایک باپ نے اپنے بیٹے کو دلیل دیتے ہوئے کہا اے بیٹے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں کیونکہ انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طلاق دینے کا حکم دیا تھا۔ اُس نے کہا کیا آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے ہیں؟

مگر اسے چاہیے تھا کہ وہ کلام میں نرمی پیدا کرتا اور اپنے والد سے کہتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ضرور کوئی ایسی چیز دیکھی ہوگی جس کی بناء پر اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ بہر حال یہ سوال کثرت کے ساتھ کیا جاتا ہے تو اس کا جواب یہی ہے جو ہم نے اوپر ذکر کر دیا ہے۔ (واللہ اعلم) [1]

---

[1] فتاویٰ المحرم ۱۴۰۸ھ ص: ۲۷۵ نقلاً فتاویٰ عشرۃ النساء۔

طلاق کا بیان

جاؤ تم فارغ ہو، کیا طلاق ہوگئی؟

سوال میری بیٹی کا اپنے خاوند سے کسی بات پر جھگڑا ہوا، میں نے اپنی بیٹی اور داماد کو سمجھایا اور صلح کروانے کی کوشش کی مگر میرا داماد صلح پر آمادہ نہیں ہوا، بلکہ اس نے کہا کہ اپنی بیٹی کو ساتھ لے جاؤ تم میری طرف سے فارغ ہو۔ یہ یکم جنوری 2001ء کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد میرے داماد نے دوسری شادی بھی کر لی ہے۔ اس کے باوجود میں نے دوبارہ صلح کے لیے رابطہ کیا، لیکن وہ صلح کے لیے تیار نہیں ہے۔ کیا اس طرح میری بیٹی کو طلاق ہوگئی یا نہیں؟ کیا وہ آگے نکاح کر سکتی ہے؟

جواب میاں بیوی کا اگر کسی بات پر جھگڑا ہو جائے تو اسے گھر میں رہتے ہوئے نمٹانے کی کوشش کرنی چاہیے، لیکن اگر داماد نے سائل کو یہ کہہ دیا ہے کہ اپنی بیٹی کو ساتھ لے جاؤ تم میری طرف سے فارغ ہو۔ صرف اتنا کہنے سے طلاق نہیں ہوگی، کیونکہ یہ الفاظ اس نے اپنی بیوی کو مخاطب کر کے نہیں کہے۔ اگر بیوی ہی کو کہے تب بھی یہ الفاظ طلاق کے لیے صریح نہیں ہیں۔ فقہاء کی اصطلاح میں اسے ''کنایہ'' کہا جاتا ہے۔ ایسے الفاظ کی صورت میں خاوند کی نیت کو دیکھا جائے گا، اگر اس کی نیت واقعتاً طلاق کی تھی تو اسے طلاق شمار کیا جائے گا، بصورتِ دیگر یہ الفاظ دھمکی کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ داماد کا دوسری شادی کر لینا بھی طلاق کے لیے دلیل نہیں بن سکتا۔ کیونکہ یہ اس کا حق ہے جو اس نے استعمال کیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ پنچائتی طور پر خاوند سے دریافت کیا جائے کہ اس کی ان الفاظ سے کیا مراد تھی؟ اگر اس نے طلاق کی نیت سے یہ الفاظ کہے تھے تو اب بیوی کی عدت بھی ختم ہو چکی ہے، لہٰذا اسے شرعاً نکاح کرنے کی اجازت ہے اور اگر اس نے یہ الفاظ طلاق کی نیت سے استعمال نہیں کیے بلکہ دھمکی اور اصلاحِ احوال کے لیے یعنی بطور ڈراوے کے کہے ہیں تو اس صورت میں طلاق نہیں ہوگی۔ سائل کی بیٹی ایسے حالات میں بدستور (اس کے) داماد کی بیوی ہے۔ برادری کے سرکردہ احباب یا مقامی معززین کے ذریعے

مسئلہ کا حل تلاش کیا جائے تاکہ معاملہ زیادہ خراب نہ ہو۔ (واللہ اعلم) [ابو محمد عبدالستار الحماد]

اپنے آپ کو طلاق دینا کیسا ہے؟

سوال ایک عورت نے شادی کی اور اللہ نے اسے بیٹی دی، مگر میاں بیوی کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے اور عورت نے اپنے آپ کو خود ہی طلاق دے ڈالی اور کسی دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح کر لیا۔ اس کے گھر والے اس کے نکاح پر راضی بھی تھے اور اس میں شریک بھی ہوئے، اس آدمی سے بھی اس کا ایک بچہ ہو چکا ہے۔ اس طلاق اور دوسرے نکاح کا کیا حکم ہے؟ اور دوسرا نکاح کرنے والے پر کیا لازم ہے کہ وہ اس عورت اور بیٹے کے ساتھ کیا سلوک کرے کیونکہ بقول اس کے کہ اگر اس کا فعل غیر شرعی ہے تو وہ اللہ سے توبہ کرنا چاہتا ہے۔

جواب اس عورت کا اپنے آپ کو طلاق دینا غیر شرعی اور باطل ہے، اس طلاق کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اگر اس طلاق پر اس کا پہلا خاوند رضامندی اور موافقت کا اظہار کرے تو طلاق واقع ہو جائے گی ورنہ نہیں ہو گی، وہ تا حال پہلے خاوند کے نکاح میں ہے، اس کا دوسرا نکاح صحیح نہیں ہے اگرچہ اس کے گھر والے بھی شریک ہوئے۔ دوسرے خاوند اور اس عورت کے درمیان جدائی کروانا لازمی ہے، یہ عورت پہلے خاوند کے پاس جائے گی بشرطیکہ دوسرے سے جدائی کے بعد ماہواری کے ذریعے استبراء رحم (رحم کا خالی ہونا) ثابت ہو اور اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل کرے۔ اگر پہلا خاوند طلاق دے دے تو عدت گزرنے کے بعد دوسرے یا کسی بھی شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔ دوسرے خاوند سے ہونے والا بچہ اس کا ہی ہے کیونکہ اس نے "نکاحِ شبہ" کیا ہے، وہ صاحب فراش ہے اور بچہ اسی کا ہے۔ (عبداللہ بن جبرین)

طلاق کب جائز ہے؟

سوال محترم شیخ صاحب! بتائیں کہ انسان کے لیے کب جائز ہے کہ وہ طلاق کا حق استعمال کرے؟

جواب جب میاں اور بیوی کے درمیان صلح کی تمام کوششیں بے کار ثابت ہوں اور طلاق کے علاوہ کوئی حل نہ ہو، بالفاظ دیگر جب علیحدگی اکٹھے رہنے سے بہتر ہو تو پھر طلاق کا حق استعمال ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

طلاق کی حکمت

سوال محترم شیخ صاحب! براہِ کرم بتائیں کہ طلاق جب اچھی چیز نہیں ہے تو اسلام نے اس کو کیوں برقرار رکھا، اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب بہت ہی آسان اور واضح جواب ہے کہ بعض دفعہ شوہر بیوی سے اور بیوی شوہر سے اس قدر نفرت کرتی ہے کہ ان کا اکٹھے رہنا عذاب سے کم نہیں ہوتا، وہ ایک دوسرے کو سخت ناپسند کرتے ہیں، مثلاً ایک میں عقل کی انتہائی کمی، بے دینی، بداخلاقی اور بدتمیزی وغیرہ ہو تو ایسی مشکل صورتحال سے نکلنے کے لیے اللہ نے طلاق کو جائز قرار دیا ہے تا کہ ایک دوسرے سے ان کی جان چھوٹ سکے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اگر وہ دونوں الگ الگ ہو جائیں تو اللہ اپنی وسعت سے ہر ایک کو بے نیاز کر دے گا۔" [1] [ابن باز]

اسباب طلاق

سوال جناب شیخ صاحب! آپ کے نزدیک طلاق کے اسباب کیا ہیں؟ براہِ کرم وضاحت فرما دیں۔

جواب طلاق کے بہت سے اسباب ہیں جن میں سے چیدہ چیدہ یہ ہیں:

① عدم محبت، میاں کو بیوی سے اور بیوی کو میاں سے یا دونوں کو ایک دوسرے سے محبت، پیار اور دلچسپی نہ ہو۔

② عورت کا بداخلاق اور بدتمیز ہونا۔

③ عورت کا صحیح اور بہترین باتوں میں اپنے خاوند کی بات نہ سننا اور نہ ہی اس کی فرمانبرداری کرنا۔

④ خاوند کا بداخلاق، بدتمیز اور ظالم ہونا۔

⑤ خاوند کا بیوی کے ساتھ انصاف نہ کرنا۔

⑥ خاوند کا بیوی کے حقوق پورا کرنے سے عاجز آ جانا۔

---

[1] ٤/ النساء: ١٣٠۔

⑦ بیوی کا خاوند کے حقوق پورے نہ کر سکنا۔

⑧ خاوند یا بیوی کا گناہوں میں لت پت رہنا اور ایک دوسرے کے ساتھ کشیدگی، لڑائی، جھگڑا اور بری زندگی گزارنا۔

⑨ خاوند کا نشے کی عادت میں پڑ جانا۔

⑩ خاوند کا سسرالیوں کے ساتھ بداخلاقی، بدتمیزی اور بے دینی کا رویہ رکھنا۔

⑪ عورت کا سسرالیوں کے ساتھ لڑائی، جھگڑا اور بداخلاقی کا مظاہرہ کرتے رہنا اور ان کو پریشان کرنا۔

⑫ عورت اور مرد کا ایک دوسرے کو نظر انداز کرنا۔ مثلاً عورت کا گھر کو صاف نہ رکھنا اور خاوند کے لیے بہترین لباس، بہترین خوشبو استعمال نہ کرنا، اس کے لیے تیار نہ ہونا، خاوند کے ساتھ خوش کلامی اور پیار بھری گفتگو نہ کرنا، عورت کا خاوند کو ہنس کر نہ ملنا، ازدواجی حقوق بے دلی سے ادا کرنا۔ اسی طرح خاوند کا بھی معاملہ ہے، وغیرہ۔

یہ چند اسباب ہیں جو میں نے عرض کر دیے ہیں۔

نوٹ ☆: میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ بعض علماء نے حدیث میں مذکور بہترین عورت کی علامات کہ:

> ''خاوند اس کو دیکھے تو خوش ہو جائے، حکم دے تو وہ تعمیل کرے مگر یہ کہ شوہر کا حکم اللہ کی نافرمانی پر مبنی ہو، خاوند غائب ہو تو اپنی عزت، خاوند کے مال، بچوں اور گھر کی حفاظت کرے۔'' [1]

کی شرح میں لکھا ہے کہ وہ عورت جو خاوند کے لیے زیب و زینت اختیار نہ کرے تو خاوند کو حق ہے کہ اسے طلاق دے دے۔

ہمارے ہاں بعض خواتین اعتراض کرتی ہیں کہ اگر گھر میں دیگر افراد موجود ہوں تو خاوند کے لیے کیسے زیب و زینت اختیار کی جائے؟ تو عرض ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے اس کا اہتمام ہونا چاہیے، ہر میاں بیوی کے پاس الگ کمرہ تو ہوتا ہے، جہاں یہ سب کچھ ممکن ہے۔

---

[1] سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب فی حقوق المال: ١٦٦٤۔

لیکن یہاں پر معاملہ الٹ ہے، جب خواتین نے بازار جانا ہو یا کسی شادی میں شرکت کرنا ہو تو بے چارے مرد خواتین کی تیاری دیکھ کر سکتے میں آجاتے ہیں، تب ان کو گھر والوں کی موجودگی کا احساس نہیں ہوتا۔ لیکن جب خاوند کے پاس آنا ہو تو گھر والوں سے شرم آڑے آتی ہے اسی لیے تو ان کے ہاتھوں سے لہسن، پیاز اور سبزی کی بدبو اُٹھ رہی ہوتی ہے۔ خواتین کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ طوفانی بدبو جہاں خاوند کے لیے پریشانی کا باعث ہے وہاں عورت کی عدم سلیقہ شعاری کی بھی غماز ہے۔ ''تاریخ ادب عربی'' نامی کتاب میں مذکور ہے کہ ایک ماں نے اپنی بیٹی کو اس کی شادی کے موقع پر رخصت کرتے ہوئے چند نصیحتیں کی تھیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ ''تیرے جسم کے کسی حصے سے خاوند کو ناپسندیدہ بو نہیں آنی چاہیے''

بعض خاوند بھی میل کچیل پسند ہوتے ہیں جو مہینہ میں ایک دو بار ہی نہانے کی غلطی کرتے ہیں، یہ سب غلط ہے، ایسی بری عادتوں کو ختم کرنا چاہیے۔

ہنسی مذاق میں دی گئی طلاق کا حکم

سوال ایک شخص نے ہنسی مذاق میں اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں، تو کیا ایسی طلاق واقع ہو جائے گی؟ کتاب وسنت کی رو سے واضح کریں۔

جواب اللہ نے میاں اور بیوی کا جو رشتہ قائم کیا ہے، اس میں مودت ورحمت ہے اور یہ رشتہ ایک دوسرے کے لیے سکون واطمینان کا باعث ہے، لیکن بعض اوقات اس رشتے کو شیطانی وساوس، باہمی اختلاف وتنازع اور روزمرہ کے لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے ٹھیس پہنچ جاتی ہے۔ شیطان کے اکسانے پر مرد اپنی بیوی کو طلاق دے بیٹھتا ہے، یا بعض اوقات ہنسی مذاق یا ڈرامائی انداز میں لوگ طلاق کا کلمہ کہہ دیتے ہیں، ان ہر دو صورتوں میں طلاق کا وقوع ہو جاتا ہے۔ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ثلاث جدهن جد وهزلهن جد، النكاح والطلاق والرجعة)) [1]

''تین کام ایسے ہیں جن کی سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے اور

---

[1] أبو داود، كتاب الطلاق، باب في الطلاق على الهزل (٢١٩٤)، ترمذي (١١٨٤)، مستدرك حاكم ١٩٧/٢، ١٩٨، ح: ٢٨٠٠)۔س

وہ ہیں نکاح، طلاق اور رجوع۔“

اس صحیح حدیث سے واضح ہو گیا کہ قصداً اور ہنسی مذاق کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے لہٰذا طلاق کے الفاظ بولنے سے ہر صورت اجتناب کیا جائے۔ [ابوالحسن مبشر احمد ربانی]

غصے کی حالت میں دی گئی طلاق کا حکم

سوال اگر کوئی آدمی غصے کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور بعد میں پچھتائے تو اس کا کیا حل ہے؟

جواب غصے والی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے:

((ثلاث جدهن جد و هزلهن جد، النكاح و الطلاق و الرجعة))

”تین چیزیں جان بوجھ کر کریں یا مذاق میں کریں، واقع ہو جاتی ہیں: نکاح، طلاق اور رجعت۔“ [1]

اس کی سند حسن ہے، اسے امام ترمذی نے ”حسن غریب“ اور حاکم (۱۹۸/۲) نے صحیح کہا ہے۔ اس کے راوی عبدالرحمٰن بن اردک حسن الحدیث ہیں۔ [2]

اور اس کے کئی شواہد بھی ہیں۔ [3]

[حافظ زبیر علی زئی]

نوٹ: ☆ میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ ہمارے ہاں بعض لوگ طلاق کے معاملہ میں انتہائی غیر مناسب اور غیر محتاط رویہ اختیار کرتے ہیں۔ بعض لوگ غصہ میں آکر اپنی بیوی کو طلاق، طلاق، طلاق کہہ دیتے ہیں۔ پھر ہمارے ہاں جن مفتیان کی کثرت ہے وہ تینوں طلاقوں کے واقع ہو جانے کا فتویٰ دیتے ہیں اور اگر خاوند کہے کہ میں بیوی سے رجوع کرنا چاہتا ہوں تو حلالہ کا دروازہ دکھاتے ہیں۔ اب خاوند بیچارہ پریشان ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے تو غصے کی حالت میں طلاق دی تھی، میں نے سوچ سمجھ کر طلاق نہیں دی تھی لہٰذا یہ طلاق کیسے واقع ہو گئی؟ شرعی دلائل کی بنیاد پر طلاق واقع ہو جاتی ہے اگر چہ یہ الگ مسئلہ ہے کہ بیک وقت دی گئی

---

[1] سنن ابی داود: ٢١٩٤۔ [2] نیل المقصود، ج: ٢، ص: ٥٦٠۔

[3] دیکھئے التلخیص الحبیر، ج: ٣ ص: ٢١٠۔

تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں یا ایک اس کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔غور کریں تو عقلی طور پر بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے کیونکہ عموماً طلاق غصے میں ہی دی جاتی ہے، پیار سے طلاق تو کوئی بھی نہیں دیتا۔مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں:

''طلاق غصے کی حالت میں ہی دی جاتی ہے۔یہ تو نہیں ہوتا کہ میاں بیوی پیار و محبت سے زندگی گزار رہے ہوں، ان کا آپس میں کوئی اختلاف نہ ہو اور ایک دن میاں بیوی راز و نیاز کی باتیں کر رہے ہوں اور خاوند کہے کہ ((چلو آؤ اج تُہانوں طلاق ای نہ دے چھڈیے)) لہٰذا اس مسئلہ میں احتیاط کرنے کی اشد ضرورت ہے۔''

طلاق کی نیت کی اور وکیل مقرر کر دیا

سوال میرے اور میری بیوی کے درمیان نزاع طول پکڑ گیا، عین اس دوران مجھے ملک سے باہر جانا پڑا۔میں نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کی نیت کر رکھی تھی، لہٰذا میں نے اپنے رشتہ داروں میں سے ایک رشتہ دار کو اپنی طلاق کے معاملہ میں وکیل مقرر کیا۔مگر جب میں باہر چلا گیا تو وہاں جا کر سوچا کہ بیوی کی بدزبانی اور بداخلاقی کی وجہ سے بچوں کی زندگی اور اپنا گھر برباد کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ میں تردد کا شکار ہوا اور اپنے وکیل کو اپنے تردد سے آگاہ کیا۔میں دو سال کے بعد واپس آیا ہوں، کیا میری نیت کی بنیاد پر اور وکیل مقرر کرنے کی وجہ سے میری بیوی کو طلاق ہو گئی؟ کیا مجھے اس سے رجوع کرنا ہو گا یا مجھے طلاق دینا ہو گی؟ براہِ کرم شرعی رہنمائی سے آگاہ فرمائیں۔

جواب انسان کو چاہیے کہ وہ ہر قسم کے تصرف میں عقل سے کام لے، خصوصاً اس طرح کے نازک مسائل میں اسے بیوقوفی اور جلد بازی سے قطعاً کام نہیں لینا چاہیے۔اسے کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے اس کے انجام پر ضرور نظر رکھنا چاہیے۔

جو صورتحال سوال میں ذکر کی گئی ہے اس کے مطابق طلاق واقع نہیں ہوئی، اگرچہ سائل نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا اور اس کے لیے ایک وکیل بھی مقرر کر دیا تھا مگر جب تک خاوند یا اس کا وکیل طلاق کا لفظ ادا نہیں کرتا، تب تک طلاق واقع نہ ہوگی۔سائل کے

سوال کے مطابق لفظِ طلاق ابھی ادا نہیں ہوا، نہ ہی تو اس کی طرف سے اور نہ ہی اس کے وکیل کی طرف سے، لہٰذا اس کی بیوی کو طلاق واقع نہ ہوئی ہے۔ جب تک لکھ کر یا بول کر لفظ ''طلاق'' ادا نہ ہو، تب تک طلاق واقع نہ ہوگی۔ ہر وہ انسان جس نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا مگر الفاظ ادا نہ کیے تو طلاق نہ ہوگی۔ (واللہ اعلم) [صالح بن عثیمین]

لفظ ''طلاق'' لکھ کر بیوی کی طرف پھینک دیا

سوال ایک خاتون اپنے گھر کے کام میں مصروف تھی کہ اس کے شوہر نے اس کی طرف ایک پرچی پھینکی اور باہر چلا گیا، عورت نے خیال کیا کہ کوئی حساب کی پرچی ہے۔ اسے دوسرے دن پتہ چلا کہ اس پر تین مرتبہ طلاق کا لفظ تحریر تھا۔ محلے کی کسی عورت نے بتایا کہ اس طرح طلاق واقع نہیں ہوتی ہے کیونکہ تم نے نہ لفظ طلاق پڑھا، نہ ہی سنا اور نہ اسے ہاتھ لگایا۔ ایک مولوی صاحب تشریف لائے تو شوہر نے ان کے روبرو اقرار کیا کہ اس نے طلاق دے دی تھی جس پر وہ خاتون اپنا گھر چھوڑ کر اپنے میکے چلی گئی۔ اس کو تقریباً دو سال گزر چکے ہیں۔ عورت، مرد اور بچے سب پریشان ہیں۔ مرد مسلسل اس کوشش میں ہے کہ خاتون واپس آجائے۔ کتاب وسنت کی روشنی میں اس الجھن کو حل کریں، مہربانی ہوگی۔

جواب طلاق کا لغوی معنیٰ ''بندھن کھول دینا'' ہے اور شرعی طور پر نکاح کی گرہ کھول دینے کو طلاق کہا جاتا ہے۔ ہر مکلّف وخود مختار شخص جب اپنی بیوی کو اس کے برے اخلاق یا کسی اور وجہ سے ناپسند کرتا ہو تو اسے طلاق دے سکتا ہے۔ طلاق کے لیے صرف یہی شرط ہے کہ خاوند عاقل وبالغ ہو اور اپنے عزم وارادہ سے صراحت کے ساتھ اس لفظ کو استعمال کرے۔ اس کے نافذ ہونے کے لیے بیوی کے علم میں لانا ضروری نہیں ہے۔ اگر دو گواہوں کی موجودگی میں اس کا اقرار کرے تو طلاق ہو جاتی ہے یا تحریر کر کے اپنے دستخط کر دے تب بھی طلاق ہو جائے گی، بیوی تک اس کا پہنچانا یا اس کا وصول کرنا یا نہ کرنا اس کے نفاذ کے لیے شرط نہیں ہے، چنانچہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

''اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق لکھ دی کہ میری طرف سے تجھے طلاق ہے تو فوراً طلاق واقع ہو جائے گی، بیوی کو یہ تحریر پہنچے یا نہ پہنچے۔'' [1]

---

[1] مغنی، ص: ۵۰۵، ج: ۱۰۔

اس لیے اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق لکھی اور اسے روانہ نہ کیا یا حوالہ ڈاک کر دیا مگر وہ کہیں راستہ میں گم ہو گئی یا بیوی کے پاس پہنچی لیکن اس نے وصول کرنے سے انکار کر دیا، یا وصول کرنے کے بعد پھاڑ دیا، یا اس کے والدین میں سے کسی نے کہہ دیا کہ ہم اسے نہیں مانتے، ان تمام صورتوں میں طلاق ہو جائے گی۔ اگر طلاق دینے کی نیت سے طلاق نویس کے پاس گیا، اُس نے طلاق نامہ لکھ دیا اور طلاق دہندہ نے نیچے اپنے دستخط ثبت کر دیئے، لیکن اسے ارسال کرنے کی بجائے فوراً پھاڑ دیا تو بھی طلاق واقع ہو جائے گی، تاہم اس کا پھاڑنا رجوع شمار ہوگا۔ بہرحال طلاق دینا خاوند کا حق ہے، اگر وہ کسی بھی صورت میں اسے استعمال کرتا ہے تو ہم اپنی طرف سے اس پر پابندیاں لگانے کے مجاز نہیں ہیں، چنانچہ عرب شیوخ لکھتے ہیں کہ:

"طلاق دینے کے لیے کوئی شرط نہیں کہ خاوند اپنی بیوی کے سامنے طلاق کے الفاظ کہے اور نہ ہی یہ شرط ہے کہ بیوی کو اس کا علم ہو۔ جب بھی آدمی نے طلاق کے الفاظ بولے یا طلاق دی تو طلاق صحیح شمار ہوگی، اگرچہ اس کا بیوی کو علم نہ ہی ہو۔"

شیخ ابن عثیمین سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی اپنی بیوی سے لمبے عرصہ تک غائب رہا پھر اسے طلاق دے دی جس کا علم صرف اسے ہی ہے، اگر وہ اپنی بیوی کو نہ بتائے تو کیا طلاق واقع ہو جائے گی؟ تو شیخ صاحب نے جواب دیا کہ طلاق واقع ہو جائے گی، اگرچہ وہ اپنی بیوی کو اس کے متعلق نہ بھی بتائے۔ اگر کوئی آدمی یہ کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی، خواہ بیوی کو اس کا علم ہو یا نہ ہو۔ اس بنا پر فرض کریں کہ اگر عورت کو طلاق کا علم تین حیض گزر جانے کے بعد ہو تو اس کی عدت پوری ہو چکی ہوگی حالانکہ اسے اس کا علم ہی نہیں تھا۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی فوت ہو جائے اور اس کی بیوی کو اپنے خاوند کی وفات کا علم عدت گزرنے کے بعد ہو تو اس پر کوئی عدت نہیں ہے، اس لیے کہ عدت کی مدت تو پہلے گزر چکی ہے۔ [1]

صورت مسئولہ میں کسی عورت کا یہ مشورہ دینا غلط ہے کہ اس طرح طلاق نہیں ہوتی

---

[1] فتاویٰ، نکاح و طلاق: ۴۲۸۔

کیونکہ تم نے اسے پڑھا نہ سنا اور نہ ہی اسے ہاتھ لگایا۔ ایسے مشوروں کو ''دینِ خواتین'' ہی قرار دیا جا سکتا ہے، ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ پھر خاوند نے اس کا اقرار بھی کر لیا ہے اور اس پر دو سال کا عرصہ بھی گزر چکا ہے۔ اب مرد، عورت اور بچوں کی پریشانی دور کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ خاوند تجدیدِ نکاح کے ساتھ رجوع کرے۔ کتاب وسنت کی روشنی میں ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی ہوتی ہیں، اس لیے اگر یہ پہلا یا دوسرا واقعہ ہے تو خاوند کو رجوع کا حق ہے، لیکن اب عدت گزر چکی ہے، اب انہیں نئے حق مہر کے ساتھ نکاح کرنا ہوگا۔ (واللہ اعلم)

[ابو محمد حافظ عبد الستار الحماد]

دس بار طلاق دی

سوال میرے خاوند نے مجھے متعدد مرتبہ طلاق دی، پھر برادری کے دباؤ پر صلح کرتے رہے، میری یادداشت کے مطابق کم از کم دس مرتبہ ایسا ہو چکا ہے۔ اب اس نے پھر مجھے طلاق دے دی ہے اور برادری میرے والد صاحب کو صلح پر مجبور کر رہی ہے جبکہ مجھے علم ہوا ہے کہ اب ایسا کرنا گناہ کی زندگی گزارنے کے مترادف ہے، براہِ کرم آپ اس سلسلہ میں رہنمائی فرمائیں، جزاکم اللہ خیراً۔

جواب اس ترقی یافتہ دور میں جہالت کی انتہا ہے کہ ہمیں روزمرہ کے دینی مسائل کا علم بھی نہیں ہے۔ قرآن کریم کے مطابق خاوند کو پوری زندگی میں صرف تین طلاقیں دینے کا اختیار ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''طلاق (رجعی) دو بار ہے، پھر یا تو سیدھی طرح سے اسے اپنے پاس رکھا جائے یا بھلے طریقہ سے اسے رخصت کر دیا جائے۔'' [1]

دورِ جاہلیت میں مرد کو لاتعداد مرتبہ طلاق دینے کا حق حاصل تھا۔ مرد جب بگڑ جاتا تو اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا، پھر دورانِ عدت رجوع کر لیتا، اس طرح لامتناہی سلسلہ جاری رہتا، نہ اسے اچھی طرح اپنے پاس رکھتا اور نہ ہی اسے آزاد کرتا کہ وہ کسی دوسرے آدمی سے نکاح کر سکے۔ اس آیت کریمہ میں اس معاشرتی برائی کا سدباب کیا گیا ہے اور مرد کو صرف دو

---

[1] ٢/ البقرہ: ٢٢٨۔

بار طلاق دینے اور اس سے رجوع کرنے کا حق دیا گیا ہے، تیسری طلاق کے بعد بیوی ہمیشہ کے لیے خاوند پر حرام ہو جاتی ہے اور عام حالات میں رجوع کرنے کا کوئی اختیار نہیں رہتا۔

صورتِ مسئول میں بیوی، خاوند، اس کے والدین اور پوری برادری جہالت کا شکار ہے۔ اب بیوی کسی بھی صورت میں خاوند کے لیے حلال نہیں ہے، اگر برادری کے دباؤ پر پہلے کی طرح ''رجوع'' کیا گیا تو واقعی یہ گناہ کی زندگی گزارنے کے مترادف ہوگا (واللہ اعلم)

[ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد]

کیا زانی کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی؟

سوال محترم شیخ صاحب! میں نے کچھ دوستوں سے سنا ہے کہ بعض لوگ جب بیرون ملک جاتے ہیں تو ان میں سے بعض زنا جیسے غلیظ جرم کا مسلسل ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ کیا اس طرح ان کی بیویاں ان کے لیے حلال ہی رہتی ہیں یا انہیں طلاق ہو جاتی ہے؟

جواب اگر کوئی مرد زنا کرتا ہے تو اس طرح اس کی بیوی کو طلاق نہ ہوگی، مگر ایسے لوگوں کو عورتوں کے ساتھ اختلاط اور زنا جیسے جرم سے بچنا واجب ہے۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور نیک بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝﴾ [1]

''اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ نے منع کر دیا ہو وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے، نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا، اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب کیا جائے گا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ

[1] ۲۵/ الفرقان: ۶۸-۷۰۔

ہمیشہ اسی میں رہے گا، سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں، ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ اللہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔''

یہ دونوں آیات زنا اور زنا کے اسباب کے قریب جانے سے منع کر رہی ہیں۔ دوسری آیت کریمہ دلیل ہے کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے یا کسی کو ناحق قتل کرے یا زنا کرے تو اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا اور وہ جہنم میں رہے گا۔ مشرک کے جہنم میں رہنے اور قاتل و زانی کے جہنم میں رہنے میں فرق یہ ہے کہ مشرک ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا جبکہ قاتل اور زانی اگر ان جرائم کو جائز تصور نہ کرتے ہوں تو اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ کے مطابق ان کی سزا آخر کار ختم ہو جائے گی اور وہ جہنم سے نکل جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''زانی مؤمن رہتے ہوئے زنا نہیں کرسکتا، چور مؤمن رہتے ہوئے چوری نہیں کرسکتا اور شراب خور مؤمن رہتے ہوئے شراب خوری نہیں کرسکتا۔'' [1]

یہ حدیث دلیل ہے کہ زانی، شراب خور اور چور جب مذکورہ جرم کر رہا ہوتا ہے تو اس کا ایمان ختم ہو جاتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا ایمان کامل نہیں رہ جاتا اور اللہ کے خوف، زنا کے انجام اور ایمان کے تقاضوں کو پس پشت ڈال دینے کی وجہ سے وہ خوفناک عذاب کا مستحق بن جاتا ہے۔ (ابن باز)

طلاق ہو گئی یا قسم کا کفارہ ہو گا؟

سوال میں اور میری بیوی اس کے ماں باپ کے گھر میں تھے۔ بیوی سے کچھ ناراضگی ہوئی اور میں نے واپسی پر دروازہ سے نکلتے ہوئے کہا کہ ''میرے اوپر طلاق، میں تجھے لے کر دوبارہ نہ آؤں گا۔'' میرا ارادہ طلاق دینے کا نہیں تھا۔ اس میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ کیا اس طرح طلاق واقع ہو گی یا قسم کا کفارہ دینا ہو گا؟

جواب پہلی بات یہ ہے کہ مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ غصہ کو دفع کرنے کی کوشش کرے

---

[1] بخاري، كتاب الحدود، باب إثم الزناة: ٦٨١٠۔

اور اعوذ باللہ پڑھ کر شیطانی چال کو ناکام کر دے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایسی صورتحال میں لفظ ''طلاق'' سے بچنے کی کوشش کرے کیونکہ اس میں خطرہ اور نقصان ہے۔ سوال میں مذکور صورتحال میں سائل نے اپنی بیوی کو کہا کہ ''میرے اوپر طلاق، میں تجھے لے کر دوبارہ یہاں نہ آؤں گا'' اس کا ارادہ طلاق کا نہ تھا، بلکہ وہ اپنے آپ کو دوبارہ بیوی کے ماں باپ کے گھر آنے سے روکنا چاہتا تھا، جیسا کہ خود بھی اس نے وضاحت کر دی تو صحیح بات یہی ہے کہ اسے قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ اسے دس مساکین کو کھانا کھلانا ہوگا یا ان کو کپڑے پہنانا ہوں گے یا پھر ایک گردن آزاد کرنا ہوگی۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو پھر تین دن کے روزے رکھنا ہوں گے کیونکہ طلاق کے ساتھ قسم کھانے سے اگر اسی چیز کا ارادہ ہو جو قسم سے ہوتا ہے تو وہ صحیح قول کے مطابق قسم ہی شمار ہوگی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی یہی مؤقف اختیار کیا ہے۔ (واللہ اعلم) [صالح بن فوزان]

زبان سے کہے بغیر طلاق کا حکم

سوال میں شادی شدہ ہوں اور میرے چار بچے ہیں۔ میرے اور میری بیوی کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ایک دن میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ لوگ اپنی بیویوں کو کیسے طلاق دیتے ہیں؟ میں نے اپنے دل ہی دل میں اپنی بیوی کا نام سوچ کر کہا ''تجھے طلاق'' نہ ہی تو میں نے یہ الفاظ زبان سے ادا کیے، نہ ہی میری بیوی نے سنے اور نہ ہی کسی اور نے سنا۔ کیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگئی؟

جواب پہلی بات یہ ہے کہ انسان کو ایسے امور سے اور ایسی چیزوں کے متعلق سوچنے سے دور رہنا چاہیے، اپنے ذہن اور دل و دماغ میں ایسے خیالات کو قطعاً جگہ نہیں دینی چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان اس پر وسوسہ ڈال دے اور اپنا تسلط قائم کرے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو صورتحال آپ نے ذکر کی ہے کہ آپ نے اپنے دل میں ہی سوچا یا دل میں طلاق کی نیت کی مگر زبان سے الفاظ ادا نہیں کیے تو یہ طلاق واقع نہیں ہوئی اور آپ پر کچھ بھی لازم نہیں ہے۔ اگر آپ یہ الفاظ زبان سے ادا کرتے، اگرچہ ہلکی آواز کے ساتھ ہی کیوں نہ ہوتے یعنی اس طرح کہ خود آپ کو سنائی دیتے اور آپ کی زبان حرکت کرتی تو طلاق

واقع ہو جاتی کیونکہ آپ نے اپنی زبان سے یہ الفاظ ادا کر دیئے ہوتے، اگرچہ آپ کی بیوی نے نہ سنے ہوتے یا آپ کے پاس بیٹھے کسی شخص نے نہ سنے ہوتے۔

البتہ فقط خیال یا دل کی سوچ کی بناء پر بغیر الفاظ کی ادائیگی کے کچھ نقصان نہیں ہے، کیونکہ اللہ نے اس امت سے دل کے خیالات کو معاف کر دیا ہوا ہے، جب تک وہ زبان سے ادا نہ کرلیں یا اس پر عمل نہ کرلیں۔ [صالح بن فوزان]

نوٹ: ☆ میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ مسلمانوں کی حالتِ زار دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ ہماری بربادی کی بہت سی وجوہات ہیں مگر بنیادی وجہ دین سے دوری ہے۔ سائل کہتا ہے میں نے سوچا کہ لوگ بیوی کو طلاق کیسے دیتے ہیں؟ اور اس کا تجربہ دل ہی دل میں کرنے کی کوشش کی۔ یہ جہالت اور دینی تعلیمات سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔

چند سال قبل راقم الحروف جماعت کے بزرگ عالمِ دین حافظ احمد اللہ حامد حفظہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک ریٹائرڈ کرنل جو کہ ایم اے انگلش بھی کیے ہوئے تھا، ان کے پاس طلاق کا مسئلہ دریافت کرنے آیا۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی تھی، وہ بھی انتہائی پڑھی لکھی خاتون تھی۔ وجہ تنازعہ یہ تھی کہ بیوی خاوند کو اکثر طعنے دیتی تھی کہ تم کسی کام کے نہیں، تمہیں کچھ نہیں آتا، تمہیں کسی کام کا پتہ نہیں، اور کہتی تھی کہ سارے امور میری وجہ سے چل رہے ہیں۔ کرنل صاحب نے کہا اگر مجھے کسی چیز کا علم نہیں تو مجھ سے طلاق لے لو۔ بیوی کہتی ہے کہ تمہیں طلاق دینے کا بھی پتہ نہیں، خاوند کہتا ہے میں طلاق دے سکتا ہوں، مجھے طلاق دینے کا پتہ ہے۔ وہ کہتی ہے تو طلاق بھی نہیں دے سکتا۔ بحث طول پکڑتی ہے۔ خاوند نے تین پیپر لیے، ان پر یہ عبارت درج کی: ''میں اپنی بیوی کو پورے ہوش وحواس میں (......) دیتا ہوں۔ پھر ایک کاغذ پر خالی جگہ میں ''طلاق'' لکھ کر دے دیا اور کہا باقی ہر دو کاغذ میں جگہ خالی ہے تمہیں اختیار ہے۔ اگر تم طلاق چاہتی ہو تو خود ہی لفظ طلاق لکھ لینا، ایک ماہ بعد بیوی نے خود ایک کاغذ کی خالی جگہ پر لفظ ''طلاق'' لکھ دیا۔ کسی نے کہا تمہاری بیوی کو طلاق ہو چکی ہے۔ وہ پڑھا لکھا جاہل انسان محترم حافظ صاحب کو کہہ رہا تھا کہ میں نے علماء سے پوچھا ہے، وہ کہتے ہیں کہ دو طلاقیں واقع ہوگئی ہیں، لیکن حافظ صاحب ایسے کیسے طلاق ہوگئی؟ میں تو اپنی بیوی کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ مجھے

طلاق دینے کا طریقہ آتا ہے، میرا ارادہ طلاق دینے کا تو نہیں تھا، میں تو فقط مذاق کر رہا تھا۔ کاش اُس نے دین کی بنیادی تعلیمات حاصل کی ہوتیں، اسلامی خاندان کا نظام پہچانا ہوتا، ازدواجی زندگی کے مسائل ذہن نشین کیے ہوتے تو اُسے علم ہوتا کہ وہ کیسا احمقانہ قدم اٹھا رہا ہے۔ جب اُسے بتایا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''تین چیزیں ایسی ہیں جن کی حقیقت بھی حقیقت اور جن کا مذاق بھی حقیقت ہے (۱) نکاح (۲) رجوع، اور (۳) طلاق''

تو دونوں میاں بیوی حیران و پریشان ہوئے اور اپنے کیے پر نادم ہوئے۔

ہم بستری سے قبل طلاق، مہر کتنا ہوگا؟

سوال ایک نوجوان نے ہم بستری سے قبل ہی اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اس نے مہر کی کچھ رقم بھی ادا کر دی جبکہ مہر کی بقیہ رقم بعد میں ادا کرنا تھی جس کی تفصیل نکاح نامہ میں درج ہے۔ اس صورتحال میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب اگر کسی نے شادی کی اور ہم بستری سے قبل طلاق دے دی اور مہر مقرر کیا جا چکا تھا جیسا کہ سوال میں ذکر کیا گیا ہے تو اس عورت کے لیے اس مہر سے بھی آدھا ہوگا جو ادا کیا جا چکا ہے اور اس سے بھی آدھا ہوگا جو ابھی ادا ہونا باقی ہے اور ابھی اس کے سپرد نہیں کیا گیا۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ﴾ [1]

''اور اگر تم عورتوں کو اس سے پہلے طلاق دے دو کہ تم نے انہیں ہاتھ لگایا ہو اور تم نے ان کا مہر بھی مقرر کر دیا ہو تو مقررہ مہر کا آدھا مہر دے دو، یہ اور بات ہے کہ وہ معاف کر دیں یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔''

اگر ہم بستری سے قبل طلاق ہو تو حق مہر آدھا ہے چاہے وہ عورت کو دے دیا گیا ہو یا

---

[1] ۲/ البقرۃ: ۲۳۷۔

ابھی ادا کرنا ہو، بشرطیکہ مہر مقرر ہو چکا ہو اور اس کا اعلان کر دیا گیا ہو۔ (واللہ اعلم)

[صالح بن فوزان]

کیا مطلقہ اپنے ملک واپس چلی جائے؟

سوال میں امریکہ میں ملازمت کرتی ہوں۔ چند دن پہلے میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے۔ میرا خاوند کہتا ہے کہ اگر تو نے اپنے ماں باپ کے پاس اپنے ملک واپس جانا ہے تو بچہ جو کہ چند سال کا ہے چھوڑ کر جانا ہوگا۔ میرے شوہر اور بچے کے پاس امریکی نیشنیلٹی ہے جبکہ میرے پاس نہیں ہے۔ میری مشکل یہ ہے کہ اگر میں واپس اپنے ماں باپ کے پاس جاتی ہوں تو بیٹے سے محروم ہوتی ہوں اور اگر اسی گھر میں رہتی ہوں تو کیا غیر محرم کے ساتھ رہنے کا گناہ مجھ پر نہ ہوگا؟ میرے گھر میں سے بھی کوئی فرد امریکہ آنے کی سکت نہیں رکھتا۔

جواب ایسی صورتحال میں آپ امریکہ میں ہی کہیں مقیم رہ سکتی ہیں بشرطیکہ کسی فتنہ کا ڈر نہ ہو، کیونکہ فی الحال وہ آپ کی رہائش گاہ ہے اور آپ اسی جگہ رہ رہی ہیں، اور شاید کہ اللہ کوئی ایسا مرد مہیا کر دے جو آپ سے شادی کر لے۔ آپ کوشش میں رہیں، اللہ مدد کرنے والا ہے۔

(واللہ اعلم) [محمد بن صالح العثیمین]

ہم بستری سے قبل طلاق کا حکم

سوال ایک نوجوان نے اپنی بیوی کو ہم بستری سے قبل ایک طلاق دے دی، پھر اسے اپنے فعل پر افسوس ہوا۔ کیا یہ عورت اس کے لیے رجوع کے ذریعے جائز ہے یا نہیں؟

جواب اگر صورتحال یہی ہے جو سوال میں ذکر کی گئی ہے تو اس طلاق کے ذریعے وہ عورت اس پر مطلق حرام نہیں ہوئی، مگر اس کے لیے رجوع بھی جائز نہیں ہے۔ اسے عورت کی رضامندی کے بعد نئے سرے سے نکاح کرنا ہوگا، کیونکہ ہم بستری سے قبل طلاق دینے سے عورت اپنے نفس کی وارث بن جاتی ہے اور اس پر کوئی عدت نہیں ہے۔ اس صورتحال میں اس کے خاوند کو رجوع کا حق حاصل نہیں ہے، اسے نئے سرے سے نکاح کرنا ہوگا۔ (واللہ اعلم)

[محمد بن ابراہیم آل شیخ]

بیوی: طلاق دو، خاوند: میں رضا مند ہوں

سوال ایک بیوی اپنے خاوند سے کہتی ہے کہ مجھے طلاق دے دو۔ خاوند نے کہا "میں رضا مند ہوں" کیا ان الفاظ کے ساتھ طلاق واقع ہو جائے گی؟

جواب اس صیغہ (الفاظ) کے ساتھ تو طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اس نے رضا مندی کا اظہار تو کیا ہے مگر طلاق نہیں دی ہے۔ [محمد بن صالح العثیمین]

خاوند بیمار ہو تو طلاق کا حکم

سوال میری شادی کو کافی دیر ہو چکی ہے مگر اولاد نہیں ہے۔ طبی معائنہ کروانے پر پتہ چلا کہ میرا خاوند اس قابل نہیں ہے کہ اس سے اولاد ہو سکے۔ دو تین ڈاکٹروں سے معائنہ کروایا، سب نے متفقہ طور پر یہی کہا کہ میرا خاوند بیمار ہے اور اس کا علاج بھی انتہائی مشکل یا ناممکن ہے۔ اس صورتحال میں مجھے طلاق لینے کا حق ہے یا نہیں؟

جواب جب یہ بات واضح ہو گئی کہ عیب خاوند میں ہے اور علاج معالجہ بھی بے سود ہے تو آپ کو طلاق لینے کا اختیار ہے۔ اگر وہ طلاق نہ دے تو قاضی / جج اس نکاح کو فسخ (ختم) کر دے گا کیونکہ اولاد عورت کا حق ہے۔ اکثر عورتیں اولاد کے لیے ہی شادی کرتی ہیں۔ اگر وہ آدمی جس سے عورت نے شادی کی، بانجھ ہے تو عورت کو طلاق لینے کا حق حاصل ہے اور نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اہل علم کے ہاں یہی قول راجح ہے۔ (واللہ اعلم) [محمد بن صالح العثیمین]

اکٹھی تین طلاقیں اور بعد عدت نیا نکاح

سوال ایک آدمی نے اپنی بیوی کو عرصہ سات سال قبل اکٹھی ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دے دیں، پھر اس آدمی نے دوسری عورت سے نکاح کر لیا اور کچھ عرصہ کے بعد اسے بھی طلاق دے ڈالی۔ اب یہ شخص اپنی پہلی مطلقہ عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا شریعت اسلامیہ میں اس کی گنجائش موجود ہے؟

جواب ایک مجلس میں ایک سے زیادہ دی گئی طلاقیں ایک طلاق رجعی کے حکم میں ہیں، خواہ وہ طلاقیں زبانی کلامی دی گئی ہوں یا تحریری، ایک پیپر پر ہوں یا مختلف پیپروں پر درج ہوں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث ہے:

((كان الطلاق على عهد رسول الله ﷺ و أبي بكر و سنتين من خلافة عمر، طلاق الثلاث واحدة)) ❶

''نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور مبارک اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں (اکٹھی) تین طلاقیں ایک ہی ہوتی تھی۔''

یہ صحیح حدیث صحیح مسلم، مستدرك حاكم (۲/ ۱۹٦، ح:۲۷۹۳)، مسند احمد (۱/ ۳۱٤، ح:۲۸۷۷)، فتح الباري اور دار قطني (٤/ ٤٦، ح: ۳۹٦۱) وغیرہ کتب احادیث میں موجود ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عہد رسالت مآب ﷺ میں تین طلاقیں یکبارگی ایک ہی طلاق شمار ہوتی تھیں اور مسند احمد (۵/ ۴۵۵، ح:۲۴۲۸٦) میں حدیث رکانہ رضی اللہ عنہ بھی اس مسئلہ پر واضح نص ہے، جس میں تاویل کی گنجائش نہیں ہے، جیسا کہ فتح الباری میں مرقوم ہے۔ لہٰذا سائل کی ایک طلاق واقع ہو چکی ہے۔ چونکہ اس طلاق کے بعد سات سال بیت چکے ہیں، لہٰذا اب نکاح جدید ہوگا، جیسا کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ کو طلاق ہوئی اور عدت گزر گئی، پھر وہ دونوں باہمی رضامندی سے نکاح کرنا چاہتے تھے، لیکن حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ جو اپنی مطلقہ بہن کے ولی تھے، نکاح کرنے پر رضامند نہ ہوئے، جیسا کہ صحیح بخاری اور سنن نسائی وغیرہ کتب احادیث میں موجود ہے، تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمادی:

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ ❷

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو، پھر وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے نہ روکو، جب وہ باہم اچھے طریقے سے راضی ہو جائیں۔''

---

❶ مسلم، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث (۱٤۷۲)۔ ❷ ۲/ البقرة: ۲۳۲۔

اللہ نے اس آیت کریمہ میں رجعی طلاقوں کے اندر اختتام عدت کے بعد نئے نکاح کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

لہٰذا مذکورہ صورت میں مرد اپنی پہلی مطلقہ عورت سے نیا نکاح کر کے اپنا گھر آباد کر سکتا ہے، کسی قسم کے حلالے کی حاجت نہیں۔ حلالہ ازروئے شرع حرام اور لعنتی عمل ہے، جس پر کئی ایک صحیح اور صریح احادیث دلالت کرتی ہیں۔ (هذا ما عندي والله أعلم بالصواب وعلمه أتم وأكمل) [ابوالحسن مبشر احمد ربانی]

ایک مجلس کی تین طلاقوں کا شرعی حکم

سوال میں نے اپنی بیوی کو غصہ میں ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کی عدت ابھی مکمل نہیں ہوئی اور ہم رجوع کرنا چاہتے ہیں، تو کیا ہم ایسا کر سکتے ہیں؟ یا پہلے حلالہ کرنا پڑے گا؟ براہِ کرم قرآن وحدیث کی رو سے وضاحت فرمائیں۔

جواب ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۠ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ۭ ﴾ [1]

”طلاق دو بار ہے، پھر یا تو اچھے طریقے سے روک لینا ہے، یا شائستگی سے چھوڑ دینا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ نے دو رجعی طلاقوں کا ذکر کیا ہے، یعنی وہ طلاقیں جن کے بعد مرد کو رجوع کا حق ہے، مرد اگر صلح کرنا چاہے تو دورانِ عدت رجوع کر سکتا ہے اور اگر عدت ختم ہو جائے تو تجدید نکاح کر سکتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں ”مرتان“ تثنیہ کا صیغہ ہے اور اس کا مفرد ”مرۃ“ ہے، جس کا معنی ایک بار یا ایک دفعہ ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّھُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ﴾ [2]

”اور کیا ان (یہودیوں) کو دکھائی نہیں دیتا کہ یہ لوگ سال میں ایک بار یا دو بار کسی نہ کسی آفت میں پھنسے رہتے ہیں۔“

اس آیت میں بھی مرتین کا معنی دو الگ الگ مواقع ہیں، یہ مطلب نہیں کہ وہ ہر سال

---

[1] ۲/ البقرة: ۲۲۹۔ [2] ۹/ التوبة: ۱۲٦۔

ایک ہی موقع پر اور ایک ہی وقت میں دو آزمائشوں میں گرفتار ہوتے ہیں، اللہ نے فرمایا:

﴿ يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۭ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاۗءِ ۣ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۭ ﴾ [1]

''اے ایمان والو! تمہارے غلام، لونڈیاں اور نابالغ لڑکے لڑکیاں تین وقتوں میں تمہارے پاس آنے کی اجازت طلب کیا کریں۔ایک فجر کی نماز سے پہلے، دوسرے دوپہر کے وقت جب تم آرام کرنے کے لیے کپڑے اتار رکھتے ہو اور تیسرے عشاء کی نماز کے بعد، تین وقت تمہاری خلوت اور پردہ کے ہیں۔''

اس آیت میں ﴿ثلث مرت﴾ کا معنی تین مختلف اوقات ہی ہیں، جیسا کہ آگے بیان کر دیا گیا ہے۔ایسے ہی ﴿الطلاق مرتان﴾ کا یہ معنی نہیں کہ ایک ہی وقت میں اکٹھی دو طلاقیں ہیں، بلکہ دو الگ الگ موقعوں میں طلاق دینا ہے اور ہر موقع میں مرد کو رجوع کا حق بھی ہے اور چھوڑنے کا اختیار بھی۔علامہ سندھی فرماتے ہیں:

((فان معناه التطليق الشرعي تطليقة بعد تطليقة على التفريق دون الجمع والارسال مرة واحدة ولم يرد بالمرتين التثنية ومثله قوله تعالىٰ ﴿ثم ارجع البصر كرتين﴾ اى كرة بعد كرة لا كرتين اثنتين)) [2]

''اس کا مطلب یہ ہے کہ شرعی طلاق وہ ہوتی ہے جو وقفہ بعد وقفہ دی جائے، اکٹھی اور یکبارگی نہ دی جائے اور آیت میں ﴿مرتان﴾ سے مراد دو طلاقیں نہیں، اس کی مثال اللہ کا یہ فرمان ہے: ''پھر نگاہ کو بار بار پلٹا۔'' یہاں ﴿کرتین﴾ سے مراد دو بار نگاہ کو لوٹانا نہیں ہے بلکہ بار بار ہے۔''

ان دو موقعوں کے بعد تیسری بار اگر طلاق دے دی تو یہ عورت اس مرد پر قطعی حرام ہو جائے گی۔جو لوگ اکٹھی تین طلاقیں نافذ کر دیتے ہیں، وہ مرد کا حق ضبط کر دیتے ہیں، حالانکہ

---

[1] ۲۴/ النور: ۵۸۔ [2] حاشیہ نسائی (٦/ ٤٥٣)، ط: بیروت۔

یہ حق اُسے اللہ نے دیا ہے اور اللہ کا دیا ہوا حق ضبط کرنا ناانصافی اور ظلم ہے۔ اسی لیے اللہ نے دو مرتبہ کی طلاق ذکر کرنے کے بعد آیت کے آخر میں فرمایا:

﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [1]

''یہ اللہ کی حدیں ہیں، انہیں مت پھلانگو اور جو اللہ کی حدوں کو پھلانگتے ہیں وہ ظالم ہیں۔''

معلوم ہوا کہ قانون خداوندی سے ہٹ کر طلاقیں دینا ظلم و ناانصافی اور حدود اللہ سے تجاوز کرنا ہے اور اکٹھی تین طلاقیں دینا بھی شریعت کے ساتھ مذاق اور حدود سے تجاوز ہے۔ محمود بن لبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک آدمی کے بارے میں خبر دی گئی کہ اس نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں اکٹھی دے دی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

((أیلعب بکتاب اللہ وانا بین اظهر کم)) [2]

''کیا میری موجودگی میں اللہ کی کتاب کے ساتھ مذاق کیا جا رہا ہے۔''

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک وقت میں اکٹھی تین طلاقیں دینا اللہ کے قانون کے ساتھ مذاق ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی طلاق پر غضبناک ہوئے۔ اس کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ جس طرح عام قاعدہ کے تحت نذر کا پورا کرنا ضروری ہے، لیکن اگر کوئی شخص خلاف شرع کام کی نذر مانے تو اس نذر کو پورا نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح ایک وقت کی تین طلاقیں خلافِ شرع ہونے کے باعث باطل ہوں گی، اگر کسی سے یہ ظلم ہو گیا تو اس کو جاری و ساری رکھنا کہاں کی دانشمندی ہے؟ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کو طلاق دے دی، مگر پھر اس پر بڑے مغموم و محزون اور رنجور و غمزدہ ہوئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

---

[1] ٢/ البقرة: ٢٢٩۔ [2] سنن نسائی، کتاب الطلاق، باب الثلاث المجموعة و ما فیه من التغلیظ (٣٤٣٠)، فتح الباري (٣٦٢/٩)۔

((کیف طلقتها؟ قال طلقتها ثلاثا، قال فی مجلس واحد؟ قال نعم، قال فانما تلك واحدة فارجعها ان شئت قال فرجعها)) [1]

”تو نے طلاق کیسے دی؟ انہوں نے بتایا میں نے تین طلاقیں دی ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا ایک ہی مجلس میں؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا یہ صرف ایک طلاق (رجعی) ہے، اگر تو چاہے، تو اس سے رجوع کر لے، چنانچہ انہوں نے رجوع کر لیا۔“

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں دراصل ایک ہی طلاق رجعی ہے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے رجوع کروا دیا تھا۔ اسی طرح ایک اور حدیث ملاحظہ ہو، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

کان الطلاق علی عهد رسول الله ﷺ وأبی بکر وسنتین من خلافة عمر رضی اللہ عنہ طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لهم فیه اناة فلو امضیناه علیهم فامضاه علیهم۔ [2]

”رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں اکٹھی تین طلاقیں ایک طلاق شمار ہوتی تھی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ”جس کام میں لوگوں کے لیے سوچ بچار کی مہلت تھی اس میں انہوں نے جلد بازی سے کام لیا ہے، کیوں نہ ہم ان پر اسے لاگو کر دیں۔“ چنانچہ انہوں نے اسے لاگو کر دیا۔“

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ دورِ نبوی ﷺ میں، اسی طرح دورِ صدیقی رضی اللہ عنہ اور دورِ فاروقی رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دو سالوں میں اکٹھی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی ہی شمار ہوتی تھی اور

---

[1] مسند أحمد (۱/ ۲٦٥، ح:۲۳۸۷)، مسند أبی یعلی (۲٤۹٥) (۳/ ۲٥) والنسخة الأخری (۲/ ٤٥۸، ح:۲٤۹٥)، بیهقی (۷/ ۳۳۹)، فتح الباری (۹/ ۳٦۳)، اغاثة اللهفان (۱/ ۳۰٥)۔ [2] مصنف عبدالرزاق (۱۱۳۳٦) (٦/ ۳۹۱، ۳۹۲)، صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث (۱٤۷۲)۔

یہی شرعی فیصلہ ہے۔ پھر دورِ فاروقی رضی اللہ عنہ میں جب لوگوں نے کثرت کے ساتھ اکٹھی تین طلاقیں دینا شروع کر دیں تو انہوں نے بطور سزا و تعزیر تینوں طلاقیں لاگو کر دیں، تاکہ لوگ اس عمل سے باز آ جائیں۔ یہ حکم سیاسی اور تہدیدی تھا اور یہ شرعی نوعیت اختیار نہیں کر سکتا۔ اور یہ بات حنفی علماء کے ہاں مسلّم ہے، جیسا کہ فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں یہ بات منقول ہے:

انه كان في الصدر الاول اذا ارسل الثلاث جملة لم يحكم الا بوقوع واحدة الى زمن عمر رضی اللہ عنہ ثم حكم بوقوع الثلاث سياسة لكثرته من الناس۔ [1]

''ابتدائی دور میں جب اکٹھی تین طلاقیں بھیجی جاتی تھیں تو ان پر صرف ایک کا حکم لگایا جاتا تھا، یہ فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے تک ہوتا رہا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیاسی طور پر تین کے وقوع کا حکم دیا، اس لیے کہ یہ عمل لوگوں کے درمیان کثرت سے واقع ہونے لگا تھا۔''

مجمع الانهر میں ((سياسة)) کی بجائے ((تهديدا)) کا لفظ ہے، یعنی ڈرانے دھمکانے کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تین جاری کر دی تھیں، لیکن شرعی طور پر وہ ایک ہی طلاق ہوتی ہے، جو عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں تھی، بلکہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اپنے دور کی ابتداء میں معاملہ اسی طرح تھا۔ سو جس طرح نکاح میں تین بار ایجاب و قبول سے تین نکاح نہیں ہوتے بلکہ ایک ہی ہوتا ہے، اسی طرح تین بار طلاق کے الفاظ دہرانے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے، تین نہیں۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ صحیح مسئلہ یہی ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی کے حکم میں ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد کے ابتدائی دو سالوں کے بعد جب انہوں نے تین لاگو کر دیں تو یہ ایک تعزیری فیصلہ تھا اور تعزیر حاکم وقت کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے، جبکہ قانون و دستور، جو شریعت میں موجود ہے، وہ اٹل ہوتا ہے، وہ نہیں بدل سکتا ہے۔

---

[1] حاشیه طحطاوی علی در مختار (۲/ ۱۰۵)، ط أخرى (۲/ ۱۲۸)، جامع الرموز (۳۳۱)، کتاب الطلاق، مجمع الانهر شرح ملتقى الأبهر (۲/۶)، الدر المنتقى (۲/۶)۔

جو لوگ تینوں کا حکم جاری کر کے حلالہ کروانے کی دعوت دیتے ہیں وہ فعل حرام سرانجام دینے میں ممد و معاون ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ رسول کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((لعن اللّٰه المحلل و المحلل له)) ❶

"حلالہ کرنے اور کروانے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہو۔"

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

"اللہ کی قسم! اگر میرے پاس حلالہ کرنے اور کروانے والا لایا گیا تو میں اسے رجم کروں گا۔" ❷

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ ہے کہ:

"حلالہ کرنے والا مرد اور عورت اگر بیس سال بھی اکٹھے رہیں تو وہ زنا ہی کرتے رہیں گے۔" ❸

نیز فرماتے ہیں:

"ہم حلالے کو دورِ نبوی ﷺ میں زنا شمار کرتے تھے۔" ❹

حلالہ اور طلاق ثلاثہ کے بارے میں یہی مؤقف بریلوی عالم پیر کرم شاہ بھیروی مرحوم کا بھی تھا۔ انہوں نے اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں حلالے کی خوب مذمت کی ہے اور طلاق کے موضوع پر اپنے رسالہ "دعوتِ فکر و نظر" میں مندرج "مجموعه مقالات علميه (٢٤٣)" میں رقمطراز ہیں:

"حلالہ کا دروازہ دکھلانے والے کو اس وقت اپنے غیور رسولِ اکرم ﷺ کی وہ حدیث فراموش ہو جاتی ہے ((لعن اللّٰه المحلل و المحلل له)) "حلالہ

---

❶ المنتقى لابن جارود (٦٨٤)، مسند أحمد (٢/٣٢٣، ح:٨٢٧٠)، بيهقى (٧/ ٢٠٨)، التلخيص الحبير (٣/ ١٧٠)، نسائى (٦/ ١٤٩)، ترمذى (١١٢٠)، دارمى (٢/ ٨١)۔

❷ مصنف عبد الرزاق (٢/٢٦٥)، سنن سعيد بن منصور (٢/٤٩)، بيهقى (٧/٢٠٨، ح:١٤١٩١)۔ ❸ المغنى لابن قدامة (١٠/ ٥١)۔ ❹ مستدرك حاكم (٢/١٩٩، ح:٢٨٠٦)، بيهقى (٧/٢٠٨)، التلخيص الحبير (٣/١٧١)، تحفة الأحوذى شرح ترمذى (٢/١٧٥)۔

کرنے والے پر بھی اللہ کی لعنت اور جس (بے غیرت) کے لیے حلالہ کیا
جائے اس پر بھی اللہ کی لعنت۔"

اس سلسلے میں ایک اور حدیث بھی سن لیں:

قال رسول اللّٰہ ﷺ الا اخبرکم بالتیس المستعار؟ قالوا بلی یا رسول اللّٰہ ﷺ! قال هو المحلل، لعن اللّٰہ المحلل والمحلل له۔ [1]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں کرائے کے سانڈ کی خبر نہ دوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا وہ حلالہ کرنے والا ہے، اللہ کی لعنت ہو حلالہ کرنے والے پر اور کروانے والے پر۔"

ان علماءِ ذی شان کے بتائے ہوئے حل کو اگر کوئی بدنصیب قبول کر لیتا ہو گا تو اسلام اپنے ان کرم فرماؤں کی ستم ظریفی پر چیخ اٹھتا ہو گا اور دین سبز گنبد کے مکین ﷺ کی دہائی دیتا ہو گا۔"

پیر کرم شاہ صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حلالہ کتنا بڑا گھناؤنا جرم اور عورت کی چادرِ عصمت کو تار تار کرنے والا لعنتی عمل ہے، جس کی دعوت بڑے بڑے جبے اور عمامے زیب تن کرنے والے دے رہے ہیں۔

اسی طرح مفتی عتیق الرحمان عثمانی، محفوظ الرحمان، سعید احمد اکبر آبادی، سید احمد عروج قادری اور سید حامد علی حنفی حضرات کا بھی اس بات پر اتفاق ہے، ملاحظہ ہو "ایک مجلس کی تین طلاقیں (ص ۱۱)"

لہٰذا سائل حلالہ سے مکمل اجتناب کرتے ہوئے اپنی رفیقۂ حیات سے تعلقات بحال کر کے اپنا گھر آباد کرے، کتاب و سنت کی شاہراہ کو عملاً اختیار کرے اور رسول اللہ ﷺ کی پاک سیرت اور اسوۂ حسنہ کو لازم تھامے، تاکہ اللہ سے نجات اخروی کی امید کی جا سکے۔ یہ فتویٰ اُس آدمی کے لیے ہے جو اپنا عقیدہ و عمل کتاب و سنت کے مطابق بنائے۔ [ابوالحسن مبشر احمد ربانی]

---

[1] رواہ ابن ماجه؛ ابن ماجه، کتاب النکاح، باب المحلل والمحلل له: ۱۹۳۶۔

اگر تو فلاں جگہ جائے تو تجھے طلاق

سوال اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو کہتا ہے کہ اگر تو فلاں جگہ جائے یا فلاں گھر میں داخل ہو تو تجھے طلاق، اوراس کی بیوی اس جگہ چلی جاتی ہے یا پھر اس گھر میں داخل ہو جاتی ہے تو کیا اسے طلاق واقع ہو جائے گی؟

جواب اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر تو فلاں جگہ گئی یا فلاں گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق، اوراس کی بیوی اس جگہ چلی گئی یا اس گھر میں داخل ہوگئی تو اس کی بیوی کو ایک طلاق واقع ہو جائے گی، جس کے بعد رجوع کا اختیار ہوگا بشرطیکہ عدت ختم نہ ہوئی ہو ورنہ ولی اور گواہوں کی موجودگی میں نکاح کی تجدید کرنا ہوگی۔ (واللہ اعلم) [1]

میں فلاں جگہ جاؤں تو میری بیوی کو طلاق

سوال ایک آدمی کہتا ہے کہ اگر میں فلاں جگہ جاؤں تو میری بیوی کو طلاق اور پھر وہ اس جگہ چلا جاتا ہے، کیا اس طرح اس کی بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی؟

جواب اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ میں فلاں جگہ جاؤں تو میری بیوی کو طلاق اور پھر وہ اس جگہ چلا جائے اور وہ اس جگہ بھول کر نہ گیا ہو یعنی جان بوجھ کر جائے تو اس کی بیوی کو ایک طلاق واقع ہو جائے گی اوراس کے بعد عدت کے اندر وہ رجوع کر سکے گا۔ اور اگر وہ اس جگہ پر داخل نہیں ہوتا تو اس کی بیوی کو طلاق نہ ہوگی۔ (واللہ اعلم) [2]

میں بیوی کا ذمہ دار نہیں

سوال ایک آدمی یہ کہتا ہے کہ ''میں اپنی بیوی کا ذمہ دار نہیں ہوں'' کیا یہ الفاظ طلاق شمار ہوں گے؟

جواب ان الفاظ میں متکلم کی نیت کا اعتبار ہوگا، کیونکہ یہ الفاظ طلاق کے واضح لفظ نہیں ہیں بلکہ غیر واضح ہیں۔ تو شریعت کے قاعدے کے مطابق اس کی نیت کا اعتبار ضروری ہے۔

(واللہ اعلم) [محمد بن صالح العثیمین]

---

[1] فتاویٰ سعدیہ ص: ۵۱۵۔ [2] فتاویٰ سعدیہ ص: ۵۲۱۔

کیا کنایہ سے طلاق واقع ہو جائے گی؟

سوال ایک آدمی اپنی بہن اور بیوی کے ساتھ بیٹھا تھا۔اس نے اپنی بہن سے کاغذ اور قلم طلب کیا۔اس نے کاغذ پر ''طلاق طلاق'' لکھا مگر کسی کا نام یا طلاق کی نسبت کسی کی طرف نہیں کی۔ یہ دیکھ کر اس کی بہن ناراض ہوئی اور اس نے قلم چھین لیا۔ پھر اس نے یعنی اس آدمی کی بہن نے تین دفعہ ''طلاق، طلاق، طلاق'' لکھ دیا اور یہ کاغذ اس کی بیوی کی طرف پھینک دیا اور اسے کہا'' دیکھو جو لفظ میں نے لکھے ہیں وہ صحیح ہیں یا نہیں''۔ کیا اس طرح طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

جواب اس طرح مذکورہ عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی بشرطیکہ اس آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ نہ کیا ہو، اس نے فقط لفظ طلاق کی کتابت کی ہے اور اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ نہیں کیا اور نہ ہی اس کا اظہار کیا، اس کا قصد کچھ اور تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔'' [1]

یہ بہت سے علماء کا خیال ہے، جبکہ بعض نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ جمہور کا قول بھی ہے کہ طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ یہ کنایہ ہے اور کنایہ سے طلاق واقع نہیں ہوگی، مگر یہ کہ اس کے ساتھ نیت بھی شامل ہو۔ علماء کے دو مختلف اقوال میں سے صحیح ترین قول یہی ہے۔

مذکورہ صورتحال میں اس آدمی کا مقصد صرف الفاظ کی کتابت تھی جبکہ وہ اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھنا چاہتا ہے، طلاق دینے کا ارادہ نہیں تھا۔ لہٰذا ہم یہی کہیں گے کہ اس کی بیوی کو طلاق واقع نہیں ہوئی ہے اور وہ اس کے نکاح میں باقی ہے کیونکہ نیت عمل کی بنیاد ہے۔

ہم اللہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سب لوگوں کو دین کی سمجھ عطا فرمائے اور دین پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ (واللہ اعلم) [ابن باز]

اگر ماں باپ طلاق کا سبب بن جائیں؟

سوال ایک نوجوان نے اپنے والدین کو بتائے بغیر شادی کر لی۔ اس کے ماں باپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس کی بیوی بدعات وخرافات پر عمل پیرا ہے۔ اس کی ماں نے اصرار کیا کہ اسے طلاق دے دو اور اس نے نوجوان کے والد کو بھی کہا کہ وہ اسے حکم دے کہ وہ اپنی

---

[1] بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی: ۱۔

بیوی کو طلاق دے۔ نوجوان نے اپنے والدین کا حکم مانتے ہوئے بغیر کسی سبب کے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ پھر اس کی والدہ کو ندامت ہوئی۔ اب وہ پوچھتی ہے کہ اس طلاق کا سبب بننے پر اسے کوئی گناہ ہوگا؟ اور اگر اسے گناہ ہوگا تو اس کا کفارہ کیا ہے؟

جواب صحیح بات یہ ہے کہ بیوی کو کسی شرعی عذر کے بغیر طلاق دینا جائز نہیں ہے، یہ ایک بہترین نعمت کو ٹھکرانے والی بات ہے اور خاندان کو تباہ و برباد کرنے کا سبب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لیے عظیم احسان اور بہت بڑی نعمت بنایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ [1]

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے آرام پاؤ، اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔''

والدین کی اطاعت نیکی کے کاموں میں ہوگی یعنی جنہیں اللہ اور اس کا رسول ﷺ پسند کرتے ہیں۔ اور جو باتیں اللہ یا رسول اللہ ﷺ نے منع کر رکھی ہیں، اگر ماں باپ ان کے کرنے کا حکم دیں تو پھر ان کی اطاعت واجب نہ ہوگی، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی نافرمانی کے کاموں میں کسی کی اطاعت نہ ہوگی، اطاعت تو صرف نیکی کے کاموں میں ہوگی۔'' [2]

اور اللہ نے فرمایا:

﴿ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓي اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ ﴾ [3]

''اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے، جس کا تجھے علم نہ ہو تو، تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح

---

[1] ٣٠/ الروم: ٢١۔ [2] صحیح بخاری، کتاب أخبار الأحاد، باب ماجاء فی اجازة خبر الواحد: ٧٢٥٧۔ [3] ٣١/ لقمان: ١٥۔

بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو۔''

جو کچھ آپ کے والدین نے آپ سے کروایا ہے، اس کا کوئی کفارہ تو ان پر نہیں ہے البتہ ان کو اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرنا چاہیے اور معاملے کو سلجھانے کی کوشش کرنی چاہیے اور اگر آپ کے دوبارہ اکٹھے ہونے کی صورت ہو تو ان کو کوشش کرنی چاہیے کہ یہ اجڑا ہوا گھر پھر سے آباد ہو جائے۔ اس کوشش پر ان شاء اللہ تعالیٰ دونوں کو ثواب ہوگا۔

اللہ فرماتے ہیں:

﴿ لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴾ [1]

''ان کے اکثر مصلحتی مشورے بے خیر ہیں، ہاں بھلائی اس کے مشورے میں ہے جو خیرات یا نیک بات کا یا لوگوں میں صلح کروانے کا حکم کرے اور جو شخص صرف اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے ارادہ سے یہ کام کرے، اسے ہم یقیناً بہت بڑا ثواب دیں گے۔'' (واللہ اعلم) [عبداللہ بن جبرین]

بیک وقت تین طلاقیں

سوال ایک آدمی نے ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دے ڈالیں۔ کیا یہ تینوں واقع ہو گئیں یا ایک واقع ہوئی؟

جواب علمائے کرام کے صحیح قول کے مطابق ایک طلاق واقع ہوئی ہے۔ اس کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، عہدِ ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے دو سال تک بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ لوگوں کو جس معاملہ میں سہولت تھی انہوں نے اس میں جلدی کی۔ اگر ہم ان تینوں کو لاگو کر دیں اور پھر انہوں نے تینوں کو لاگو کر دیا۔'' [2]

---

[1] ٤/ النساء: ١١٤۔ [2] صحیح مسلم: ١٤٧٢ [فتاویٰ اللجنه الدائمه۔

عدت

طلاق کے بعد وضع حمل، عدت کتنی ہوگی؟

سوال ایک عورت حاملہ ہے، اس کے خاوند نے اسے طلاق دے دی۔ پھر اس نے وضع حمل کیا تو اس پر کتنی عدت گزارنا ہوگی؟

جواب اگر طلاق بچہ کی پیدائش یعنی وضع حمل سے پہلے ہوئی ہے تو پھر اس کی عدت وضع حمل ہوگی چاہے طلاق سے تھوڑی دیر بعد ہی وضع حمل کیوں نہ ہوا اور اگر اس نے وضع حمل کے بعد طلاق دی تو پھر تین ماہواریاں عدت ہوگی۔ مثلاً ذوالحجہ کے آخر میں وضع حمل ہوا اور محرم کے شروع میں طلاق ہوگئی تو عدت تین حیض ہوگی۔ [فتاویٰ سعدیہ]

عدت کی حکمت کیا ہے؟

سوال محترم شیخ صاحب! بتایئے عورت پر طلاق کے بعد یا خاوند کی وفات کے بعد عدت گزارنا کیوں واجب ہے؟

جواب یاد رکھیے، عدت کے کئی مقاصد ہیں جن میں سے اہم مندرجہ ذیل ہیں۔

1. عورت کے رحم کے خالی ہونے کی تسلی ہونا۔
2. پہلے خاوند کا حق ادا کرنا۔
3. دوسرے خاوند کے لیے عورت کا حمل سے خالی ہونا۔
4. طلاق کی صورت میں انتظار کرنا، شاید کہ خاوند اور بیوی میں صلح ہو جائے۔

[فتاویٰ سعدیہ]

عدت میں تاخیر کیسی ہے؟

سوال محترم شیخ صاحب! میری عمر 40 سال ہے اور میرے پانچ بچے ہیں۔ اپنے خاوند کی وفات کے بعد میں نے بعض مصروفیات کی وجہ سے عدت نہیں گزاری۔ چار مہینے گزر جانے

کے بعد میں نے عدت شمار کرنا شروع کی مگر ایک مہینے کے بعد مجھے پھر گھر سے نکلنا پڑا۔ بتایئے کیا میرا یہ عمل صحیح ہے اور یہ مہینہ عدت میں شمار ہوگا یا نہیں؟

جواب آپ کا یہ عمل حرام ہے کیونکہ عورت پر واجب ہے کہ جونہی اس کے پاس خاوند کی وفات کی خبر پہنچے تو وہ عدت کے ایام گزارنا شروع کر دے اور اس کے لیے قطعاً جائز نہیں ہے کہ وہ اس میں تاخیر کرے۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ﴾ [1]

''تم میں سے جن کے خاوند فوت ہو جائیں وہ چار مہینے دس دن عدت گزاریں''

یاد رکھیے! آپ کی عدت فقط دس دن شمار ہوئی، اس کے علاوہ کوئی عدت نہ ہوئی۔ آپ پر واجب ہے کہ اللہ سے توبہ کریں اور کثرت کے ساتھ نیک اعمال کا اہتمام کریں اور عدت کا وقت گزر جانے کے بعد عدت گزارنے کی ضرورت نہیں ہے۔ [ابن عثیمین]

جس کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت

سوال جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اُس کے متعلق شریعت نے کیا حکم ارشاد فرمایا ہے؟

جواب جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے، اُسے چاہیے کہ عدت کے ایام گھر کے اندر گزارے اور کسی مجبوری اور عذر کے بغیر گھر کے باہر قدم نہ رکھے۔ اس پر مندرجہ ذیل چیزوں کا اہتمام لازمی ہے:

1. زیب و زینت اختیار نہ کرے، مثلاً زیبائش والا لباس نہ پہنے، سرمہ نہ لگائے، زیور نہ پہنے، خوشبو استعمال نہ کرے۔
2. چار مہینے دس دن عدت گزارے۔

یاد رہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ گھر کی چھت پر نہ چڑھے، چاند کی طرف نہ دیکھے۔ یہ تمام خرافات ہیں جن کی شریعتِ مطہرہ میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ وہ کسی عورت یا سہیلی

---

[1] ٢/ البقرة: ٢٣٤۔

کے ساتھ ٹیلی فون پر گفتگو کر سکتی ہے۔ ان چیزوں میں کوئی حرج نہیں ہے۔ [ابن عثیمین]

مطلقہ عدت کہاں گزارے؟

سوال شیخ صاحب! بتایئے کہ اگر عورت کو رجعی طلاق ہو تو وہ عدت کے ایام کہاں گزارے گی؟ اپنے خاوند کے گھر رہے یا پھر اپنے باپ کے گھر چلی جائے؟

جواب جس عورت کو رجعی (جس میں رجوع کا اختیار ہو) طلاق ہوئی ہو، اُس پر لازم ہے کہ وہ عدت کے ایام اپنے خاوند کے گھر میں گزارے۔ اس کے خاوند پر اس کو گھر سے نکالنا حرام ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ ﴾ [1]

''نہ تم ان کو ان کے گھروں سے نکالو اور نہ ہی وہ (خود) نکلیں، ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کھلی برائی کر بیٹھیں۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، جو شخص اللہ کی حدوں سے آگے بڑھ جائے اُس نے یقیناً اپنے اوپر ظلم کیا۔''

آج کل طلاق کے فوراً بعد عورت اپنے باپ کے گھر دوڑ جاتی ہے یا خاوند اسے نکال دیتا ہے۔ یہ بالکل غلط اور اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی اور حرام ہے۔ اللہ نے گھر سے نکالنے کی ایک ہی شرط ذکر کی ہے کہ ''وہ فحاشی کا ارتکاب کریں۔''

اس آیتِ کریمہ میں اللہ نے مردوں یعنی خاوندوں کو مخاطب کر کے فرمایا ''ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالو'' اور عورتوں یعنی بیویوں کو مخاطب کر کے کہا کہ ''تم خود بھی نہ نکلو۔'' اس حکم میں ایک حکمت پنہاں ہے اور وہ بھی اللہ نے اسی آیتِ کریمہ میں بیان فرمائی ہے:

﴿ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝ ﴾

''تم نہیں جانتے کہ شاید کہ اس کے بعد اللہ کوئی نئی بات پیدا کر دے۔''

یعنی ہو سکتا ہے کہ مرد کے دل میں عورت کی محبت دوبارہ پیدا کر دے اور وہ رجوع کر لے کیونکہ پہلی اور دوسری طلاق کے بعد رجوع کرنے کا حق ہے۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ

---

[1] ٦٥/ الطلاق: ١۔

قوانینِ الٰہیہ کی پاسداری کریں اور اللہ کی مقرر کردہ حدود کو پامال کرنے کی کوشش نہ کریں۔

بہر حال رجعی طلاق کی صورت میں عورت مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھے گی:

☆ عورت خاوند کے گھر میں رہے حتیٰ کہ اس کی عدت ختم ہو جائے۔

☆ وہ خاوند سے پردہ نہیں کرے گی۔

☆ زیب و زینت اختیار کرے گی۔

☆ خاوند کے لیے حسن و جمال کا اظہار کرے گی۔

☆ خوشبو اور سرمہ وغیرہ استعمال کرے گی۔

☆ اس کے ساتھ باتیں کرے گی۔

☆ اس کے ساتھ بیٹھے گی۔

مندرجہ ذیل امور سے اجتناب کرے گی۔

❁ خاوند سے ازدواجی تعلق قائم نہیں کرے گی مگر یہ کہ وہ رجوع کرے۔

❁ وہ ایک دوسرے سے جسمانی فائدہ نہیں اٹھائیں گے۔

خاوند زبان کے ذریعے بھی رجوع کر سکتا ہے، مثلاً وہ کہہ دے کہ "میں نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا" یا فعل کے ذریعے بھی رجوع کر سکتا ہے کہ وہ رجوع کی غرض سے اس کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کر لے۔

حاملہ کی عدت

سوال حاملہ مطلقہ کی عدت وضع حمل ہے یا تین مہینے؟

جواب اس کی عدت وضع حمل ہوگی چاہے ایک گھڑی بعد میں کیوں نہ ہو جائے۔ اس کی دلیل:

﴿ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ ﴾ [1]

"یہ کہ وہ وضع حمل کر دیں۔" [ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری]

سوگ کے لیے سیاہ کپڑے پہننا

سوال کیا کسی کے فوت ہو جانے پر سوگ منانے کی غرض سے سیاہ کپڑے پہنے جا سکتے

---

[1] ٦٥/ الطلاق: ٤۔

ہیں، خصوصاً جب فوت ہونے والا خاوند ہو؟

جواب سوگ کے وقت سیاہ کپڑے پہننے کی کوئی دلیل شریعت میں نہیں ہے۔ یہ سوچ باطل ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ مصیبت کے وقت انسان کو شرعی رہنمائی کے پیشِ نظر وہی کرنا چاہیے جس کی اجازت یا وضاحت ہے۔ اسے چاہیے کہ وہ پڑھے ﴿إنا لله وإنا إليه راجعون﴾ اللهم أجرني في مصيبتي واخلف لي خيرا منها۔ اگر وہ ایمان اور حصولِ ثواب کے لیے ایسا کہے گی تو اللہ اسے اجر وثواب بھی عطا فرمائیں گے اور اسے نعم البدل بھی عطا فرمائیں گے۔ مصیبت کے وقت سیاہ یا اس سے ملتا جلتا خاص لباس پہننا شریعت کی نظر میں باطل ہے، اس کی کوئی دلیل نہیں، یہ بے اصل اور مذموم فعل ہے۔ [ابن عثیمین]

پرورش کا حق

ماں اور بھائی میں پرورش کا جھگڑا

سوال ایک بچی ۸ سال کی ہے، اس کی پرورش ماں کرے گی یا حقیقی بھائی؟ کیونکہ اس کا بھائی بچی کو اس لیے حاصل کرنا چاہتا ہے کہ اس کی ماں شادی کر چکی ہے۔

جواب ماں جب تک آگے شادی نہ کرے، اسے چھوٹے بچوں کی پرورش کا حق حاصل ہے۔ اگر بچی کی عمر سات سال کو پہنچ جائے تو باپ کو پرورش کا اختیار ہوگا۔ سوال میں واضح ہے کہ یہ عورت آگے شادی کر چکی ہے اور بچی کی عمر بھی سات سال سے زیادہ ہو چکی ہے تو اُس سے پرورش کا اختیار واپس لیا جا سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک عورت کو فرمایا:

((أنت أحق مالم تنكحي)) [1]

''تجھے پرورش کا حق ہے جب تو شادی نہ کرے۔''

اگر اس بچی کا کوئی اور بھائی نہیں ہے جو اس مطالبہ کرنے والے بھائی سے پرورش کا زیادہ حق رکھتا ہو تو بچی اس کی پرورش میں دے دی جائے گی کیونکہ بھائی والد کے قائم مقام ہے بشرطیکہ کوئی ایسی شرعی رکاوٹ نہ ہو جو پرورش کے حق کو ختم کر دے، مثلاً وہ بے وقوف ہو، فاسق و فاجر ہو یا اس کی بیوی ایسی ہو جو اس بچی کو تنگ کرے یا نقصان پہنچائے۔ پھر ماں کو اختیار ہوگا بشرطیکہ اس کا دوسرا خاوند راضی ہو۔ (بالاختصار) [محمد بن ابراہیم آل شیخ]

پرورش کا حق دار کون ہے؟

سوال شیخ صاحب! بتائیے سات سال کے بعد بچی کی پرورش کا حق دار کون ہے، ماں یا باپ؟

جواب اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق باپ حق دار ہے اور ایک روایت کے مطابق ماں۔

---

[1] ابو داود، كتاب الطلاق، باب من أحق بالولد: ٢٢٧٦۔

ان دونوں اقوال کے قائلین اس بات پر بھی متفق ہیں کہ یہ حق انہیں تب حاصل ہے جب وہ اپنے واجبات کی ادائیگی میں پوری ذمہ داری کا مظاہرہ کریں۔

میرے خیال کے مطابق بچی کی مصلحت کو مدِنظر رکھ کر پرورش کا حق دیا جائے گا۔ اگر بچی کا باپ کے پاس رہنا اس کی زندگی کے لیے فائدہ مند ہو تو اس کے پاس رہنے دیا جائے اور اگر ماں کے پاس رہنے میں بچی کا فائدہ ہو تو اس کو پرورش کا حق دیا جائے گا۔ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ والد کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ اس کو دیگر کئی حقوق میں ترجیح حاصل ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

[عبدالرحمان سعدی]

چھوٹی بچی کی پرورش کا حق

سوال شیخ صاحب! بتایئے کہ دو تین سال کی بچی کی پروش کا حق کس کو ہے؟

جواب چھوٹی بچی کی پرورش کا حق ماں کو ہے بشرطیکہ اس نے کہیں شادی نہ کی ہو۔

(واللہ تعالیٰ اعلم) [محمد بن ابراہیم آل شیخ]

تعداد ازواج

خاوند کی دوسری شادی کی وجہ سے طلاق کا مطالبہ

سوال میری شادی کو بارہ سال ہو چکے ہیں، میرا خاوند میرے ساتھ بہترین زندگی گزار رہا تھا لیکن مجھ سے کوئی اولاد نہ ہوئی تو اس نے دوسری شادی کر لی اور اب وہ میرے پاس نہیں آتا۔ جب بھی میں نے اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تو اس نے کہا کہ وہ اولاد چاہتا ہے۔ کیا میں اس سے طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہوں؟ یاد رہے کہ دوسری بیوی سے اس کا ایک بچہ بھی ہے۔

جواب سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ خاوند کے لیے یہ قطعاً جائز نہیں ہے کہ وہ ایک بیوی سے قطع تعلقی کرے یا پھر ایک بیوی کو ترجیح دے اور دوسری کی پرواہ نہ کرے، اس پر عدل و انصاف اور دونوں بیویوں کے ساتھ برابری کا سلوک ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اگر کسی کی دو بیویاں ہوئیں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف مائل ہو گیا تو قیامت کے دن جب وہ آئے گا تو اس کے جسم کی ایک جانب فالج زدہ ہو گی۔" [1]

لہٰذا اس پر واجب ہے کہ وہ اپنی دونوں بیویوں کے درمیان انصاف کرے اور دونوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے جس پر مجھے اختیار ہے اور تو اس چیز کے بارے میں میرا مواخذہ نہ کرنا جس کا تو مالک ہے اور میں مالک نہیں ہوں۔" [2]

البتہ آپ کا طلاق کا مطالبہ کرنا صحیح نہ ہو گا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جس عورت نے بغیر کسی سبب کے طلاق کا مطالبہ کیا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گی۔" [3]

مگر یہ کہ کوئی شرعی عذر ہو جس کی بناء پر آپ طلاق کا مطالبہ کر سکیں۔ اگر وہ آپ کو بالکل

---

[1] ابوداود، کتاب النکاح، فی القسم بین النساء: ۲۱۳۳۔

[2] ابوداود، کتاب النکاح، فی القسم بین النساء: ۲۱۳٤۔

[3] ترمذی، کتاب الطلاق واللعان، باب ماجاء فی المختلعات: ۱۱۸۷۔

ہی چھوڑ گیا ہے اور آپ کی طرف دیکھنا یا آپ کے پاس آنا ہی گوارہ نہیں کرتا تو پھر طلاق لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ہم آپ کو صبر و تحمل کا ہی مشورہ دیں گے، ہاں اگر آپ سمجھیں کہ وہ آپ کو اپنے ساتھ نہیں رکھنا چاہتا یا وہ خود آپ کو طلاق دے دے تو اسلام نے طلاق کو تنازعہ اور پریشانی ختم کرنے کے لیے آخری حل کے طور پر رکھا ہے۔ اللہ ہی بہتر کارساز ہے۔ (واللہ اعلم)

[صالح فوزان]

بیوی کا طلاق طلب کرنا

سوال میرا خاوند دوسری شادی کرنا چاہتا ہے اور اس نے مجھے اس کی خبر کر دی ہے۔ میں نے انکار کر دیا ہے کیونکہ اسے دوسری شادی کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ اللہ نے اسے میرے بطن سے اولاد عطا کی ہے اور میں اس کے حقوق اور اس کی خدمت میں کوتاہی نہیں کرتی، مگر وہ شادی پہ اصرار کر رہا ہے۔ میں نے کہا اگر آپ دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں تو مجھے طلاق دے دیں، کیا میں حق پر ہوں یا نہیں؟

جواب آپ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ آپ اپنے خاوند کو دوسری شادی سے روکیں، اگرچہ آپ اس کے ساتھ کتنا ہی اچھا سلوک کیوں نہ کر رہی ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ اسے اولاد میں مزید رغبت ہو، یا وہ یہ سمجھتا ہو کہ اس کے لیے ایک عورت کافی نہیں ہے۔ عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند کو دوسری شادی سے منع کرے مگر یہ کہ اسے خطرہ ہو کہ وہ دوسری شادی کے بعد اس پر ظلم کرے گا یا وہ اس کی دوسری بیوی کے ساتھ قطعاً گزارہ نہ کر سکے گی تو اسلام نے اس کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اس سے طلاق طلب کر سکتی ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ بغیر ضرورت اور بغیر حق کے طلاق طلب کرنا غلط اور ناجائز ہے۔ (واللہ اعلم) [عبداللہ بن جبرین]

نوٹ ☆: میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ عورت عموماً سوتن کو برداشت نہیں کر سکتی۔ قرونِ اولیٰ میں بھی ایسے واقعات موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ صحابیات رضی اللہ عنہن میں بھی یہ غیرت موجود تھی اور بعض دفعہ اختلافات جنم لے لیتے تھے مگر وہ بات کو خواہ مخواہ طول دے کر لڑائی جھگڑا کی کیفیت پیدا نہ کرتی تھیں کیونکہ وہ اس مسئلہ سے اچھی طرح واقف تھیں کہ اللہ نے یہ حق مرد کو

دے رکھا ہے۔

نبی کریم ﷺ ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں کچھ دیر ٹھہرتے اور شہد پیا کرتے تھے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات پسند نہ آئی کہ آپ ﷺ معمول سے زیادہ وہاں ٹھہریں۔ لہٰذا انہوں نے یہ ترکیب تیار کی کہ جس کے پاس بھی نبی ﷺ تشریف لائیں تو وہ کہے گی ''اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کے منہ سے مغافیر (ایک پھول) کی بدبو آ رہی ہے۔'' لہٰذا ان دونوں نے ایسا ہی کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

''میں تو زینب رضی اللہ عنہا کے گھر سے شہد پی کر آ رہا ہوں، اب میں قسم کھاتا ہوں کہ آئندہ یہ نہ پیوں گا مگر تم کسی کو مت بتلانا۔'' [1]

اللہ نے قرآن مجید میں حکم نازل فرمایا:

''اے نبی ﷺ! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے اسے آپ کیوں حرام کر رہے ہیں۔ کیا آپ اپنی بیویوں کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔'' [2]

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ:

''ایک رات نبی کریم ﷺ میرے ہاں تھے۔ آپ ﷺ نے کروٹ لی، جوتے اپنے قریب کیے، چادر کا کنارہ بستر پر بچھایا، تھوڑی دیر لیٹے رہے، پھر جب آپ ﷺ نے سوچا کہ میں سو گئی ہوں تو آہستہ سے چادر پکڑی، آرام سے جوتے پہنے، آہستہ سے دروازہ کھولا اور چل دیئے۔ اور پھر آہستہ سے ہی اس کو بند کر دیا۔ میں نے بھی چادر اوڑھی، پردہ کیا اور آپ ﷺ کے پیچھے چل دی۔ آپ ﷺ بقیع پہنچے اور دیر تک کھڑے رہے۔ آپ ﷺ نے تین بار ہاتھ اٹھائے (دعا کی)۔ پھر آپ ﷺ لوٹے تو میں بھی لوٹی، آپ ﷺ جلدی چلے، میں بھی جلدی چلنے لگی، آپ ﷺ دوڑ پڑے، میں بھی دوڑ پڑی اور میں آپ ﷺ سے پہلے گھر پہنچ گئی اور لیٹ گئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا

[1] بخاري، كتاب التفسير، باب يأيها النبي لم تحرم ما أحل الله: ٤٩١٢۔ [2] ٦٦/ التحريم: ١۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کیا ہوا، تمہارا سانس پھولا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا کچھ نہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا: کیا بات ہے بتا دو، ورنہ اللہ مجھے بتا دیں گے۔
میں نے سارا واقعہ عرض کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا جو میرے آگے کالا کالا تھا، وہ تم ہی تھیں؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا (محبت سے) اور فرمایا: کیا تم نے یہ سوچا کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تیرا حق مار لیں گے (یعنی تیری باری میں کسی اور بیوی کے پاس چلا جاؤں گا؟) [1]

دو بیویاں رکھنے والا کام کاج نہیں کرتا

سوال میرا خاوند ایک اور شادی کر چکا ہے مگر وہ کوئی کام کاج نہیں کرتا اور اب حالات کی تنگی کی وجہ سے ایک بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ کیا وہ اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے یا پھر دوسری کو؟ کیونکہ وہ بہت تنگدست ہے۔

جواب انسان کا رزق لکھا ہوا ہے، اس کے بچوں اور بیوی کا رزق بھی لکھا ہوا اور مقرر شدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ [2]

''زمین پر چلنے والے جتنے جاندار ہیں سب کی روزیاں اللہ پر ہیں، وہی ان کے رہنے سہنے کی جگہ کو جانتا ہے اور ان کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ واضح کتاب میں موجود ہے۔''

عورت کو طلاق دینے سے خاوند کا رزق زیادہ نہ ہوگا اور نہ ہی اس میں کسی قسم کی وسعت ہوگی بلکہ شادی، ازدواجی زندگی کا باقی رہنا اور بچوں کا ہونا برکت کے حصول اور رزق کی فراخی کا سبب ہے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا:

﴿ وَأَنْكِحُوا الْأَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَآئِكُمْ ۚ إِنْ يَّكُوْنُوْا

---

[1] مسلم، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور ...... : ٢٢٥٦۔ [2] ١١/ هود: ٦۔

فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ ❶

''اور تم میں سے جو مرد، عورت بے نکاح ہوں، ان کا نکاح کر دو اور اپنے نیک بخت غلاموں اور لونڈیوں کا بھی، اگر وہ مفلس بھی ہوں گے تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی بنا دے گا۔ اللہ کشادگی والا اور علم والا ہے۔''

یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ نکاح حصولِ رزق کا ذریعہ ہے۔ اللہ نے مردوں کو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اپنے اہل وعیال پر اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرو، مگر اس مسئلہ کی بنا پر طلاق کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اللہ تنگی کے بعد آسانی پیدا کر دے گا اور تنگ روزی کو کھول دے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۗ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۗ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۗ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا﴾ ❷

''کشادگی والے کو اپنی کشادگی سے خرچ کرنا چاہیے اور جس پر اس کے رزق کی تنگی ہو، اسے چاہیے کہ جو کچھ اللہ نے اسے دے رکھا ہے اس میں سے اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے۔ کسی شخص کو اللہ تکلیف نہیں دیتا مگر اتنی ہی جتنی طاقت اُسے دے رکھی ہے۔ اللہ تنگی کے بعد آسانی وفراغت بھی کر دے گا۔''

ہم اس بھائی کو نصیحت کریں گے کہ وہ دونوں بیویوں میں سے کسی کو طلاق نہ دے۔ وہ اللہ پر توکل کرے اور صبر سے کام لے، مگر لاپرواہی اور سستی چھوڑ دے۔ وہ اللہ پر ایسا توکل کرے جیسا توکل کرنے کا حق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اگر تم اللہ پر ایسا توکل کرو جیسا توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تم کو ایسے رزق دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے۔ وہ پرندے صبح کو رزق کی تلاش میں خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔'' ❸

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں:

---

❶ ٢٤/ النور: ٣٢۔ ❷ ٦٥/ الطلاق: ٧۔ ❸ جامع ترمذی، کتاب الزھد، باب فی توکل علی اللہ: ٢٣٤٤ (اس حدیث کو البانی نے صحیح کہا ہے)۔

''توکل سے مراد اس آیت کریمہ کے مطابق عقیدہ بنانا ہے کہ ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ ❶ ''زمین پر چلنے والے جتنے جاندار ہیں سب کی روزیاں اللہ پر ہیں'' اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسباب کو ترک کر دیا جائے اور لوگوں کی کمائی پر نظر رکھی جائے۔ یہ توکل کے منافی ہے۔''

امام احمد سے اس آدمی کے متعلق سوال کیا گیا جو اپنے گھر یا مسجد میں بیٹھا ہے اور کہتا ہے کہ میں کوئی کام نہیں کروں گا پھر بھی میرے حصے کا رزق مجھے مل جائے گا۔ انہوں نے فرمایا ''یہ آدمی جاہل ہے'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: ''اللہ نے میرا رزق میرے نیزے کی نوک کے نیچے رکھا ہے۔'' ❷

اور فرمایا:

''اگر تم اللہ پر ایسا توکل کرتے جیسا کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں ایسے رزق دیتا جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح روزی کی تلاش میں خالی پیٹ نکلتے ہیں اور پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔'' ❸

پھر انہوں نے ذکر کیا کہ:

''پرندے صبح کے وقت رزق کی تلاش میں نکلتے ہیں اور یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تجارت کرتے تھے اور بعض کھجوروں کے باغات میں کام کرتے تھے۔''

بیویوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے خاوند کی مالی حالت کا خیال رکھیں اور اس کی طاقت سے بڑھ کر اس پر بوجھ نہ ڈالیں۔ اگر ممکن ہو تو تم دونوں اپنے خاوند کی مدد کرو۔ اگر آپ کا خاوند کسی کام کاج کے قابل نہیں تو تم دونوں کوئی مناسب کام کر کے جس میں تمام شرعی حدود کا خیال رکھا جائے، اپنے خاوند کی مالی مدد بھی کر سکتی ہو، اس میں ان شاء اللہ تعالیٰ تمہارے لیے بہت اجر ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

''ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی کہ میں

---

❶ ١١/ هود: ٦۔ ❷ صحيح الجامع: ٢٨٣١۔

❸ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

کچھ کام کاج جانتی ہوں اور چیزیں بنا کر بیچ سکتی ہوں۔ میرے خاوند کے پاس میرے، میرے بچوں اور میری کمائی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے، اس وجہ سے میں صدقہ و خیرات نہیں کر سکتی۔ کیا جو کچھ میں اپنے خاوند اور بچوں پر خرچ کر رہی ہوں اس کا مجھے ثواب ہوگا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ان پر خرچ کرو کیونکہ تو جس قدر ان پر خرچ کرے گی تجھے اتنا ہی ثواب ہوگا۔'' [1]

بخاری شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اس کے لیے دو اجر ہیں، ایک قرابت داری کا اور دوسرا خرچ کرنے کا۔'' [2]

ہم اللہ تعالیٰ سے پاکدامنی اور وسعتِ رزق کا سوال کرتے ہیں۔

واللّٰه اعلم، و صلى اللّٰه على نبينا محمد و على آله و صحبه أجمعين۔ (علماء کمیٹی برائے فتاویٰ)

خرچہ کا فرق، بیوی کی پہلی اولاد پر خرچ کرنا کیسا ہے؟

سوال میری دو بیویاں ہیں اور ان میں سے ہر ایک مستقل گھر میں رہائش پذیر ہے۔ میں ان دونوں کے درمیان عدل و انصاف قائم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ایک بیوی کے پاس اُس کے پہلے خاوند سے دو بچے ہیں، کیا ان دونوں پر خرچ کرنا میرے اوپر واجب ہے؟ اور یہ کہ دونوں گھروں کا خرچہ مثلاً بجلی، پانی، آنے جانے کے اخراجات وغیرہ ایک جیسے نہیں ہیں، اس معاملہ میں کیسے انصاف ہوسکتا ہے؟

جواب بیویوں کے درمیان خرچ کرنے اور ان کے پاس رات ٹھہرنے کے معاملہ میں انصاف واجب ہے مگر یہ کہ ان میں سے کوئی اپنی مرضی سے اپنا حق چھوڑ دے۔ اسی طرح ان دونوں سے جو اولاد ہو اس میں بھی انصاف کرنا واجب ہے، البتہ جو اولاد آپ سے نہیں ہے، اُس کا خرچہ آپ کے ذمہ نہیں ہے لیکن اگر ان پر خرچ کرنے والا کوئی نہ ہو تو عام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ ان پر خرچ کریں اور آپ عام مسلمانوں میں شامل ہیں۔

---

[1] مسند احمد: ١٥٦٥٥۔

[2] بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الزکاۃ علی الزوج....: ١٤٦٦۔

اگر بعض ضروریات کے پیش نظر گھروں کا خرچہ ایک جیسا نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ جب ایک خاندان کے افراد زیادہ ہوں گے تو ان کا خرچ بھی زیادہ ہوگا لیکن یہ ملحوظ خاطر رہے کہ افراد کی تعداد پر خرچ زیادہ ہوگا، سہولیات میں عدل و انصاف آپ کے ذمہ واجب ہے۔ [عبدالکریم الخضر]

دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی کی اجازت

سوال کیا دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری ہے؟

جواب یہ سوال ''علماء کمیٹی برائے فتاویٰ'' کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے مندرجہ ذیل جواب دیا۔

> ''اگر کوئی شخص دوسری شادی کرنا چاہے تو اس کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے، مگر حسن اخلاق اور باہمی تعاون کا تقاضا ہے کہ وہ اس کی رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ حسنِ معاشرت کا تقاضا ہے کہ وہ اس کو دوسری شادی پر راضی کرے، چاہے اس کے لیے کچھ مال خرچ کرنا پڑے۔ اس کی رضامندی سے اس کا دکھ کم ہوگا۔ کیونکہ عورتوں کی فطرت یہ ہے کہ وہ خاوند کی دوسری شادی کو پسند نہیں کرتیں۔ پہلی بیوی کو اچھی بات، بہترین سلوک اور پیار و محبت سے خوش کیا جاسکتا ہے۔ [فتاویٰ کمیٹی سعودی عرب]

نوٹ: ☆ میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ اسلام نے مرد کو چار شادیوں کی اجازت دی ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے مگر یہ شرط بھی عائد کر دی ہے کہ اگر بیویوں کے درمیان انصاف نہ کر سکتا ہو تو پھر ایک ہی شادی کرے۔ ہمارے ہاں دوسری شادی کو معیوب خیال کیا جاتا ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنے والا عموماً ناانصافی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ وہ پہلی بیوی کے حقوق پامال کرتا ہے اور اس معاملہ میں انصاف سے کام نہیں لیتا۔ اگر بے انصافی کا خطرہ نہ ہو تو پھر ایک سے زیادہ شادیاں کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ عرب ممالک میں ماحول قدرے کھلا ہے، وہاں دوسری شادی کرنا اور اسی طرح بیوہ سے نکاح کرنا معیوب نہیں ہے۔ راقم الحروف نے مدینہ یونیورسٹی کے زمانہ میں دو واقعات

سعودی عرب سے چھپنے والے ایک اخبار میں پڑھے جوان شاء اللہ تعالیٰ قارئین کے لیے دلچسپی کا باعث ہوں گے؛

❶ ایک سعودی نوجوان نے شادی کی، نئی نویلی دلہن لے کر گھر آیا، مگر بدقسمتی سے پہلی رات ہی میاں اور بیوی میں اختلاف پیدا ہوا اور بیوی نے طیش میں آکر اپنے میاں کو یوں طعنہ دیا ''میرا باپ ہی بے وقوف تھا جس نے تم جیسے نکھٹو کو اپنی بیٹی کا رشتہ دے دیا ورنہ تیرے جیسے نکمّے ساری زندگی شادی کے خواب ہی دیکھ سکتے ہیں۔'' میاں نے سوچا جو عورت شبِ عروسی کے پرمسرت موقع پر اس قدر بداخلاقی کا مظاہرہ کر رہی ہے، وہ نہ جانے بعد میں کیسی کیسی زبان درازیاں کرے گی؟ لہٰذا اُس نے اسے طلاق دے دی اور کمرۂ عروسی سے باہر آ گیا۔ دوستوں نے تعجب سے پوچھا کیا ہوا، تم اس قدر غصے میں کیوں ہو؟ اُس نے سارا واقعہ ذکر کر دیا اور کہا اس بدزبان عورت نے مجھے رشتہ نہ ملنے کا طعنہ دیا ہے، اب میں اس کو شادی کر کے دکھاؤں گا۔ اس نے اپنے دوستوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر تم میرے سچے دوست ہو تو آج رات ہی میری شادی کا بندوبست کرو۔ اس کے چار مختلف دوستوں نے اپنے اپنے گھر رابطہ کر کے ساری صورتِ حال بتائی اور اپنے دوست کے اخلاق کی بھی گارنٹی دی۔ اسے چار گھروں سے شادی کی پیشکش ہوئی۔ اس نے دو دن کے اندر سادگی سے چار شادیاں کیں۔ تیسری رات وہ چار بیویوں کا خاوند بننے کا اعزاز حاصل کر چکا تھا۔ اس نے اپنی پہلی بیوی کو پیغام بھیجا ''تو نے مجھے کہیں سے بھی رشتہ نہ ملنے کا طعنہ دیا تھا، دیکھو، اللہ نے مجھے بیک وقت چار بیویاں عطا کر دی ہیں۔''

❷ دوسرا واقعہ یہ ہے کسی گرلز سکول کی چار استانیاں جو کہ نوجوان اور غیر شادی شدہ تھیں، آپس میں انتہائی گہری سہیلیاں بن گئیں۔ انہوں نے ایک سعودی نوجوان سے بات کی جو کہ غریب گھرانے سے تعلق رکھتا تھا اور (Taxi) چلا کر گزارہ کرتا تھا کہ ان چاروں کو سکول چھوڑ آیا کرے اور چھٹی کے وقت واپس لے آیا کرے۔ وہ ایک دو سال انہیں سکول لے جاتا اور لاتا رہا۔ وہ چاروں اس کی شرافت اور کردار سے بہت متاثر ہوئیں کہ کبھی اس نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی جو اس کی دیانتداری کو داغدار کرنے والی ہو۔ ایک دن ان میں سے ایک سہیلی کہنے لگی

کہ شاید میرے والدین کہیں میری شادی کی بات طے کرنے لگے ہیں۔ وہ کہنے لگیں کہ ہم آپس میں گہری سہیلیاں ہیں اور ہماری محبت بھی شدید ہے، پھر یہ شادی تو ہماری جدائی کا ذریعہ بن جائے گی۔ وہ اس معاملہ میں سوچنے لگیں کہ آخر ایسا کون سا طریقہ اختیار کیا جائے کہ ہم چاروں زندگی بھر ایک ہی جگہ رہیں تو ان میں سے ایک کہنے لگی، میرے دماغ میں ایک آئیڈیا ہے بشرطیکہ تم سب اس سے اتفاق کرو۔ اگر ہم چاروں اسی نوجوان سے شادی کر لیں جو ہمیں سکول چھوڑنے آتا ہے، یہ غریب ہے تو کیا ہوا با کردار اور با اخلاق ہے۔ ان چاروں کو یہ مشورہ پسند آیا۔ انہوں نے اپنے اپنے والدین سے بات کی۔ انہوں نے کہا کہ اگر تمہیں اعتراض نہیں تو ہمیں بھی کوئی اعتراض نہیں۔ انہوں نے اس نوجوان کو شادی کا پیغام دیا، تو اس نے کہا۔ تم چاروں مجھے غریب سمجھ کر مذاق کر رہی ہو؟ وہ بولیں ((**واللّٰه هذه حقيقة ولا نستهزی بك**)) اللہ کی قسم! یہ حقیقت ہے اور ہم آپ سے قطعاً مذاق نہیں کر رہی ہیں۔ نوجوان نے موقع غنیمت جانا اور ہاں کر دی۔ ان چاروں نے مل کر ایک فلیٹ خریدا جو چار کوارٹروں پر مشتمل تھا اور اس نوجوان سے شادی رچا لی اور ایک ہی بلڈنگ میں ایک ہی فیملی کی طرح زندگی کے ایام بسر کرنے لگیں۔

پہلی بیوی کی باری والے دن دوسری کے بچوں کو پڑھانا

سوال میری دو بیویاں ہیں اور الگ الگ گھروں میں رہائش پذیر ہیں۔ کیا میں پہلی بیوی کی باری والے دن دوسری بیوی سے اپنے بچوں کو پڑھانے کے لیے جا سکتا ہوں، جب وہ سکول سے واپس آئیں؟

جواب یہ آپ کے لیے جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ پہلی بیوی کی باری کا دن ہے اور آپ کے لیے ایسا کرنا حرام ہے۔ آپ کو چاہیے کہ پہلی بیوی کی باری والے دن اسی بیوی کے بچوں کو پڑھائیں، یہ ان کا آپ پر حق ہے۔ [محمد بن صالح العثیمین]

سوال اگر خاوند پہلی بیوی سے کسی شرعی سبب کی بناء پر ناراض ہو تو کیا اس کی باری والے دن دوسری کے پاس جا سکتا ہے؟ یا پھر ناراضگی کے باوجود اسی کے پاس رہنا ہوگا؟

جواب اللہ نے بیویوں کے درمیان عدل و انصاف قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔ عدل کا

تقاضا یہی ہے کہ وہ اسی کے پاس رہے اور ناراضگی کی بناء پر دوسری بیوی کے پاس نہ جائے۔
[محمد بن صالح العثیمین]

عید والے دن باری کو معطل کرنا

سوال کیا خاوند کے لیے جائز ہے کہ عید والے دن بیویوں کے درمیان باری کو معطل کر دے اور عید کا دن دونوں کے ساتھ گزارے؟

جواب اگر وہ دونوں راضی ہیں تو کوئی حرج والی بات نہیں ہے اور اگر جس کی باری ہے وہ اسے اپنے پاس روکنا چاہے تو روک سکتی ہے۔ مگر میں عورتوں کو کہنا چاہوں گا کہ وہ اس معاملہ میں کچھ نرمی پیدا کریں کیونکہ جو آسانی پیدا کرتا ہے تو اللہ اس کے لیے آسانیاں پیدا کر دیتے ہیں۔ عید کا دن مسلمانوں کے اجتماع اور فرحت وسرور کا دن ہے، اس لیے اگر وہ اکٹھے رہیں تو یہ بہت اچھا ہے۔ [محمد بن صالح العثیمین]

بچے کی پیدائش پر ایک بیوی کو تحفہ دینا

سوال میری دو بیویاں ہیں۔ ایک بیوی کے ہاں بچہ پیدا ہوا، اور ہمارے ہاں بچے کی پیدائش پر بیوی کو تحفہ دیا جاتا ہے تو کیا دوسری بیوی کو بھی جس کے ہاں بچے کی پیدائش نہیں ہے، تحفہ دینا ضروری ہے؟

جواب اصل تو یہ ہے کہ جب ایک بیوی کے ہاں بچے کی پیدائش ہوئی ہو تو دوسری کو تحفہ دینا لازمی نہیں ہے۔ اسی طرح جب دوسری بیوی کے ہاں بچے کی پیدائش ہو گی تو پھر پہلی کو تحفہ دینا لازمی نہیں ہوگا۔ عدل اور انصاف یہ ہے کہ دونوں کو برابر ہدیہ دیا جائے، مثلاً اگر آپ نے ایک بیوی کو بچے کی پیدائش پر سو (۱۰۰) ریال دیا تو دوسری بیوی کو بھی بچے کی پیدائش پر سو (۱۰۰) ریال ہی دیں۔ بچے کی پیدائش سے قبل دینا تو واجب نہیں ہے اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ایک کو ہدیہ دینے سے مشکلات جنم لے سکتی ہیں تو بہتر یہ ہے کہ جب ایک کے ہاں بچے کی پیدائش ہو تو دونوں کو ہدیہ دے دیں اور جب دوسری کے ہاں بچے کی پیدائش ہو تو پھر دونوں کو دے دیں۔ یہ تالیف قلب کے لیے اچھا فیصلہ ہوگا۔ (واللہ أعلم) (ابن عثیمین)

سوتن کی گالی گلوچ اور زیادتی

سوال شیخ صاحب! میں نے جس آدمی سے شادی کی، اس کی ایک بیوی پہلے سے ہی ہے۔ وہ مجھے جب بھی ملتی ہے تو گالی گلوچ اور لعن طعن کرتی ہے۔ لوگوں کے سامنے اس کا رویہ صحیح ہوتا ہے مگر اکیلے میں یا تو وہ میرے ساتھ بات ہی نہیں کرتی یا پھر طعن و تشنیع کا نشانہ بناتی ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ اس کا رویہ تبدیل ہو جائے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟

جواب آپ ہر ممکن حد تک صبر و تحمل سے کام لیں اور برائی کا جواب برائی سے نہ دیں، آپ اس کی زیادتی اور جہالت کا جواب خاموشی اور تحمل وصبر سے دیں، اس میں آپ کے لیے اجر ہے۔ اگر ممکن ہو تو اس کو ایک انتہائی مؤثر خط لکھیں۔ آپ اللہ کا یہ فرمان سامنے رکھیں:

﴿ وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَٰهِلُونَ قَالُوا سَلَٰمًا ۝ ﴾ [1]

”اور جب بے علم لوگ ان سے بات کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں، سلام ہو۔“

اور فرمایا:

﴿ ٱدْفَعْ بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ فَإِذَا ٱلَّذِى بَيْنَكَ وَبَيْنَهُۥ عَدَٰوَةٌ كَأَنَّهُۥ وَلِىٌّ حَمِيمٌ ۝ ﴾ [2]

”برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست۔“

اے بیٹی! جان لو، اگر تم اللہ سے ڈرتے ہوئے اس کے ساتھ حسن سلوک سے کام لوگی اور وہ تیرے ساتھ بداخلاقی سے پیش آئے گی تو کبھی بھی تیرے برابر نہیں ہو سکتی۔ اللہ ہی سیدھے راستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔ (ابن عثیمین)

مہر میں مساوات

سوال ایک آدمی دوسری شادی کرتا ہے، اس کی پہلی بیوی موجود ہے، دوسری کا حق مہر

---

[1] ٢٥/ الفرقان: ٦٣۔ [2] ٤١/ حم سجدة: ٣٤۔

پہلی سے زیادہ ادا کرتا ہے، کیا یہ نا انصافی نہیں ہے؟

جواب مہر کا مقرر کرنا خاوند بیوی کا معاملہ ہے جو کہ اولیاء کے ذریعے سے طے کیا جاتا ہے۔ حالات کی مناسبت سے اس میں کمی بیشی کی جا سکتی ہے، لہٰذا میرے نزدیک ایسا کرنا پہلی بیوی کی حق تلفی نہیں ہے۔ (واللہ اعلم) [حافظ زبیر علی زئی]

دوسری شادی کے لیے بیوی سے اجازت

سوال کیا دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری ہے؟

جواب مرد کو چار شادیوں کا جو حق عطا کیا گیا ہے اس میں کہیں بھی پہلی بیوی کی اجازت کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، اور نہ ہی رسولِ مقبول ﷺ نے کسی قسم کی اجازت کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ غیر شرعی قوانین میں سے ہے جسے ملکی نکاح فارموں میں درج کر دیا گیا ہے۔ مرد نکاح کرنے میں آزاد ہے، البتہ اسے شریعت نے بیویوں کے حقوق کی ادائیگی کا درس دیا ہے، اس میں مساوات سے کام لے، باری تقسیم کرے، خوراک، لباس اور رہائش دینے میں عدل و انصاف سے کام لے۔ اگر بے انصافی کرے گا تو قیامت والے دن اس کا جسم ایک طرف سے فالج زدہ ہوگا۔ لہٰذا جو بھائی دوسری شادی کرے، اسے عدل و انصاف کو ضرور سامنے رکھنا چاہیے اور اگر عدل نہ کر سکے تو پھر ایک عورت ہی کافی ہے، جیسا کہ سورۂ نساء کے ابتداء ہی میں توضیح موجود ہے۔ (علماء کمیٹی)

نوٹ: ☆ میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ اسلام نے مرد کو چار شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے اور اس مسئلہ میں بیوی سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے۔ البتہ اگر اس سے مشورہ یا اجازت لے کر دوسری شادی کی جائے تو یہ مروت اور حسنِ تعاون کا نمونہ ہے، مگر ہمارے ہاں دوسری شادی کے بعد جو قباحت دیکھنے میں آئی ہے وہ بیویوں کے درمیان نا انصافی اور عدمِ مساوات ہے۔ لوگ ایک بیوی کو ترجیح دیتے ہیں اور ایک بیچاری سے قطع تعلق کر لیتے ہیں، وہ اور اُس کے بچے دَر دَر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ ایک بیوی ناز و نعم اور عیش و عشرت سے زندگی بسر کرتی ہے اور دوسری لوگوں کے گھروں میں برتن اور کپڑے دھو کر گزارہ کرتی ہے۔

اگر ایک سے زائد شادیاں انسان کو ایسے خوفناک جرم میں مبتلا کرنے کا سبب ہوں کہ وہ

عدل وانصاف کا خون کردے، ایک بیوی اوراس کی اولاد کی خوشیوں کا گلا گھونٹ دے، ایک کے حقوق پرڈاکہ ڈال کر دوسری کی خوشنودی حاصل کرے تو اسلام قطعاً ایک سے زائد شادیوں کی اجازت نہیں دیتا، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ ❶

''لیکن اگر تمہیں برابری نہ کرسکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے۔''

اور رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

((من كان له إمرأتان يميل لإحداهما على الأخرى جاء يوم القيمة أحد شقيه مائل)) ❷

''جس کی دو بیویاں ہوئیں اور وہ ایک کی طرف مائل ہوگیا تو جب وہ قیامت کے دن آئے گا تو اس کے جسم کا ایک حصہ مفلوج ہوگا۔''

لہٰذا ثابت ہوا کہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنے والا اپنی بیویوں کے درمیان مکمل انصاف کرے اور عدل کا دامن تھامے رکھے اور اگر اُسے یہ خوف ہو کہ وہ ان کے درمیان انصاف نہ کرسکے گا تو اسے صرف ایک بیوی پر ہی اکتفا کرنا چاہیے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۚ وَإِن تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ ❸

''ایک کی طرف مائل ہو کر دوسری کو ادھر لٹکتی ہوئی نہ چھوڑو، اور اگر تم اصلاح کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بے شک اللہ بڑی مغفرت اور رحمت والا ہے۔''

بیویوں کے درمیان انصاف بنیادی شرط ہے، البتہ دل کا میلان انسان کے اختیار میں نہیں اور نہ ہی ان شاءاللہ تعالیٰ اس پر کوئی مواخذہ ہوگا۔

---

❶ ٤/ النساء: ٣۔

❷ نسائی، کتاب عشرہ النساء، باب میل الرجل الی بعض نسائه دون بعض: ٣٩٤٢۔

❸ ٤/ النساء: ١٢٩۔

ظہار

بیوی کو ماں اور بہن کی طرح حرام کہنا

سوال میرے خاوند نے مجھے کہا کہ ''تو میرے لیے ایسے حرام ہے جیسے میرے لیے میری ماں اور میری بہن حرام ہے۔'' میرے گھر والوں نے میرے خاوند سے کہا کہ تم تیس (۳۰) مساکین کو کھانا کھلاؤ۔ کیا یہ طلاق تصور ہوگی اور تیس (۳۰) مساکین کو کھانا کھلانے سے یہ ختم ہو جائے گی؟

جواب آپ کے خاوند نے جو بات آپ کو کہی وہ طلاق نہیں ہے بلکہ شریعت کی اصطلاح میں اسے ''ظہار'' کہتے ہیں کیونکہ اس نے آپ کو کہا کہ تو میری ماں اور بہن کی طرح میرے لیے حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بہت بُری اور غلط بات کہا ہے۔ آپ کے خاوند پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور آپ اُس کے لیے حلال نہیں ہیں حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ حکم کو پورا کرے، اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو آپ اُس کے لیے قطعاً حلال نہ ہوں گی اور نہ ہی آپ کے لیے جائز ہے کہ آپ اُس سے ازدواجی تعلقات قائم کریں۔

اللہ تعالیٰ نے ظہار کا کفارہ اپنے اس فرمان میں ذکر کیا ہے:

﴿ وَالَّذِينَ يُظٰهِرُونَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ ذٰلِكُمْ تُوعَظُونَ بِهٖ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَّتَمَآسَّا ۖ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ۚ ﴾ [1]

''جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کر لیں تو ان کے ذمہ آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ اس کے ذریعے تم نصیحت کیے جاتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال

---

[1] ۵۸/ المجادلة: ۳-۴۔

سے باخبر ہے۔ ہاں جو شخص نہ پائے اس کے ذمہ دو مہینوں کے لگا تار روزے ہیں اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جس شخص کو یہ طاقت بھی نہ ہو، اس پر ساٹھ مسکینوں کا کھانا کھلانا ہے۔''

آپ کے خاوند کے لیے قطعاً جائز نہیں ہے کہ وہ آپ سے ازدواجی تعلقات قائم کرے اور آپ سے فائدہ اٹھائے حتیٰ کہ وہ اللہ کا مقرر کردہ کفارہ ادا کرے۔

آپ کے گھر والوں کی یہ بات کہ وہ تیس (۳۰) مساکین کو کھانا کھلائے صحیح نہیں ہے۔ یہ آیت کریمہ جیسا کہ آپ دیکھ رہی ہیں کہ ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دے رہی ہے، اگر غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ ہو یا غلام میسر نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا ہے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پھر ساٹھ (۶۰) مساکین کو کھانا کھلانا ہے۔

غلام آزاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس شخص کو آزاد کروائے جو زندگی بھر کسی کا غلام ہے اور غلامی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔

دو ماہ کے روزے رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مسلسل دو ماہ روزے رکھے اور ان میں ایک دن بھی افطار نہ کرے مگر یہ کہ کوئی شرعی عذر لاحق ہو جائے مثلاً وہ بیمار ہو جائے یا سفر پر چلا جائے تو جتنے روزے اس نے رکھے ہوں گے ان کو شمار کرے گا اور جونہی وہ عذر ختم ہوگا دوبارہ روزے شروع کر دے گا اور اس طرح دو ماہ پورے کرے گا۔

ساٹھ (۶۰) مساکین کو کھانا کھلانے کی کیفیت یہ ہوگی کہ یا تو کھانا پکا کر ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو دعوت دے گا اور انہیں کھانا کھلا دے گا یا پھر جو کچھ اس کے ہاں کھایا جاتا ہے مثلاً چاول وغیرہ یعنی جس چیز کو لوگ بطور کھانا استعمال کرتے ہیں اس کو مساکین کے درمیان تقسیم کر دے گا۔ گندم کی مقدار ایک مُد (آدھا کلو سے کچھ کم) فی مسکین اور گندم کے علاوہ نصف صاع (تقریباً ایک کلوگرام) فی مسکین تقسیم ہوگا۔ یہ کفارہ بیوی کے پاس جانے سے پہلے پہلے ادا کرنا ہوگا۔ (واللہ اعلم) [محمد بن صالح العثیمین]

ظہار کا کفارہ کب دینا ہوگا؟

سوال میرے اور میری بیوی کے درمیان تنازع ہوا، میں نے اُسے کہا کہ ''تو میرے لیے

ایسے حرام ہے جیسے میری ماں اور بہن۔'' پھر مجھے ایک عالم دین کی تقریر سنتے ہوئے پتہ چلا کہ اسے ظہار کہتے ہیں اور اس کا کفارہ ساٹھ (٦٠) روزے ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ ابھی چند دن کے بعد رمضان المبارک شروع ہونے والا ہے اور رمضان کے روزے الحمدللہ میں ضرور رکھوں گا۔ تو کیا میں اپنی بیوی کے پاس جا سکتا ہوں اور رمضان المبارک گزر جانے کے بعد کفارہ کے روزے رکھ لوں؟

جواب جو شخص اپنی بیوی سے ظہار کرے تو اس پر واجب ہے کہ وہ بیوی کے پاس جانے سے پہلے ایک گردن آزاد کرے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اور اگر اس کی استطاعت بھی نہ ہو تو ساٹھ (٦٠) مساکین کو کھانا کھلا دے۔ ہر ایک مسکین کے لیے نصف صاع اُس چیز کا ہوگا جو اس کے ملک میں بطورِ غذا استعمال ہوتی ہے، مثلاً ہمارے ہاں کھجوریں اور چاول وغیرہ۔

لہٰذا آپ پر واجب ہے کہ آپ اپنی بیوی کے پاس جانے سے پہلے ظہار کا کفارہ ادا کریں، جب تک کفارہ ادا نہ ہو تو آپ کا اُس کے قریب جانا قطعاً جائز نہیں ہے۔ [ابن باز]

بیوی کو کہا ''تو میرے لیے حرام ہے''

سوال ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا ''تو میرے لیے حرام ہے یا پھر مردار کی طرح ہے'' کیا یہ طلاق ہوگی؟

جواب اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کہتا ہے کہ تو میرے لیے حرام ہے یا یہ کہتا ہے کہ ایسے حرام ہے جیسے مردار حرام، تو یہ طلاق نہ ہوگی۔ شریعت نے اسے ظہار کا نام دیا ہے۔ یہ واضح ظہار ہے اس کو طلاق نہیں کہا جا سکتا۔ (واللہ اعلم) [عبدالرحمان السعدی، فتاویٰ سعدیہ ص: ٥٢٧]

ساری زندگی تیرے پاس آنا حرام ہے

سوال اگر کوئی آدمی اپنی بیوی سے یہ کہتا ہے کہ ساری زندگی تیرے پاس آنا (ہم بستری کرنا) حرام ہے، تو کیا یہ طلاق ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟

جواب یہ طلاق نہیں ہے، اسے ظہار کہتے ہیں۔ ایسے آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس آنے سے پہلے ایک مؤمن غلام آزاد کرے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دو ماہ کے

مسلسل روزے رکھے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ (واللہ الموفق) [محمد بن ابراہیم آل شیخ]

''تو میری ماں کی طرح ہے'' کہہ کر ڈرانا

سوال ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا ''تو میرے لیے میری ماں کی طرح ہے، اور تو میرے لیے میری بہن کی طرح حرام ہے۔'' یہ بات جب اس نے کہی تو وہ شدید غصے میں تھا، اس کا مقصد اپنی بیوی کو محض ڈرانا دھمکانا تھا، اپنے اوپر حرام کرنا یا طلاق دینا نہ تھا۔ اس آدمی کو یہ بھی علم نہیں کہ اس طرح کے الفاظ کہنے کا انجام کیا ہے؟ اسے فقط یہ علم ہے کہ صرف طلاق دینے سے ہی عورت مرد کے لیے حرام ہوتی ہے۔

جواب سائل نے جو الفاظ نقل کیے ہیں یہ ظہار کے الفاظ ہیں۔ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو یہ کہتا ہے کہ تو میری ماں یا بہن کی طرح میرے لیے حرام ہے، تو اسے ظہار کہتے ہیں۔

لہٰذا سائل پر واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس جانے سے پہلے پہلے ظہار کا کفارہ ادا کرے۔ وہ یا تو ایک غلام آزاد کرے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اور اگر کسی مجبوری کی بناء پر روزے نہ رکھ سکتا ہو تو پھر ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

سائل نے لکھا ہے کہ اسے ان الفاظ کا انجام معلوم نہ تھا، تو ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی زبان کی حفاظت کرے اور ایسے الفاظ نہ نکالے کہ بعد میں اسے ندامت اٹھانا پڑے۔ اگر اس نے یہ الفاظ اپنی زبان سے ادا کیے ہیں تو پھر اللہ کا حکم پورا کرتے ہوئے اسے ظہار کا کفارہ ادا کرنا ہوگا، اور کفارہ میں ترتیب کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ یعنی سب سے پہلے غلام آزاد کرنا، اگر یہ ناممکن ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ (واللہ اعلم) [صالح بن فوزان]

نوٹ: ☆ میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ ہمارے ہاں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو اپنے تئیں انتہائی عقلمند اور چالاک ہیں اور دنیاوی علوم پر بھی خوب دسترس رکھتے ہیں۔ زبان بھی خوب چلتی ہے، کاروباری اونچ نیچ بھی خوب جانتے ہیں مگر شرعی تعلیمات سے ان کی عدم واقفیت دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ پڑھے لکھے جاہل، سچ مچ کے جاہلوں سے بھی بدتر اور بے کار ہیں۔ ان کو کچھ پتہ

نہیں کہ اسلام کیا ہے؟ اسلامی تعلیمات کن سنہری اصولوں کا نام ہے اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے فرامین اور رہنمائی کس کو کہتے ہیں؟

افسوس صد افسوس کہ ایسے دانشور دینی تعلیمات کو جاننے کی بھی زحمت گوارا نہیں کرتے ہیں۔ میں ایسے ہی ایک کردار سے قارئین کو آگاہ کرنا چاہوں گا۔

میں چند سال قبل اپنے ایک عزیز کی ملاقات کے لیے ان کے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ جب گلی کے موڑ پر پہنچا تو کونے والے گھر سے میاں بیوی کی لڑائی کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے ان کی آواز سننا پڑ رہی تھی۔ یہ رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ تھا اور صبح کے سات یا آٹھ بجے کا وقت تھا۔ ماہِ مقدس کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے دونوں میاں بیوی گالی گلوچ سے کام لے رہے تھے اور غلیظ زبان استعمال کر رہے تھے کہ خاوند نے طیش میں آکر اپنی بیوی کو مندرجہ ذیل الفاظ کی پوری گردان سنا ڈالی:

''توں میری ماں، توں میری بہن''

''میں تینوں ہتھ لانواں تے اپنی ماں نوں ہتھ لانواں''

مجھے بہت افسوس ہوا کہ اس نے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا ہے، رمضان المبارک کے روزے پورے کرنے کے بعد اسے مزید ساٹھ (۶۰) روزے مسلسل رکھنا ہوں گے یا پھر ساٹھ (۶۰) مساکین کو کھانا کھلانا ہوگا۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ اس آدمی کو گھر سے باہر بلا کر کچھ عرض کر دوں کہ تم کیسے عجیب آدمی ہو کہ نہ ہی تو رمضان المبارک کا کچھ احترام تمہارے دل میں ہے اور نہ ہی رشتوں ناتوں کی پاسداری کا کوئی خیال ہے؟ مگر اس وقت محاذ گرم تھا اور میاں بیوی ایک دوسرے کے خلاف انتہائی کامیابی سے مورچہ زن تھے، وہ تہذیب کی تمام حدیں پھلانگ کر ایک دوسرے پر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے، لہٰذا میں نے چلتے رہنے میں ہی عافیت سمجھی کہ یہاں رکنا تو اپنے روزے کو خراب کرنے کے مترادف ہوگا۔

میں نے اپنے عزیز سے سارا ماجرا بیان کر دیا اور اسے کہا کہ یہ لوگ آپ کے گھر کے قریب رہتے ہیں، آپ انہیں جا کر سمجھائیں کہ اس آدمی نے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا ہے، جس کی سزا یہ ہے کہ وہ ایک گردن یعنی غلام آزاد کرے جو کہ اب میسر نہیں، پھر اگلا مرحلہ یہ ہے کہ وہ

دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ساٹھ (۶۰) مساکین کو کھانا کھلائے اور یہ کفارہ اپنی بیوی کے پاس جانے سے پہلے پہلے ادا کرے۔

میرے عزیز نے میری طرف ہنس کر دیکھا اور کہنے لگا کہ" آپ کن روزوں کی بات کر رہے ہیں؟ یہ دونوں میاں بیوی تو ہر تیسرے دن آپس میں جھگڑا اور گالی گلوچ کرتے ہیں اور اس آدمی کا سب سے پہلا کلام یہ ہوتا ہے کہ "توں میری ماں، توں میری بہن" یہ تو کئی دفعہ ایسا کر چکا ہے۔" میں نے عرض کیا کہ کیا اس کو ظہار کے شرعی حکم کا علم ہے؟ تو میرے عزیز نے جواب دیا کہ اس کو کئی دفعہ بتایا گیا ہے مگر وہ کہتا ہے "میں نے کون سا دل سے کہا ہے؟ میں اوپر اوپر سے کہتا ہوں، بھلا اس طرح کہنے سے وہ کوئی میری ماں اور بہن تو نہیں بن جاتی کہ میرے لیے اس کے قریب جانا صحیح نہ ہو، آپ اپنا مسئلہ اپنے پاس رکھو، ہمارا رشتہ اتنا کچا نہیں ہے۔" مجھے شاعر کا یہ شعر یاد آیا:

نے صبر، خودداری، دلیری، حق پرستی اب کہاں
رکھ لیا اچھا سا اِک نام اور مسلماں ہو گئے

خُلع کا بیان

خُلع کی چند صورتیں

سوال کیا عورت اپنے خاوند سے خلع لے سکتی ہے؟ اگر چہ خاوند اس کی موافقت نہ کر رہا ہو اور کیا شریعت نے ایسے اسباب کی وضاحت کی ہے کہ جن کی بناء پر ایک عورت اپنے خاوند سے خلع طلب کر سکتی ہے؟

جواب عورت اپنے خاوند سے خلع لے سکتی ہے، اس کی چند صورتیں درج ذیل ہیں:

☆ جب عورت اپنے خاوند کے سلوک کو ناپسند کرے اور اس کی بد خلقی سے نالاں ہو، مثلاً وہ انتہائی سخت مزاج ہو، چھوٹی چھوٹی بات پر غصہ میں آ جاتا ہو یا اکثر غصہ میں رہتا ہو، ادنیٰ سی بات پر ٹوکتا اور جھڑکتا ہو اور ہلکی سی غلطی پر مارنے پر تل جاتا ہو۔

☆ اگر وہ خاوند کے کسی جسمانی عیب کو ناپسند کرتی ہو، مثلاً اس کے خاوند کے حواس میں نقص ہو جو اس کو بالکل پسند نہ ہو تو وہ خلع کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

☆ جب وہ بے دین اور واجبات میں سستی کرنے والا ہو، مثلاً نماز کا تارک ہو یا جماعت کے ساتھ نماز ادا نہ کرتا ہو، رمضان المبارک کے روزے نہ رکھتا ہو یا گناہوں کا ارتکاب کرنے والا ہو جیسا کہ زنا، چوری، نشہ، موسیقی اور گانے سننا وغیرہ۔

☆ خاوند اس کے حقوق غصب کرے، مثلاً اس کے نان ونفقہ، لباس اور دیگر ضروریات کا خیال نہ رکھے حالانکہ وہ مالی لحاظ سے مستحکم اور اس قابل ہو۔

☆ وہ ازدواجی حقوق ادا کرنے کے قابل نہ ہو یا پھر وہ اپنی بیوی میں دلچسپی نہ لیتا ہو یا کسی اور عورت کی طرف راغب ہو۔

☆ ایک سے زائد بیویوں کی صورت میں عدل وانصاف سے کام نہ لیتا ہو اور باری مقرر کرنے اور اس کے پاس رات ٹھہرنے سے گریزاں ہو۔ [عبداللہ بن جبرین]

کسی شرعی عذر کے بغیر طلاق طلب کرنے والی عورت کا حکم

سوال میری ایک خالہ انتہائی نیک سیرت ہے، ہم ظاہری طور پر اس کو دیندار تصور کرتے ہیں جبکہ اس کا باطن اللہ بہتر جانتا ہے۔ اسے ایک نوجوان نے نکاح کا پیغام بھیجا جو کہ ہمارا قریبی رشتہ دار ہے۔ میری خالہ نے بھی اس پیغام پر رضامندی ظاہر کر دی۔ پھر بعض مجبوریوں کی وجہ سے ان دونوں کی شادی نہ ہو سکی۔ اس نوجوان نے اس صورتحال کے پیش نظر میری خالہ کا خیال دل سے نکال دیا اور وہ ملازمت وغیرہ کی غرض سے کسی اور علاقہ میں منتقل ہو گیا۔ میری خالہ اس پر شرمندہ بھی ہوئی اور اس نے اس بات کو محسوس بھی کیا۔ کچھ مدت گزرنے کے بعد ایک اور نوجوان نے نکاح کا پیغام بھیجا جو بظاہر شریف النفس اور دیندار ہے جبکہ اس کے باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ یہ نوجوان پہلے سے شادی شدہ تھا اور پہلی بیوی سے اس کے تین بچے بھی ہیں۔ ان دونوں کی شادی ہو گئی۔ شادی ہوئے تقریباً 9 ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن میری خالہ اس شادی سے خوش نہیں اور نہ ہی اسے قبول کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ وہ کبھی کبھی اپنے خاوند سے طلاق لے کر کسی اور جگہ شادی کرنے کا پروگرام بناتی ہے۔ کیا اس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرے یا وہ ایسا کرنے سے گنہگار ہو گی؟ یاد رہے کہ وہ اس معاملہ میں اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرنا چاہتی۔

جواب میرا خیال یہ ہے کہ آپ اپنی خالہ کو اچھے طریقہ سے سمجھائیے کہ وہ بلا وجہ اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ نہ کرے۔ آپ اُسے صبر و تحمل سے کام لینے کی تلقین کریں اور یہ کہ وہ جلد بازی سے کام نہ لے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

> ''جس کسی عورت نے بغیر وجہ کے طلاق کا مطالبہ کیا اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔'' [1]

اگر اس کا خاوند دونوں بیویوں کے درمیان برابری کا سلوک کر رہا ہے، اسے نان ونفقہ بھی ادا کر رہا ہے اور اس کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی گزار رہا ہے اور آپ کی خالہ نے اپنے خاوند میں ایسی کوئی چیز بھی نہیں دیکھی جو اس کو واقعتاً پریشان کر دینے والی ہو یا برے

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الطلاق واللعان، باب ماجاء فی المختلعات: ۱۱۸۷۔

سلوک پر مبنی ہو تو وہ طلاق کے بارے میں کیوں سوچتی ہے؟ شادی کے وقت اسے علم بھی تھا کہ وہ پہلے سے شادی شدہ اور بچوں والا ہے تو اب کیا وجہ ہے کہ وہ طلاق کے بارے میں سوچنے لگی ہے؟ ہمارے خیال میں اس کا طلاق لینا صحیح فعل نہ ہوگا۔ الختصر ہم نے جو مناسب سمجھا، عرض کر دیا اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔ [عبداللہ جبرین]

بیوی کو خلع کا حق ہے

سوال زید اپنی زوجہ ہندہ کو نان ونفقہ نہیں دیتا، اور ہندہ کی درخواست پر طلاق بھی نہیں دیتا تو ایسی حالت میں کیا ہندہ اپنا نکاح کسی اور شخص سے کر سکتی ہے؟ اگر کر سکتی ہے تو اس کی میعادِ شرعی کیا ہے یعنی کتنے عرصہ تک خاوند اپنی زوجہ کو کھانا کپڑا نہ دے تو وہ عورت دوسرا نکاح کر لینے کی مختار ہو سکتی ہے؟

جواب جب شوہر عورت کو نہ نان ونفقہ دیتا ہے اور نہ طلاق بلکہ مجبور اور تنگ کر کے اس کی زندگی کو خراب کرتا ہے، تو مناسب ہے کہ عورت سے مشقت اور زحمت کو دور کیا جائے اور کسی مرد دیندار، خدا ترس سے نکاح کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ﴾ [1]

"ان کو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔"

علامہ سیوطی تفسیر اکلیل میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"اچھی طرح رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ امام شافعی نے اس سے استدلال کیا ہے کہ جو خرچ سے تنگ ہو اس کی بیوی کو اختیار دیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دو ہی چیزیں بتائی ہیں، تیسری کوئی صورت ہی نہیں کہ یا اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔ اور چونکہ یہ اچھی طرح رکھنا نہیں ہے لہٰذا فراق کی صورت ہی باقی رہ گئی ہے۔" .... فتاویٰ نذیریہ

خاوند کی عدم موجودگی میں قاضی کا نکاح فسخ کرنا

سوال اگر کوئی عورت اپنے نکاح کو ختم کروانے کے لیے عدالت میں دعویٰ دائر کرتی ہے

[1] ۲/ البقرۃ: ۲۳۱۔

اور قاضی (جج) اس کے خاوند کو عدالت میں طلب کرتا ہے مگر وہ حاضر نہیں ہوتا تو کیا قاضی اس کی غیر حاضری میں نکاح فسخ (ختم) کرسکتا ہے؟

جواب ہاں قاضی کے لیے جائز ہے کہ وہ خاوند کی غیر موجودگی میں نکاح فسخ قرار دے دے، کیونکہ جب وہ تمام حالات وواقعات پر غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ نکاح کو ختم کرنا ہی بہتر ہے اور میاں بیوی کا اکٹھے رہنا نقصان دہ اور باعث ضرر ہے تو شریعت نے اس کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ نکاح کو فسخ کردے۔

اگر اس (قاضی) کے طلب کرنے پر خاوند عدالت میں حاضر نہیں ہوتا اور کئی نوٹس ملنے پر بھی عدالت میں اپنی حاضری یقینی نہیں بناتا تو قاضی کو اختیار حاصل ہے کہ وہ یکطرفہ کارروائی کرتے ہوئے اس نکاح کو ختم کردے، کیونکہ ایسی عورت کو اس کے خاوند کے عقد میں باقی رکھنا ہر لحاظ سے نقصان دہ ہے۔ (واللہ اعلم) [ابراہیم الخضری]

خلع والی عورت کی عدت ایک مہینہ ہے

سوال جو عورت اپنے شوہر سے خُلع لے، اُس عورت کی عدت کتنی ہے؟ کیا عام عورتوں کی طرح وہ نکاح ختم ہونے کے بعد تین حیض یا وضعِ حمل کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے؟ دلیل اور تحقیق سے جواب دیں، جزاکم اللہ خیراً۔

جواب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

> ”حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی ((قولِ مشہور میں حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا)) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنے شوہر سے خلع لیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ ایک حیض کی عدت گزاریں۔“ [1]

اس حدیث کی سند حسن لذاتہ ہے اور اسے امام عبدالرزاق کا مرسلاً بیان کرنا علتِ قادحہ (وجہِ ضعف) نہیں بلکہ زیادتِ ثقہ کی مقبولیت کے اُصول سے یہ روایت مرسلاً اور متصلاً دونوں طرح صحیح ہے۔

---

[1] سنن الترمذی (۱۱۸۵م، وقال ((حسن غریب))، سنن ابی داود (۲۲۲۹) اور المستدرک للحاکم (۲۰۶/۲ ح:۲۸۲۵ و صححه الحاکم ووافقه الذهبی فی تلخیصه۔

سنن الدارقطنی (ج:۳ص:۲۵۵ ح:۳۵۸۹) میں صحیح سند کے ساتھ ہشام بن یوسف کی بیان کردہ اس روایت میں ((فجعل النبی عدتها حيضة و نصفا)) کے الفاظ آئے یعنی نبی کریم ﷺ نے اس کی عدت ڈیڑھ حیض مقرر فرمائی۔ اس کی سند بھی حسن لذاتہ ہے اور اس سے ثابت ہوا کہ خلع لینے والی عورت کی عدت ایک مہینہ ہے۔

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا نے (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں) خلع لیا پھر انہوں نے سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عدت کے بارے میں پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> ''تم پر کوئی عدت نہیں ہے مگر یہ کہ وہ (شوہر) تمہارے پاس تھا اور تم نے تازہ تازہ خلع لیا ہے تو ایک حیض عدت گزارے گی۔'' سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں اس مسئلہ میں رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کی اتباع کرتا ہوں جو آپ ﷺ نے مریم المغالیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا تھا۔'' [1]

مریم المغالیہ رضی اللہ عنہا سے مراد حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی وہ بیوی ہے، جس نے اُن سے خلع لیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں ایک حیض کی عدت گزارنے کا حکم دیا تھا۔ [2]

عین ممکن ہے کہ مریم المغالیہ رضی اللہ عنہا سے مراد حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی اور ہو۔ (واللہ اعلم)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

> ''ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر سے خلع لیا پھر اُس کا چچا سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا ''وہ ایک حیض عدت گزارے گی۔'' سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما پہلے یہ فتویٰ دیتے تھے کہ وہ تین حیض عدت گزارے گی، جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ فتویٰ دیا تو پھر وہ اسی کے مطابق فتویٰ دیتے تھے اور فرماتے تھے ''وہ ہم میں سب سے بہتر ہیں اور سب سے زیادہ علم والے

---

[1] سنن النسائی، ج:٦، ص:١٨٦-١٨٧، ح:٣٥٢٨، وسنده حسن واللفظ له، سنن ابن ماجه (٢٠٥٨)، و قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری ٩/ ٣٩٩ تحت ح:٥٢٧٣ ((واسناده جيد))۔

[2] دیکھئے الاصابہ ج:١، ص:١٧٦٦۔

ہیں۔" ❶

اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے سابقہ فتوے سے رجوع کر لیا تھا۔

امام نافع مولیٰ ابن عمر سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

"خلع والی عورت کی عدت ایک حیض ہے۔" ❷

اس مسئلہ میں حنفی علما کہتے ہیں کہ خلع والی عورت مطلقہ کی طرح تین مہینے یا وضع حمل کی عدت گزارے گی لیکن درج بالا حدیث، خلیفۂ راشد کے فیصلے اور صحابیِ رسول ﷺ کے فتوے کی وجہ سے راجح یہی ہے کہ وہ ایک مہینہ عدت گزارنے کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

[حافظ زبیر علی زئی]

کیا خلع کے بعد عورت سابقہ شوہر سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے؟

سوال کیا خلع کے بعد عورت اپنے اُس شوہر سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے، جس سے خلع لیا ہے؟

جواب خلع لینے والی عورت اپنے سابقہ شوہر سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے۔ امام شافعی نے فرمایا:

أخبرنا سفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار عن طاؤس عن ابن عباس رضي الله عنهما في رجل طلق امرأته تطليقتين ثم اختلعت منه بعد فقال يتزوجها ان شاء...... ❸

"ایک آدمی نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں دیں پھر اس کے بعد اس عورت نے اپنے شوہر سے خلع لے لیا تو اس کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "اگر وہ چاہے تو اس سے (دوبارہ) نکاح کر سکتی ہے......"

اس اثر کی سند صحیح ہے، اگر سفیان بن عیینہ سے امام شافعی نے روایت کی ہو تو یہ روایت

---

❶ مصنف ابن ابی شیبہ ج:٥، ص:١١٤، ح:١٨٤٥٦، ((وسندہ صحیح))۔

❷ مصنف ابن ابی شیبہ، ج:٥، ص:١١٤، ح:١٨٤٥٥، ((و سندہ صحیح))۔

❸ کتاب الام، ج:٥، ص:١١٤۔

سماع پر محمول ہوتی ہے۔ ❶

اس اثر سے معلوم ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما خلع کو فسخ سمجھتے تھے لہٰذا وہ اس کے بعد دونوں کے درمیان دوبارہ نکاح کو جائز سمجھتے تھے، یعنی ((طلقها تطليقة)) کی رو سے اگر شوہر ایک طلاق دے بھی دے تو پھر بھی فسخ ہے۔

ثقہ تابعی میمون بن مہران نے فرمایا:

((يتزوجها ويسمى لها مهرا جديدا)) ❷

''وہ اگر چاہے تو نکاح کرے گا اور نیا حق مہر باندھے گا۔''

امام ابن شہاب الزہری نے فرمایا:

''اس نے (اگر) جو رقم اس عورت سے لی ہے تو اس سے کم حق مہر کے ساتھ اس سے نکاح نہ کرے۔'' [حافظ زبیر علی زئی] ❸

مہر کی رقم سے زیادہ ادائیگی پر خلع

سوال مرد نے جس قدر مہر دیا ہو کیا اس سے زیادہ رقم ادا کر کے عورت خلع لے سکتی ہے؟

جواب خاوند نے جو مہر دیا ہے اگر عورت اس سے زیادہ رقم ادا کرنے کی پیشکش کر کے خلع کا مطالبہ کرتی ہے تو خاوند کو چاہیے کہ زائد رقم وصول نہ کرے، اگر اس نے ایسا کیا تو اس نے مکروہ کام کا ارتکاب کیا، مگر خلع صحیح ہوگا کیونکہ ان دونوں کی رضامندی سے خلع کا عمل وقوع پذیر ہوا ہے۔ اکثر علما کا یہی خیال ہے اور یہ مؤقف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ عکرمہ، مجاہد، نخعی، مالک، شافعی رحمۃ اللہ علیہم اور اصحابِ رائے کا بھی یہی خیال ہے۔ (واللہ اعلم) [محمد بن ابراہیم آل شیخ]

بے دین شوہر سے خلع

سوال اگر خاوند بے دین اور اللہ کی قائم کردہ حدود کو پامال کرنے والا ہو تو کیا اس سے خلع لینا صحیح ہے؟ جبکہ مجھے بعض عورتوں نے کہا کہ ایسے خاوند سے خلع لینا واجب ہے۔

---

❶ دیکھیے النکت للزرکشی، ص: ۱۸۹، اور الفتح المبين فی تحقيق طبقات المدلسين، ص: ۴۲۔ ❷ مصنف ابن ابی شیبہ ۵/ ۱۲۲، ح: ۱۸۵۰۴، ((وسنده صحيح))۔

❸ مصنف ابن ابی شیبہ ۱۲۲/۵، ح: ۱۸۵۰۳، ((وسنده صحيح))۔

جواب: اگر خاوند بے دین ہے، مثلاً وہ پاکباز نہیں ہے، نماز نہیں پڑھتا، روزہ نہیں رکھتا یا بدعات وخرافات پر عمل پیرا ہے تو ایسے خاوند سے الگ ہو جانا ہی بہتر ہے کیونکہ اس کے ساتھ رہنا صحیح نہیں ہے۔ اور اگر وہ بعض گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے یا اس سے بعض صغیرہ گناہ سرزد ہوتے ہیں یعنی وہ عادی مجرم نہیں ہے تو عورت کو خلع نہیں لینا چاہیے۔ (واللہ اعلم)

[فتاویٰ سعدیہ، ص: ٥٠٦]

مال کے بدلے خلع

سوال: اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے بعض مال کے بدلے خلع کرتا ہے۔ یہ بات طے کر لینے کے بعد اور مال قبضہ میں لینے سے پہلے وہ رجوع کا ارادہ رکھتا ہے۔ کیا اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر اس نے عملی طور پر اپنی بیوی کو خلع دے دیا اور دونوں کے درمیان خلع جاری ہو گیا، اب فقط اس نے مال حاصل کرنا ہے تو اسے رجوع کا کوئی اختیار نہیں ہے، اگرچہ ابھی اس نے مال قبضہ میں نہیں لیا ہے، لیکن اگر ابھی خلع عملاً واقع نہیں ہوا اور معاملہ بات چیت کی حد تک تھا کہ اگر اتنا مال ہو گا تو خلع دے دیا جائے گا اور خاوند نے وعدہ کیا تھا کہ عنقریب وہ خلع دے دے گا اور ابھی تک نکاح فسخ نہیں ہوا تو اس کو رجوع کا اختیار ہے۔

اگر اس نے یہ کہا کہ "جاؤ میں نے تم کو خلع دیا تو مجھے اتنا مال دے دینا" تو صحیح بات یہ ہے کہ اس سے نکاح فسخ ہو چکا ہے اور اس کو رجوع کا اختیار باقی نہیں ہے۔

بعض علما کے نزدیک اس صورتحال میں جب تک وہ مال قبضہ میں نہ لے لے تو اسے رجوع کا اختیار ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ایسی صورتحال میں اگر وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو نکاح کی تجدید کر لیں تاکہ اختلاف اور شک سے بچا جا سکے۔ (واللہ اعلم)

[فتاویٰ سعدیہ، ص: ٥٠٦]

خلع لینے کی شرعی حیثیت

سوال: اپنے شوہر کے بعض غیر شرعی افعال اور غیر اخلاقی حرکات کے باعث میں اپنے شوہر کے پاس نہیں رہنا چاہتی، کیا شرعی طور پر خلع لینا میرا حق ہے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں

اس کی وضاحت فرمائیں۔

جواب عورت اور مرد کا آپس میں ازدواجی تعلقات میں منسلک ہونے کے بعد گھر کو آباد کرنا ہی اللہ کے ہاں پسندیدہ ہے۔ شوہر اور بیوی کے تعلقات کو مؤدت ورحمت سے تعبیر کیا گیا ہے، لیکن بعض اوقات شیطان اس تعلق اور رشتہ کو بگاڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ مرد وزن میں چپلقش شروع ہو جاتی ہے اور معاملہ اس حد تک بگڑ جاتا ہے کہ اصلاح کا پہلو مفقود ہو جاتا ہے اور معاملہ طلاق تک پہنچ جاتا ہے تو حالات سے تنگ آ کر مرد طلاق دے دیتا ہے، یا عورت خلع کا مطالبہ کر دیتی ہے۔ بلا وجہ طلاق کا مطالبہ کرنا شرعاً درست نہیں ہے، جیسا کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أيما امرأة سألت زوجها طلاقا في غير ما بأس فحرام عليها رائحة الجنة)) [1]

''جو عورت اپنے شوہر سے بلا وجہ طلاق کا مطالبہ کرتی ہے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔''

یہ صحیح حدیث واضح کرتی ہے کہ عورت کو بلا وجہ خلع کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ بلا وجہ طلاق کا مطالبہ کرنے پر جنت میں داخلہ حرام ہو جاتا ہے، البتہ اگر معقول وجہ ہو جس کی بناء پر عورت اپنے شوہر کے ساتھ رہ کر اپنی خانگی زندگی نہیں گزار سکتی تو اسے خلع کا حق حاصل ہے۔

حضرت حبیبہ بنت سہل انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

''وہ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز کے لیے گھر سے نکلے تو حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا کو اندھیرے میں اپنے دروازے پر پایا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے دریافت فرمایا ''یہ کون ہے؟'' کہنے لگی ''میں حبیبہ بنت سہل ہوں۔'' آپ ﷺ نے پوچھا ''تمہارا کیا معاملہ ہے؟'' کہنے لگی ''میں اور ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اکٹھے نہیں رہ سکتے۔'' جب

---

[1] أبو داود، كتاب الطلاق، باب في الخلع (٢٢٢٦)، ابن ماجه، أبواب الطلاق، باب كراهية الخلع للمرأة (٢٠٥٥)۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "یہ حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا ہے، اس نے جو اللہ نے چاہا ذکر کر دیا ہے۔" وہ کہنے لگیں "یا رسول اللہ ﷺ! جو کچھ اس نے مجھے دیا ہے وہ سارا میرے پاس ہے۔" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ثابت! اس سے یہ مال لے لو (اور طلاق دے دو)۔" تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے اس سے مال لے لیا اور وہ اپنے گھر میں بیٹھ رہی۔" [1]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ان امرأة ثابت بن قيس اتت النبي ﷺ فقالت يا رسول الله ﷺ! ثابت بن قيس ما أعتب عليه في خلق ولا دين ولكني أكره الكفر في الإسلام فقال رسول الله ﷺ أتردين عليه حديقته؟ قالت نعم! قال رسول الله ﷺ اقبل الحديقة وطلقها تطليقة۔ [2]

"حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی "یا رسول اللہ ﷺ! میں ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ پر اس کے اخلاق اور دین میں کوئی عیب نہیں لگاتی، لیکن میں اسلام میں کفر (ناشکری وغیرہ) کو ناپسند کرتی ہوں۔" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کیا تم ثابت رضی اللہ عنہ کو اس کا باغ واپس کرتی ہو؟" اُس نے کہا "ہاں!" تو رسول اللہ ﷺ نے ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا "باغ قبول کر لے اور اسے طلاق دے دے۔"

صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر عورت اپنے شوہر کے پاس نہ رہنا چاہے اور اس کی معقول وجہ ہو تو اسے خلع کا حق حاصل ہے۔ لہٰذا سائلہ اگر معقول شرعی عذر کی بنا پر اپنے شوہر کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتی تو اسے حق خلع حاصل ہے، وہ ثالثی عدالت، پنچائت یا قانونی چارہ جوئی کے ذریعے خلع حاصل کر سکتی ہے۔ [ابوالحسن مبشر احمد ربانی]

---

[1] ابوداود، كتاب الطلاق، باب في الخلع (٢٢٢٧)، مسند أحمد (٦/ ٤٣٣، ٤٣٤، ح: ٢٧٤٤٤)، نسائي (٦/ ١٦٩)، نسائي كبرىٰ (٥٦٥٦)۔ [2] بخاري، كتاب الطلاق، باب الخلع و كيف الطلاق فيه (٥٢٧٣)، المنتقى لابن الجارود (٧٥٠)۔

بذریعہ عدالت خلع کی شرعی حیثیت

سوال میری بھتیجی کا نکاح امریکہ میں مقیم ایک نوجوان سے ہوا، مگر امریکہ میں لڑکی سے اچھا سلوک نہ کیا گیا اور تقریباً پانچ ماہ بعد بذریعہ پولیس لڑکی واپس پاکستان آگئی۔ میاں بیوی کے گھریلو حالات اس حد تک بگڑ گئے کہ صلح کی کوشش کامیاب نہ ہو سکی، لہٰذا عدالت میں خلع کی درخواست دی گئی۔ چنانچہ عدالت نے لڑکی کے حق میں فیصلہ دے دیا اور نکاح کو فسخ قرار دے دیا۔ آپ سے سوال یہ ہے کہ اس ڈگری کے جاری ہونے کے بعد آگے لڑکی کے نکاح کا شرعی طریقۂ کار کیا ہے؟

جواب کتاب وسنت کی نصوص صحیحہ وصریحہ کی رو سے خلع فسخ نکاح شمار ہوتا ہے اور عورت ایک ماہواری کی عدت گزارنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کروانے کی مجاز ٹھہرتی ہے، کیونکہ خلع طلاق نہیں بلکہ فسخ نکاح ہے اور اس کی عدت ایک حیض ہے۔ سیدنا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص نے سوال کیا:

رجل طلق امرأته تطليقتين ثم اختلعت منه أيتزوجها؟ قال نعم ليس الخلع بطلاق ذكر الله الطلاق في اول الاية وآخرها والخلع فيما بين ذلك فليس الخلع بشيئ ثم قرأ ﴿**الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان**﴾ ثم قرأ ﴿**فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره**﴾ [1]

”ایک شخص نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے دیں، پھر عورت نے اس سے خلع لے لیا، تو کیا اب وہ اس عورت سے شادی کر سکتا ہے؟“ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ”ہاں! خلع طلاق نہیں، اللہ نے آیت کے شروع اور آخر میں طلاق کا ذکر کیا ہے اور خلع اس کے درمیان ہے، لہٰذا خلع کوئی چیز نہیں۔“ پھر انہوں نے آیت تلاوت کی ”طلاق (رجعی) دو بار ہے، پھر اچھے طریقے سے روک لینا ہے، یا شائستگی سے چھوڑ دینا ہے۔“ پھر انہوں نے پڑھا ”اور اگر

---

[1] تفسیر ابن کثیر بتحقیق عبد الرزاق مهدی (۱/۵۵۳)۔

تیسری طلاق دے دے تو اس کے بعد عورت اس کے لیے حلال نہیں، یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرے۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کا مطلب یہ ہے کہ طلاق والی آیت کریمہ کے شروع میں اللہ نے دو طلاقوں کا ذکر کیا ہے، پھر آگے تیسری طلاق کا ذکر ہے اور خلع ان کے درمیان میں بیان کیا ہے، اگر خلع کو طلاق شمار کیا جائے تو تین کی بجائے چار طلاقیں بن جاتی ہیں، جس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ خلع طلاق نہیں، بلکہ فسخ نکاح ہے اور اگر کوئی آدمی اپنی منکوحہ کو دو طلاقیں دے چکا ہے، پھر اس کے بعد عورت خلع کی ڈگری حاصل کر لیتی ہے تو اس کے بعد ان کا نکاح آپس میں ہو سکتا ہے، کیونکہ خلع کو تیسری طلاق شمار نہیں کیا جائے گا، اسے فسخ نکاح قرار دیا جائے گا۔ امام ابن کثیر اس کے بعد فرماتے ہیں:

هذا الذی ذهب اليه ابن عباس رضی اللہ عنہما أن الخلع ليس بطلاق وانما هو فسخ هو رواية عن امير المؤمنين عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وابن عمر رضی اللہ عنہما وهو قول طاوس و عكرمة و به يقول احمد ابن حنبل و اسحاق بن راهويه و أبو ثور و داوٗد بن علی الظاهری وهو مذهب الشافعی فی القديم وهو ظاهر الآية الكريمة۔ ❶

”یہ وہ بات ہے جس کی طرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما گئے ہیں کہ خلع طلاق نہیں، فسخ نکاح ہے اور یہی روایت امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے۔ امام طاؤس اور عکرمہ کا بھی یہی قول ہے اور یہی بات امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ، امام ابوثور اور امام داؤد ظاہری کہتے ہیں۔ امام شافعی کا قدیم مذہب یہی ہے اور یہی بات آیت کریمہ سے ظاہر ہوتی ہے۔“

بعض ائمہ کے نزدیک خلع طلاق بائن ہے، لیکن اس کی کوئی پختہ دلیل نہیں ہے۔ قرآنی آیت کے ظاہر سے یہی معنی متبادر ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ خلع والی عورت کی عدت ایک

---

❶ ابن کثیر (۱/ ۵۵۳)۔

حیض ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث ہے:

((ان امرأة ثابت بن قيس اختلعت منه فجعل النبي عدتها حيضة)) ❶

''بلاشبہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ان سے خلع لیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی عدت ایک حیض قرار دی ہے۔''

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هذا اول شيء علی ان الخلع فسخ و ليس بطلاق لأن الله تعالی قال ﴿والمطلقت يتربصن بانفسهن ثلثة قروء﴾ فلو كانت هذه مطلقة لم يقتصر لها علی قرء واحد۔ ❷

''یہ سب سے بڑی دلیل ہے اس پر کہ خلع فسخ نکاح ہے، طلاق نہیں، اس لیے کہ اللہ نے فرمایا: ''طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔'' اگر خلع لینے والی عورت مطلقہ شمار ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے عدت ایک حیض مقرر نہ کرتے۔''

مذکورہ روایت کو بعض راویوں نے مرسل بھی بیان کیا ہے لیکن جب کوئی روایت ایک طریق سے مرسل اور دوسرے طریق سے موصول مروی ہو تو روایت موصول ہی سمجھی جاتی ہے اور یہ کوئی علت قادحہ نہیں ہوتی، جیسا کہ اصولِ حدیث کی کتب میں واضح ہے۔

امام ترمذی اس مسئلہ میں اہل علم صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف نقل کرنے کے ساتھ امام اسحاق بن راہویہ کے قول کہ ''خلع یافتہ عورت کی عدت ایک حیض ہے'' کے بارے لکھتے ہیں:

وان ذهب ذاهب الی هذا فهو مذهب قوی۔ ❸

''اگر کوئی شخص اس پر عمل کرے تو یہ مذہب قوی ہے۔''

---

❶ أبوداود، كتاب الطلاق، باب في الخلع (٢٢٢٩)، ترمذي، كتاب الطلاق، باب ما جاء في الخلع (١١٨٥)، المستدرك على الصحيحين (٢/ ٢٠٦، ح:٢٨٢٥)، اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح کہا اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

❷ معالم السنن (٣/ ٢٥٦)، تحفة الأحوذي (٤/ ٤٠٧)۔

❸ ترمذي مع تحفه (٤/ ٤٠٨)۔

ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أنها اختلعت على عهد رسول الله فأمرها النبي أو امرت ان تعتد بحيضة۔ ❶

''انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اپنے شوہر سے خلع لیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا، یا انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ایک حیض تک عدت گزارے۔''

یہ حدیث بھی صحیح ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں:

حديث الربيع بنت معوذ الصحيح انها امرت ان تعتد بحيضة۔

''ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کی حدیث کہ انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ایک حیض عدت گزارے، صحیح ہے۔''

مذکورہ بالا دلائل صحیحہ وصریحہ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ جس عورت نے اپنے شوہر سے خلع لے لیا ہو اس کی عدت تین نہیں، ایک حیض ہے اور وہ ایک حیض عدت گزارنے کے بعد اگر کسی دوسرے آدمی سے شادی کرنے کی خواہش مند ہو تو کروا سکتی ہے، اس میں شرعی طور پر کوئی قباحت نہیں ہے۔ دلائل کی رُو سے یہی مؤقف قوی اور درست ہے۔ جو لوگ خلع کو طلاق شمار کرتے ہیں ان کے نزدیک تین حیض عدت گزار کر اس کا عقد ثانی ہو سکتا ہے، مگر ان کے پاس کوئی واضح اور پختہ دلیل نہیں ہے۔ [ابو الحسن مبشر احمد ربانی]

مہر کی رقم سے زیادہ پر خلع

سوال ہندہ زید سے خلع لینا چاہتی ہے مگر وہ مہر سے زیادہ رقم لے کر خلع دینے پر رضا مند ہوتا ہے۔ کیا ایسا کرنا مرد کے لیے جائز ہے؟

جواب مہر مقررہ سے زیادہ پر خلع کرنا جمہور علما کے نزدیک جائز ہے، نیل الاوطار صفحہ نمبر ۱۷۸ جلد ٦ میں ہے **((وذهب الجمهور الى انه يجوز للرجل ان يخالع المرأة باكثر مما اعطاها قال مالك لم ار احد ممن يقتدى به يمنع ذلك لكنه ليس من مكارم الاخلاق))**

❶ ترمذی، کتاب الطلاق واللعان، باب ما جاء فی الخلع (۱۱۸۵)، ابن ماجه (۲۰۵۸)، سنن النسائی (۳۵۲۸)۔

''جمہور کا مذہب یہ ہے کہ آدمی اپنی عورت سے خلع کرنے کے لیے حق مہر سے زیادہ مال کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ مجھے اس کا ایک آدمی بھی مخالف معلوم نہیں ہوتا، لیکن یہ شریفانہ اخلاق کے برخلاف ہے۔''

اور خلع کا اختیار شوہر کو ہے اور بیوی کی رضامندی بھی شرط ہے، اس واسطے کہ خلع کے معنی یہ ہیں کہ عورت کچھ مال شوہر کو دے کر اس کی زوجیت سے اپنے آپ کو رہا کروا لے۔ پس جب تک شوہر خلع نہ کرے گا، خلع جائز نہ ہوگا۔ اسی طرح عورت مال دینے پر راضی نہ ہو، تو بھی خلع نہیں ہو سکتا۔ اور خلع کے وقت میاں بیوی کا ایک جگہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب) [سید محمد نذیر حسین دہلوی]

مال کے بدلے خلع لینا

سوال کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح ایک شخص کے نابالغ لڑکے سے کر دیا۔ جب وہ دونوں بالغ ہو گئے تو لڑکے کی عادات بدچلنی، بداطواری، چوری اور نشہ پینے کی ایسی ہو گئیں کہ اپنی زوجہ کی خبر گیری اور اس کے حقوق کے ادا کرنے سے بالکل کنارہ کش ہو گیا اور زیور متعینہ مہر کا اس کی طرف سے دختر کو ملا تھا وہ اور جو باپ کے گھر کا تھا، سب فروخت کر کے نشہ پینے میں اُڑا دیا۔ نان ونفقہ بالکل نہیں دیتا اور نہ کبھی اپنی زوجہ کو اپنے گھر لے جاتا ہے۔ نماز، روزہ ارکانِ اسلام سے بالکل ناواقف ہندوؤں کی صحبت میں رہتا ہے اور اکثر اوقات انھی کے ہاں کھاتا پیتا ہے۔ میری دختر بھی اس سے ناراض ہے، اس کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتی اور وہ اس کو طلاق بھی نہیں دیتا ہے۔ جب طلاق کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو اور روپیہ طلب کرتا ہے کیونکہ نشہ پینے کے لیے کسی اور جگہ سے روپیہ مل نہیں سکتا۔ صرف نشہ کے لیے روپیہ لیتا ہے حالانکہ زرِ مہر جو اس نے دیا تھا۔ وہ سب اپنے تصرف میں لا چکا ہے۔ اس لیے اب اس صورت میں شرعاً اس کا نکاح فسخ ہو کر دوسرے شخص سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب صورت مسئولہ میں شوہر جو روپیہ طلاق دینے پر طلب کرتا ہے، اگر زوجہ اس کے ادا کرنے پر قادر ہے، تو بہتر ہے کہ خلع کروا دیا جائے، اور یہ حنفیہ اور غیر حنفیہ سب کے نزدیک

جائز ہے۔ضرورت کے وقت میں جواز کے اندر کیا کلام ہے۔اللہ کا فرمان ہے:

﴿ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۗ ﴾ ❶

''اگر تمہیں خوف ہو کہ مرد عورت دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، تو ان پر گناہ نہیں کہ عورت کچھ فدیہ دے دے۔''

اور اگر زوجہ اس روپے کے دینے پر قادر نہیں ہے اور خاوند نہ طلاق دیتا ہے اور نہ حقوق زوجیت، نان ونفقہ وغیرہ ادا کرتا ہے اور بیوی ایسی تکلیف دہ صورت کو برداشت کرنے سے عاجز ہے، تو اس صورت میں فسخِ نکاح جائز ہوگا اور مسماۃ کو کسی دوسرے سے نکاح کر لینا درست ہوگا کیونکہ شرع میں حرج مدفوع (ختم کرنا) ہے۔اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۚ ﴾ ❷

''اللہ نے تمہارے لیے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔''

اور حدیث میں فرمایا ہے:

((لا ضرر ولا ضرار۔ ووقع في رواية في الرجل لا يجد ما ينفق على امرأته قال (اى النبى ﷺ) يفرق بينهما)) ❸

''اور ایک روایت میں ہے کہ وہ آدمی جو اپنی عورت کو خرچ نہ دے سکے، رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا کہ ان میں جدائی کروادی جائے۔''

[ملخص فتاویٰ سید نذیر حسین دہلوی]

---

❶ ۲/ البقرۃ: ۲۲۹۔ ❷ ۲۲/ الحج: ۷۸۔

❸ ابن ماجه، كتاب الأحكام، باب من بنى فى حقه ما يضر بجاره: ۲۳۶۲۔

رضاعت

رضاعت کب ثابت ہوتی ہے؟

سوال میری شادی گھر والوں نے ایک ایسے آدمی کے ساتھ طے کی ہے جس کو بچپن میں میری والدہ نے دودھ پلانے کی کوشش کی تھی، لیکن اس نے میری ماں کا دودھ نہیں پیا، یا ممکن ہے کہ ایک آدھ گھونٹ اس کے منہ میں چلا گیا ہو۔ ہمیں بتایا جائے کہ کیا اس کے ساتھ یہ نکاح صحیح ہے؟ اور دودھ کی کتنی مقدار پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے؟

جواب اللہ نے قرآن حکیم میں حرام رشتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَأُمَّهَٰتُكُمُ ٱلَّٰتِيٓ أَرۡضَعۡنَكُمۡ وَأَخَوَٰتُكُم مِّنَ ٱلرَّضَٰعَةِ﴾ [1]

''اور تمہارے اوپر حرام کی گئیں تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری دودھ شریک بہنیں۔''

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے مطلق طور پر رضاعی ماں کی حرمت کا ذکر کیا ہے، جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی مکمل تفصیل بیان کی ہے کہ دودھ کی کتنی مقدار ہے جس کے پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے؟ کئی ایک احادیث صحیحہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شیر خوارگی کی صورت میں بچے کو اتنا دودھ پلایا جائے جو اس کے بدن کی غذا بن جائے اور اس کی بھوک دور ہو جائے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''نبی کریم ﷺ میرے پاس آئے اور میرے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا، پس آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا، گویا کہ آپ ﷺ نے اسے ناپسند کیا۔ میں نے کہا کہ: ''یہ میرا رضاعی بھائی ہے۔'' تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو تمہارے بھائی ہوں انہیں اچھی طرح دیکھ بھال لو، رضاعت تو صرف بھوک سے ثابت

---

[1] ٤/ النساء: ٢٣۔

ہوگی۔'' ❶

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''رضاعت میں سے حرمت صرف اس سے ثابت ہوگی جو آنتوں کو پھاڑ دے (یعنی اتنا دودھ پئے جس سے آنتیں بھر کر ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں) اور یہ دودھ پلانا دودھ چھڑائی کی مدت سے پہلے ہو۔'' ❷

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس پر اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ میں سے اکثر اہل علم کا عمل ہے۔ بلاشبہ رضاعت حرام نہیں کرتی مگر جو دو سال کے اندر ہو اور جو مکمل دو سال کے بعد ہو وہ تو کچھ بھی حرام نہیں کرتی۔''

اس کا ایک شاہد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حرمت رضاعت صرف اس سے ہے جو آنتوں کو پھاڑ دے۔'' ❸

مذکورہ بالا احادیث سے واضح ہو گیا کہ دودھ پلائی کی مدت، جو مکمل دو سال ہے، اس کے اندر جب کوئی عورت کسی بچے کو اتنا دودھ پلائے جس سے اس کی آنتیں بھر جائیں اور وہ اس کے جسم کی غذا بن جائے تو وہ قابل قبول ہے۔ علامہ محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اور بلاشبہ وہ رضاعت جس کے ساتھ حرمت ثابت ہوتی ہے اور خلوت حلال ہوتی ہے، وہ اس حالت میں ہے کہ جب دودھ پینے والا بچہ ہو اور دودھ اس کی بھوک کو ختم کر دے، اس لیے کہ اس کا معدہ کمزور ہوتا ہے، اسے دودھ ہی کفایت کر جاتا ہے اور اس کے ساتھ اس کے گوشت کی نشوونما ہوتی ہے تو وہ دودھ پلانے والی کا جزو بن جاتا ہے اور اس کی اولاد کے ساتھ حرمت میں

---

❶ صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب من قال لا رضاع بعد حولين (٥١٠٢)، صحيح مسلم (١٤٥٥/٣٢)۔ ❷ سنن الترمذي (١١٥٢)، صحيح ابن حبان، باب ما جاء (ما ذكر) أن الرضاعة لا تحرم إلا في الصغر دون الحولين (٤٢٢٤)۔

❸ ابن ماجه، أبواب النكاح، باب لا رضاع بعد فصال (١٩٤٦)۔

شریک ہو جاتا ہے۔" ❶

پھر فرماتے ہیں:

"ذکر کردہ حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ مرضعہ کا دودھ جو بچے کی غذا بنے، وہ حرمت کرنے والا ہے، خواہ دودھ پستانوں سے پیے، یا برتن میں ڈال کر منہ کے ذریعے سے، یا ناک کے ذریعے سے، یا حقنہ یعنی سرنج وغیرہ کے ذریعے سے، شرط یہ ہے کہ دودھ کی وہ مقدار بچے کی بھوک ختم کر دے، یہی جمہور ائمہ کا قول ہے۔" ❷

یہ بھی یاد رہے کہ ایک دو بار دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایک مرتبہ یا دو مرتبہ چوسنا حرام نہیں کرتا۔" ❸

ام الفضل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے تو ایک دیہاتی آ گیا، اس نے کہا:

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میری ایک عورت تھی، میں نے اس کے ساتھ ایک دوسری عورت سے شادی کر لی تو پہلی عورت نے کہا" میں نے اس دوسری کو ایک یا دو مرتبہ پستان منہ میں ڈال کر دودھ پلایا ہے۔" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"ایک مرتبہ یا دو مرتبہ پستان منہ میں دینا حرمت کا باعث نہیں بنتا۔" ❹

لہٰذا پانچ مرتبہ جب بچہ کسی عورت کی چھاتی کو منہ لگا کر دودھ پیتا ہے اور وہ دودھ بچے کے لیے غذا کا کام دیتا ہے تو حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ مذکورہ صورت میں تو محض دودھ پینے کا شبہ ہے، پوری طرح اثبات بھی نہیں ہے، لہٰذا اس کی لڑکی کی شادی اس لڑکے سے بلاشبہ جائز ہے۔ (واللہ اعلم) [ابو الحسن مبشر احمد ربانی]

---

❶ سبل السلام، كتاب الطلاق، باب الرضاع (ص٧٨٨)۔

❷ سبل السلام (ص٧٨٨)۔ ❸ مسند أحمد (٣١/٦، ح:٢٤٥٢٧)۔

❹ مسلم، كتاب الرضاع، باب في المصة والمصتان (١٤٥١)۔

رضاعت کی مدت اور عدد

سوال بعض علمائے کرام کہتے ہیں کہ شیر خوارگی کی عمر میں بچہ ایک دفعہ بھی دودھ پی لے تو رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، ان کا استدلال درج ذیل روایات ہیں:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ دو برس کی عمر میں بچہ اگر ایک دفعہ بھی دودھ پی لے تو رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

ابراہیم بن عقبہ نے سعید بن المسیب سے رضاعت کا حکم پوچھا تو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''جو رضاعت دو برس کے اندر ہو اس سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے چاہے ایک قطرہ ہی کیوں نہ ہو۔'' ابراہیم نے کہا کہ پھر میں نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے بھی ایسا ہی کہا۔

ابن شہاب کہتے ہیں کہ رضاعت تھوڑی ہو یا زیادہ حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ یہ روایات موطأ امام مالکؒ سے منقول ہیں۔ ان کی اسانید اور صحت کے بارے میں تفصیل سے جواب ارسال کریں۔

جو لوگ پانچ دفعہ دودھ پینے کے قائل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ پہلے قرآن میں دس بار دودھ پینے کے بارے میں آیا تھا، بعد میں حکم منسوخ ہو کر پانچ دفعہ رہ گیا تھا، کم از کم پانچ دفعہ دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ (جبکہ قرآن میں یہ آیات نہیں ہیں)

کیا بلوغت کی عمر کو پہنچ جانے کے بعد بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے جو اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ''سہلہ بنت سہیل ابو حذیفہ کی بیوی جو بنی عامر بن لوی کی اولاد میں سے تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی کہ ہم سالم رضی اللہ عنہ کو اپنا بچہ سمجھتے تھے، ہمارے گھر چلا آتا تھا، اب کیا کرنا چاہیے، دوسرا گھر بھی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس کو پانچ بار دودھ پلا دے وہ تیرا محرم ہو جائے گا۔'' لیکن دوسری ازواجِ مطہرات اس کا انکار کرتی ہیں۔ (موطا امام مالک)

کیا یہ حکم سالم رضی اللہ عنہ کے لیے خاص تھا کہ عام ہے؟

جواب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر ((ما كان في الحولين و إن كان مصة واحدة فهو يحرم)) موطأ امام مالك (٧/ ٦٠٧) بترقيم فؤاد عبد الباقي پر ((عن ثور بن زيد الديلي عن ابن عباس رضی اللہ عنہما به)) کی سند سے ہے۔ ثور بن زید کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت منقطع ہوتی ہے۔ تاہم یہی روایت السنن الکبریٰ للبیهقی (ج:٧، ص:٤٦٢) پر ((عن عبد العزيز بن محمد (الدراوردی) عن ثور بن زيد عن عكرمه عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)) کی سند سے متصلاً مروی ہے۔ بیہقی نے کہا ((هذا هو الصحيح موقوف)) یعنی یہ موقوف روایت (بلحاظ سند) صحیح ہے۔

سعید بن المسیب اور عروۃ بن زبیر کے اقوال (موطأ، ج:٢، ص:٦٠٤) کی سندیں بھی صحیح ہیں۔ ابن شہاب الزہری کا قول بھی صحیح وثابت ہے۔

((عشر رضعات)) (دس بار دودھ پینے) والی آیت قرآن میں کہیں بھی نہیں ہے۔ یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ مبارک میں ہی منسوخ التلاوۃ ہو گئی تھی۔

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تحقیق میں رضاعتِ کبیر جائز ہے مگر اس کے لیے ((خمس رضعات)) (پانچ بار دودھ پینا) شرط ہے جبکہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اور دوسری تمام ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم و جمہور امت کے نزدیک رضاعت کبیر جائز نہیں ہے۔ وہ سالم مولیٰ ابی حذیفہ والی حدیث کو سالم کی تخصیص پر محمول کرتے ہیں۔ (واللہ اعلم) [1]

مؤطا امام مالک (ج:٢، ص:٦٠٦) پر ایک صحیح السند روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رضاعتِ کبیر کے قائل نہیں تھے اور یہی جمہور کا مسلک ہے اور یہی راجح ہے۔ (واللہ اعلم) [حافظ زبیر علی زئی]

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم، ج:١، ص:٤٦٩، ح:١٤٥٤۔

رضاعت

رضاعی بہن سے نکاح کا ازالہ کیسے ممکن ہے؟

سوال ایک آدمی نے ایک لڑکی سے شادی کی، دو سال اکٹھے رہنے کے بعد یہ بات واضح ہوئی کہ وہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہیں۔ اس نے کسی عالم سے مسئلہ پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ، اس نے ایسا ہی کیا، اس جدائی کے ہفتہ بعد اس عورت نے کسی اور مرد سے شادی کر لی۔ کیا یہ شادی صحیح ہے یا اس عورت پر عدت گزارنا لازم ہے؟ شرعی رہنمائی واضح کیجیے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جواب جب مرد کو علم ہوا کہ وہ اس کی رضاعی بہن ہے اور وہ اس سے الگ ہو گیا تو عورت پر عدت گزارنا لازم ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کم از کم ایک حیض انتظار کرے تا کہ اس کے حاملہ ہونے یا نہ ہونے کا پتہ چل سکے۔ اس عورت نے جو ایک ہفتہ کے بعد ہی آگے شادی کر لی، یہ نکاح فاسد ہے۔ دوسرے خاوند پر لازم ہے کہ وہ عورت کے قریب نہ جائے تا کہ برأتِ رحم (حمل نہ ہونے) کا یقین ہو جائے۔ اس آدمی پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ نکاح کی تجدید کرے کیونکہ اس کا نکاح فاسد ہے۔ [عبداللہ جبرین]

بڑی عمر میں رضاعت کا مسئلہ

سوال اگر کوئی شخص غلطی سے اپنی اہلیہ کا دودھ پی لے تو کیا میاں بیوی والا رشتہ قائم ہے، یا ختم ہو جاتا ہے؟

جواب یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ''ایک آدمی نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا ''میں نے اپنی اہلیہ کا دودھ چوس لیا ہے اور وہ میرے پیٹ میں چلا گیا ہے۔'' تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں سمجھتا ہوں وہ تجھ پر حرام ہو چکی ہے۔'' تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم اس آدمی کو جو فتویٰ دے رہے ہو اس پر غور

کرو۔'' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا ''آپ کیا کہتے ہیں؟'' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''رضاعت صرف وہی ہے جو دو سال میں ہو۔'' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جب تک یہ عالم تم میں موجود ہے تم مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کرو۔'' [1]

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ حرمت رضاعت جس مدت میں ہوتی ہے وہ دو سال تک ہے، جیسا کہ قرآن حکیم نے بھی تین مقامات پر اس کی وضاحت کی ہے کہ مدت رضاعت دو سال ہے۔ لہٰذا بڑی عمر میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہی مرد پر عورت حرام ہوتی ہے۔ فقیہ امت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ قرآنِ حکیم کے بالکل مطابق ہے اور سیدنا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی تائید کر دی ہے۔ یاد رہے کہ عورت کا دودھ مرد کے لیے نہیں ہے، بلکہ عورت کے بچوں کے لیے ہے۔ کتاب وسنت کی نصوص سے ماں کا دودھ بچوں ہی کے لیے ثابت ہوتا ہے۔ [ابوالحسن مبشر احمد ربانی]

خالہ زاد کا دودھ پیا تو کیا سب رضاعی اولاد ہے؟

سوال دو بہنیں ہیں، ایک کے بیٹے نے دوسری کا دودھ پیا کیونکہ وہ کسی کام سے گھر سے باہر گئی تھی اور اس کا پانچ ماہ کا بچہ رو رہا تھا۔ سوال یہ ہے کہ جس بچے نے دودھ پیا ہے اس کے بھائی کے لیے خالہ کی بیٹی کا رشتہ لینا صحیح ہے کہ نہیں؟

جواب جن لڑکوں نے خالہ کا دودھ نہیں پیا ہے ان کا نکاح خالہ کی لڑکیوں کے ساتھ بالکل درست ہے۔ [ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری]

---

[1] الموطا للمالك، كتاب الرضاع (١٤)، مسند أحمد (١/ ٤٣٢، ح:٤١١٤)، إرواء الغليل (٢٢٣/٧) (٢٢٤)۔

وراثت

عورتوں کو وراثت سے محروم کرنا

سوال بعض قبائل عورتوں کو وراثت میں سے ان کا حصہ نہیں دیتے، اس کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب جو قبائل عورتوں کو وراثت میں سے حصہ نہیں دیتے، وہاں کے قاضیوں (ججوں) کو چاہیے کہ وہ عورتوں کو وراثت میں حقدار بنانے کے لیے سختی کریں اور لوگوں کو اللہ کا یہ فرمان یاد دلائیں:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾ [1]

''ماں باپ اور خویش واقارب کے ترکہ میں مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی (جو مال ماں باپ اور خویش واقارب چھوڑ کر مریں) خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ (اس میں) حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔''

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((النساء شقائق الرجال)) [2]

''عورتیں مردوں کی ہی مانند ہیں۔''

اور آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا:

''عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈر جاؤ کیونکہ تم نے ان کو اللہ کی امان سے لیا ہے اور اللہ کے کلمہ سے ان کے ستر کو حلال کیا ہے اور تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ تمہارے بستر پر (یعنی گھر میں) کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو۔ پھر اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسی مار مارو جو سخت نہ ہو اور ان کا تم

---

[1] ٤/ النساء: ٧۔ [2] سنن الترمذی، کتاب الطهارة، باب ما جاء فيمن يستيقظ....: ١١٣۔

پر حق یہ ہے کہ ان کی روٹی اور ان کا کپڑا دستور کے مطابق تمہارے ذمہ ہے۔‘‘ ❶

ایسے لوگوں کو بتایا جائے کہ ہر مسلمان کا احترام اور اس کے حقوق کا خیال کیا جائے چاہے وہ مرد ہو یا عورت ہو، اور یاد رہے کہ کسی بھی انسان کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حاصل کرنا کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔ [محمد بن ابراہیم آل شیخ]

وراثت میں مرد وعورت کی برابری

سوال شیخ صاحب! ایک عورت کہتی ہے کہ میرا بھائی فوت ہو گیا اور اس کی امانت اَسّی ہزار (80,000) ریال میرے پاس تھی۔ میرے بھائی کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔ چند دن کے بعد اس کا بیٹا میرے پاس آیا اور مذکورہ رقم کا مطالبہ کیا مگر میں نے یہ کہہ کر رقم دینے سے انکار کر دیا کہ وہ تو اس نے مجھے ہبہ کی تھی۔ پھر میری بھتیجی آئی اور اپنے والد کی امانت کا مطالبہ کرنے لگی مگر میں نے دینے سے انکار کر دیا۔ چند دن کے بعد مجھے اللہ کا خوف دامن گیر ہوا اور میں نے دونوں بہن بھائیوں کو چالیس ہزار (40,000) ریال فی کس دے دیئے۔ پھر میں نے ایک عالم سے پوچھا کہ کیا میں نے صحیح کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ تم نے غلط کیا ہے۔ لڑکے کو لڑکی کے مقابلے میں دوگنا حصہ ملنا چاہیے تھا۔ بتائیے کیا ان کی یہ بات صحیح ہے اور میں اس حالت میں کیا کروں؟

جواب بیٹی! سب سے پہلے تو میں یہ کہنا چاہوں گا کہ تم نے امانت واپس دینے سے انکار کر کے اچھا نہیں کیا، امانت ادا کرنا واجب ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مرد اور عورت کو وراثت کے مال سے برابر حصہ دینا صحیح نہیں ہے، یہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ ﴾ ❷

’’اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے متعلق حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔‘‘

اگر اولاد میں مرد اور عورتیں ہوں تو پھر مرد کا حصہ عورت کے حصہ سے دوگنا ہوگا، عورت

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ: ۲۹۵۰۔ ❷ ٤/ النساء: ۱۱۔

اور مرد کو ایک جیسا حصہ دینا صحیح نہیں ہے۔ آپ کو اس معاملہ کا ادراک کرنا چاہیے اور جو کچھ آپ نے لڑکی کو زیادہ دیا ہے وہ اس سے واپس لے کر اس کے بھائی کو دیں۔ اگر آپ اپنی بھتیجی سے وہ رقم واپس نہ لے سکیں تو لڑکے کا حصہ آپ کو اپنی طرف سے پورا کرنا ہوگا۔

(واللہ اعلم) [صالح بن فوزان]

زندگی میں وراثت تقسیم کرنا

سوال میں اپنے بچوں میں اندیشۂ فساد کے پیشِ نظر اپنی جائیداد کو خود تقسیم کر دینا چاہتا ہوں، کیا شرعاً مجھے ایسا کرنے کا حق ہے؟ اگر میں ایسا کر سکتا ہوں تو یہ تقسیم کس شرح سے ہوگی؟

جواب اللہ تعالیٰ نے انسان کو شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے خود مختار بنایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی نعمتوں کو جیسے چاہے استعمال کرے۔ مال و جائیداد بھی اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ اس میں بھی اسے اپنی مرضی سے جائز تصرف کا حق حاصل ہے۔ اس بناء پر اپنی زندگی میں اپنے مال کو اپنی اولاد میں تقسیم کر سکتا ہے اور جتنا چاہے اپنے لیے بھی رکھ سکتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہر انسان اپنے مال میں تصرف کرنے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔ وہ اسے جہاں چاہے جیسے چاہے استعمال کر سکتا ہے۔'' [1]

لیکن زندگی میں یہ تقسیم ضابطۂ میراث کے مطابق نہیں ہوگی کیونکہ غیر اختیاری طور پر حق ملکیت اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے جبکہ یہ تقسیم اپنی زندگی میں، اپنے اختیار اور ارادہ سے کی جا رہی ہے۔ ہاں یہ عطیہ کی ایک شکل ہے جس میں لڑکے اور لڑکی کا لحاظ کیے بغیر اپنی اولاد میں مساویانہ طور پر مال تقسیم کرنا ہوتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ایک باب یوں قائم کیا ہے ((باب الهبة للولد)) یعنی اولاد کو ہبہ کرنے کا بیان، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت لکھتے ہیں:

''اگر باپ اپنی اولاد میں سے کسی کو کچھ دیتا ہے تو اسے جائز قرار نہیں دیا جائے گا تا آنکہ وہ عدل و انصاف سے کام لیتے ہوئے دوسروں کو بھی اس کے برابر

---

[1] بیہقی، ص: ۷۸، ج: ۲۔

حصہ دے۔‘‘

اس کے بعد امام بخاری نے رسول اللہ ﷺ کا ایک فرمان بطور دلیل پیش کیا ہے:

’’عطیہ دیتے وقت اپنی اولاد کے درمیان عدل وانصاف سے کام لیا کرو۔‘‘ [1]

اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کا حسب ذیل فرمان ایک فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔

’’عطیہ دیتے وقت اپنی اولاد کے درمیان برابری کیا کرو۔ اگر (کسی کمزوری کے پیش نظر) میں کسی کو زیادہ دینا چاہتا تو عورتیں اس بات کی زیادہ حقدار ہیں کہ انہیں دوسروں سے زیادہ دیا جائے۔‘‘ [2]

ارشادِ نبوی ﷺ کے پیش نظر زندگی میں اپنی جائیداد تقسیم کرتے وقت مساوات کو سامنے رکھنا ہوگا۔ ہاں، اگر اولاد میں کوئی معذور، اپاہج یا مفلوک الحال ہے تو باپ کو حق ہے اسے دوسروں سے زیادہ دے، تاہم اس کے لیے معقول وجہ کا ہونا ضروری ہے۔ (واللہ اعلم)

[ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد]

عاق نامہ کی شرعی حیثیت

سوال اخبارات میں جو عاق نامہ دیا جاتا ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا والد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے نافرمان بیٹے کو وراثت سے محروم کر سکے؟

جواب انسان کے مرنے کے بعد اس کی جائیداد کو تقسیم کرنے کا طریقہ کار خود اللہ کا وضع کردہ ہے، اس میں کسی کو ترمیم واضافہ کا حق نہیں ہے۔ جو حضرات قانون وراثت کو پامال کرتے ہوئے آئے دن اخبارات میں اپنی اولاد میں سے کسی کے متعلق ’’عاق نامہ‘‘ کے اشتہارات دیتے ہیں، اللہ نے انہیں بڑے خوفناک عذاب کی دھمکی دی ہے۔ ہمارے معاشرے میں کہیں تو عورتوں کو وراثت سے مستقل طور پر محروم کر دیا جاتا ہے اور کہیں دوسرے بچوں کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف لڑکے کو ہی وراثت کا حق دار ٹھہرایا جاتا ہے، یہ سب اللہ کے وضع کردہ ضابطۂ میراث کے خلاف کھلی بغاوت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

’’مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور رشتہ داروں نے چھوڑا

---

[1] صحیح بخاری، الھبہ: ۲۵۸۷۔ [2] بیہقی، ص: ۱۷۷، ج: ۶۔

ہو اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، خواہ وہ مال تھوڑا ہو یا بہت ہو اور یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقرر ہے۔" ❶

اس آیت کریمہ کے پیش نظر کسی وارث کو بلا وجہ شرعی وراثت سے محروم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ماہرین وراثت نے ان وجوہات کو بڑی دلیل سے بیان کیا ہے جو وراثت سے محرومی کا باعث ہیں، عام طور پر اس کی دو اقسام ہیں:

❶ پہلی قسم میں وہ موانع شامل ہیں جو فی نفسہٖ وراثت سے محرومی کا باعث بنتے ہیں، ان میں غلامی، قتل ناحق اور اختلاف ملت یعنی کفر و ارتداد وغیرہ ہیں۔ دوسری قسم میں وہ موانع ہیں جو فی نفسہٖ تو رکاوٹ کا باعث نہیں، البتہ بالتبع محرومی کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ ان میں وارث اور مورث کا اشتباہ سرفہرست ہے، جیسے ایک ساتھ غرق ہونے والے، آگ میں جل کر اس دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں۔ اگر ان کے درمیان وراثت کا رشتہ قائم ہو تو ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے بشرطیکہ پتہ نہ چل سکے کہ ان میں پہلے اور بعد میں کون فوت ہوا ہے۔

احادیث میں بھی اس کی وضاحت ملتی ہے، رسولِ کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"جو کسی کی وراثت کو ختم کرتا ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مقرر کیا ہے، اللہ جنت میں اس کی وراثت کو ختم کر دیں گے۔" ❷

اسی طرح سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو اپنے وارث کو حصہ دینے سے راہِ فرار اختیار کرتا ہے، اللہ قیامت کے دن اس کا حصہ جنت سے ختم کر دیں گے۔" ❸

اگرچہ مؤخر الذکر روایت میں ایک راوی زید العمی ضعیف ہے، تاہم اس قسم کی روایت بطور تائید پیش کی جا سکتی ہے۔ مختصراً یہ ہے کہ اگر بیٹا نافرمان ہے تو وہ اپنی سزا اللہ کے ہاں پائے گا، لیکن والد کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اسے جائیداد سے محروم کر دے۔ بعض لوگ محض ڈرانے کے

---

❶ ٤/ النساء: ٧۔ ❷ شعب الایمان للبیھقی: ١١٥/١٤۔

❸ ابن ماجه، كتاب الوصايا: ٢٧٠٣۔

لیے ایسا کرتے ہیں لیکن ایسا کرنا بھی کئی ایک قباحتوں کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتا ہے۔ لہٰذا رائج الوقت ''عاق نامہ'' کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

[ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد]

جائیداد کیسے تقسیم ہوگی؟

سوال ہمارے والد صاحب فوت ہو چکے ہیں، جو تھوڑی سی زرعی اراضی چھوڑ گئے ہیں۔ پسماندگان میں سے ہماری والدہ، ہم دو بھائی اور دو بہنیں زندہ ہیں، جائیداد کیسے تقسیم ہوگی؟ نیز ہماری ایک بہن والد مرحوم کی زندگی میں فوت ہوگئی تھی، کیا اُسے بھی ہمارے والد کی جائیداد میں سے حصہ ملے گا یا نہیں؟

جواب قرآن کریم کی وضاحت کے مطابق صورت مسئولہ میں بیوہ کو آٹھواں حصہ اور باقی جائیداد بہن بھائی اس طرح تقسیم کریں کہ بھائی کو ایک بہن سے دوگنا حصہ ملے۔ سہولت کے پیش نظر منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کے 48 حصے کر لیے جائیں۔ ان میں سے آٹھواں حصہ یعنی 6 حصے مرحوم کی بیوہ کو ملیں گے اور باقی 42 حصوں میں سے ہر ایک بھائی کو 14، 14 اور ہر ایک بہن کو 7، 7 حصے دیے جائیں۔

میت 48/ بیوہ 6 لڑکا 14 لڑکا 14 لڑکی 7 لڑکی 7

کسی کی وفات کے وقت جو شرعی ورثاء زندہ موجود ہوں، انہیں ترکہ میں سے حصہ ملتا ہے بشرطیکہ وہاں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ چونکہ مرحوم کی ایک بیٹی اس کی زندگی میں فوت ہو چکی تھی، لہٰذا مرحوم کی جائیداد میں سے اس فوت شدہ بیٹی کو کچھ نہیں ملے گا اور نہ ہی اس کی اولاد یا اس کے داماد کا اس میں کوئی حق ہے۔ جائیداد میں صرف وہ ورثاء شریک ہوتے ہیں جو متوفی کی وفات کے وقت زندہ موجود ہوں۔ (واللہ اعلم) [ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد]

وراثت کیسے تقسیم کریں؟

سوال میرے بھائی فوت ہو گئے ہیں، پسماندگان میں چھ بیٹیاں اور میں ایک بھائی ہوں، اس کا صرف ایک مکان ہے، اس کی تقسیم کتاب وسنت کی روشنی میں کیسے ہوگی؟

جواب قرضہ کی ادائیگی اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے وصیت کے نفاذ سے مرحوم کی

بیٹیاں دو تہائی کی حقدار ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اگر اولاد میں صرف لڑکیاں ہی ہوں اور وہ دو سے زائد ہوں تو ان کا ترکہ سے دو تہائی حصہ ہے۔'' ❶

بیٹیوں کو ان کا مقررہ حصہ دینے کے بعد جو باقی بچے وہ مرحوم کا بھائی عصبہ ہونے کی حیثیت سے لے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

''حقداروں کو مقررہ حصص دینے کے بعد جو باقی بچے وہ میت کے قریبی رشتہ دار کے لیے ہے۔'' ❷

سہولت کے پیش نظر مکان کی مالیت کو تین حصوں میں تقسیم کرلیا جائے، ان میں سے دو حصے چھ بیٹیوں کو اور ایک حصہ بھائی کو دے دیا جائے، صورت مسئولہ اس طرح ہوگی:

میت: 18/3 چھ بیٹیاں: 12/2 ایک بھائی: 6/1

نوٹ: اگر حصہ داروں کے لیے حصص پوری طرح تقسیم نہ ہوں تو حصوں کی تعداد کو بڑھا دیا جاتا ہے، جیسا کہ مذکورہ مسئلہ میں تین حصوں کو بڑھا کر اٹھارہ کرلیا گیا ہے ان میں سے دو، دو حصے فی بیٹی اور چھ حصے اس کے بھائی کو دیئے جائیں۔ (واللہ اعلم) [ابومحمد حافظ عبدالستار الحماد]

ناانصافی پر مبنی وصیت نامہ

سوال اگر والدین اپنی اولاد کو کسی جائیداد کے متعلق وصیت کر جائیں اور اس میں بے انصافی اور حق تلفی کی گئی ہو، اولاد نافرمانی سے بچنے کے لیے اسے قبول کرلے تو کیا جن بچوں پر زیادتی ہوئی ہے وہ بذریعہ عدالت یا پنچائت اس کی تلافی کا مطالبہ کرسکتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں۔

جواب ہمارے ہاں عام طور پر وصیت کے متعلق افراط وتفریط سے کام لیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں بیشتر اوقات یہ کوتاہی دیکھنے میں آتی ہے کہ جو چیزیں وصیت کے قابل ہوتی ہیں انہیں نظر انداز کردیا جاتا ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

''ایک مسلمان کے شایانِ شان نہیں کہ وہ کسی قابل وصیت کام کے متعلق

---

❶ ٤/ النساء: ١١۔ ❷ صحیح بخاری، الفرائض: ٦٧٣٥۔

وصیت کرنا چاہتا ہو، پھر دو راتیں بھی اس کے بغیر گزار دے، یعنی اس کے پاس ہر وقت وصیت لکھی ہونا چاہیے۔'' ❶

چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر وقت اپنی تحریری وصیت اپنے پاس رکھا کرتے تھے اور وصیت کے متعلق افراط بایں طور پر کیا جاتا ہے کہ جن ورثاء کے لیے وصیت ناجائز ہوتی ہے ان کے لیے وصیت کا بندوبست کر دیا جاتا ہے یا جن کے لیے وصیت کرنا جائز ہے ان کے لیے شریعت کی قائم کردہ حد سے زیادہ وصیت کر دی جاتی ہے یا پھر وصیت بے انصافی اور ظلم پر مبنی ہوتی ہے۔ پھر لواحقین اس قسم کی ظلم پر مبنی وصیت کو ایسی پختہ لکیر خیال کرتے ہیں کہ جسے مٹانا یا اس میں ترمیم کرنا ان کے ہاں گناہِ کبیرہ ہے، حالانکہ اس کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

''ہاں، جو شخص وصیت کرنے والے کی طرف سے جانب داری یا حق تلفی کا اندیشہ رکھتا ہو، اگر وہ آپس میں ان کی اصلاح کر دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔'' ❷

خود رسول اللہ ﷺ نے بعض غلط وصایا کی اصلاح فرمائی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

''ایک انصاری کی کل جائیداد چھ غلام تھے۔ اس نے وصیت کے ذریعے انہیں آزاد کر دیا۔ اس کے مرنے اور کفن و دفن کے بعد اس کے ورثاء رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حقیقت حال سے آپ ﷺ کو آگاہ کیا تو آپ ﷺ نے مرنے والے کو سخت برا بھلا کہا، پھر اس کی وصیت کو کالعدم کرتے ہوئے ان چھ غلاموں کے متعلق قرعہ اندازی کی، چھ کا ایک تہائی یعنی دو غلام آزاد کر دیے اور باقی چار ورثاء کے حوالے فرما کر ان کے نقصان کی تلافی فرما دی۔'' ❸

دیگر روایات میں اس کے متعلق قول شدید کی وضاحت بھی ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے

---

❶ صحيح بخاري، الوصية: ٢٧٣٨۔ ❷ ٢/ البقرة: ١٨٢۔

❸ صحيح مسلم، الايمان: ١٦٦٨۔

فرمایا:

''اگر ہمیں اس کی حرکت کا پہلے علم ہوتا تو ہم اس کی نماز جنازہ نہ پڑھتے۔'' [1]

بلکہ ایک روایت میں ہے کہ:

''ہم اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرتے۔'' [2]

ان احادیث کے پیش نظر ہمیں وصیت کے معاملہ میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ صورت مسئولہ میں وصیت کے متعلق جو کوتاہی کی گئی ہے، لواحقین کو چاہیے کہ پنچائتی سطح پر اس کی اصلاح کی جائے تاکہ مرحوم کو اخروی باز پرس سے نجات ملے۔ ناجائز وصیت کی اصلاح کرنا ضروری ہے اور یہ قرآن کریم کا ایک اہم ضابطہ ہے، جس میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ (واللہ اعلم) [ابومحمد حافظ عبدالستار الحماد]

کیا بھائی وارث ہوگا؟

سوال ہم تین بھائیوں نے اپنے والد محترم کے ساتھ مل کر ایک قطعۂ زمین خریدا تھا۔ ہمارا چوتھا بھائی عرصۂ دراز سے بالکل الگ تھلگ رہتا ہے اور اس نے مذکورہ زمین کی خریداری میں کوئی پائی پیسہ بھی نہیں دیا تھا، وہ بھی اس قطعۂ زمین سے حصہ لینے کا دعویدار ہے۔ والد کی وفات کے بعد شرعی طور پر اس زمین میں اس کا کتنا حصہ بنتا ہے؟ نیز ہماری دو بہنوں اور والدہ کا حصہ بھی بتا دیں۔

جواب باپ کے پاس رہنے والی اولاد کی کمائی باپ کی ہی شمار ہوتی ہے، الّا یہ کہ اولاد کا الگ حق ملکیت تسلیم کر لیا جائے۔ صورت مسئولہ میں قطعۂ زمین خریدتے وقت تینوں بیٹے باپ کے ساتھ شراکت کے طور پر حصہ دار بنے ہیں، یعنی ان کا الگ حق ملکیت تسلیم کر لیا گیا ہے۔ ایسی صورتحال کے پیش نظر اگر باپ کو ضرورت ہو تو وہ قطعۂ زمین اپنے لیے رکھ سکتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

''تو اور تیرا مال باپ کے لیے ہے۔''

لیکن باپ کی طرف سے اس قسم کی ضرورت کا اظہار کیے بغیر بھائی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ

---

[1] مسند امام احمد، ص: ٤٤٣، ج: ٤۔ [2] ابوداود، العتق: ٣٩٥٨۔

وہ اس حدیث کی آڑ میں پورے قطعۂ زمین سے اپنا حق لینے کا دعویٰ کرے۔ وہ صرف اتنے حصے میں شریک ہوگا جو باپ کا حصہ رسدی ہے، مثلاً اگر زمین خریدتے وقت باپ کا چوتھا حصہ تھا تو اس کا وہ بیٹا جو زمین خریدنے میں شریک نہیں ہوا، صرف باپ کے چوتھے حصے میں دوسرے ورثاء کے ساتھ شریک ہوگا۔ اب باپ کی وفات کے بعد پسماندگان میں اس کی بیوہ، دو بیٹیاں اور چار بیٹے ہیں۔ اس لیے متوفی کی کل جائیداد میں سے بیوہ کو 1/8 اور باقی 7/8 بیٹے اور بیٹیاں اس طرح تقسیم کریں کہ ایک بیٹے کو بیٹی سے دوگنا ملے۔ سہولت کے پیش نظر متوفی کی کل جائیداد کے 80 حصے کر لیے جائیں۔ ان میں آٹھواں حصہ یعنی 10 حصے بیوہ کو دیے جائیں اور باقی 70 حصوں کو چودہ حصے فی لڑکا اور سات حصے فی لڑکی کے حساب سے تقسیم کر دیے جائیں۔

متوفی: 80 = بیوہ 10، لڑکا 14، لڑکا 14، لڑکا 14، لڑکا 14، لڑکی 7، لڑکی 7۔ (واللہ اعلم)

[ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد]

ایک سے زائد بیویوں کا حصہ کتنا ہوگا؟

سوال ایک آدمی فوت ہوا، اس کی تین بیویاں تھیں۔ متوفی کی اولاد بھی ہے۔ کیا ہر ایک بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا یا وہ تمام آٹھویں حصہ کو برابر تقسیم کریں گی نیز ایک بیوی نے آگے نکاح کر لیا ہے کیا اُسے بھی حصہ دیا جائے گا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

جواب خاوند کے ترکہ کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اگر تمہاری اولاد ہے تو ان بیویوں کا آٹھواں حصہ ہے۔" [1]

یعنی تمام بیویاں آٹھویں حصے کو آپس میں تقسیم کریں گی، ہر ایک کو آٹھواں آٹھواں حصہ نہیں دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی بیوی نے عدت گزارنے کے بعد آگے نکاح کر لیا ہے تو اسے فوت شدہ خاوند کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ نکاح کرنا اس کا حق ہے جو اس نے حاصل کر لیا ہے، اسے فوت شدہ خاوند کی جائیداد سے بھی حصہ ملنا چاہیے۔ (واللہ اعلم)

[ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد]

---

[1] ٤/ النساء: ١٢۔

ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

سوال ایک آدمی فوت ہوا، پسماندگان میں اس کی تین لڑکیاں، بھائی اور بھتیجے زندہ ہیں، ان میں ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

جواب بشرط صحت سوال میں مرنے والے کی جائیداد سے تین لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اگر اولاد میں صرف لڑکیاں ہوں اور وہ دو سے زائد ہوں تو ان کا ترکہ سے دو تہائی حصہ ہے۔'' [1]

لڑکیوں کا حصہ دینے کے بعد باقی ترکہ اس کے بھائی کو مل جائے گا اور بھتیجے وغیرہ محروم ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

''مقررہ حصہ دینے کے بعد جو بچ جائے اس کا حق دار قریب ترین رشتہ دار ہے۔'' [2]

کل جائیداد کے نو (۹) حصے کر لیے جائیں، دو تہائی، یعنی چھ حصے بیٹیوں کے ہیں، یعنی ہر ایک کو دو دو حصے دیئے جائیں اور باقی تین حصے بھائی کو ملیں گے، چونکہ بھتیجوں کا رشتہ بھائی کی نسبت دور کا ہے، اس لیے بھائی کی موجودگی میں انہیں محروم ہونا ہوگا۔ (واللہ اعلم)

[ابومحمد حافظ عبدالستار الحماد]

شبِ عروسی نہ گزارنے والی بیوی وارث ہوگی؟

سوال ایک نوجوان کنواری لڑکی کی شادی ہوئی، نکاح تو ہوگیا مگر ابھی اسے خاوند کے ساتھ تنہائی میسر نہ آئی تھی کہ اس کا خاوند فوت ہوگیا۔ کیا وہ اپنے خاوند کے مال کی وارث بنے گی اور اس پر سوگ لازمی ہوگا یا نہیں؟

جواب ہاں، وہ عورت اپنے خاوند کی وارث بنے گی اگرچہ اس نے خاوند کے ساتھ شب عروسی نہ ہی گزاری ہو کیونکہ سوال میں واضح ہے کہ اس کا نکاح ہو چکا ہے۔ جب نکاح ہوگیا تو وہ مرنے والے کی بیوی ہے اور اللہ کا فرمان ہے:

---

[1] ٤/ النساء: ١١۔ [2] صحیح بخاری، الفرائض: ٦٧٣٢۔

﴿ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ﴾ [1]

''اور جو (ترکہ) تم چھوڑ جاؤ، اس میں ان کے لیے چوتھائی ہے اگر تمہاری اولاد نہ ہو، اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر انہیں تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا، اُس وصیت کے بعد جو تم کر گئے ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔''

یہ حکم عام ہے، اس میں خاوند کے ساتھ شبِ عروسی گزارنے یا نہ گزارنے کا کوئی فرق ذکر نہیں ہے۔ اس پر سوگ بھی لازم ہے اور یہ عدتِ وفات ہوگی اگرچہ میاں بیوی کو تنہائی میسر نہ آسکی ہو۔ عدتِ وفات چار ماہ دس دن ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم) [ابن عثیمین]

کیا منہ بولا بیٹا حقیقی ہوگا؟

سوال شیخ صاحب! براہِ کرم یہ بتائیے کہ اگر کوئی شخص بے اولاد ہے اور کسی کو اپنا منہ بولا بیٹا بنالیتا ہے تو کیا یہ اُس کا حقیقی بیٹا تصور ہوگا؟ شریعتِ اسلامیہ اس مسئلہ میں کیا رہنمائی فرماتی ہے؟

جواب زمانۂ جاہلیت میں لوگ جب کسی کو منہ بولا بیٹا بنا لیتے تھے تو اس کو وہ پورے حقوق حاصل ہو جاتے تھے جو حقیقی بیٹے کو ہوتے تھے۔ وہ میراث میں وارث ہوتا، جس نے اس کو منہ بولا بیٹا بنایا ہوتا وہ اس کی بیوی کے پاس رہ سکتا تھا کیونکہ وہ اس عورت کا بیٹا تصور کیا جاتا، منہ بولے بیٹے کی بیوی کے ساتھ شادی حرام تصور ہوتی تھی۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ بولا بیٹا بنایا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے مگر لوگ زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے۔ اللہ نے اس رسم کو ختم کرنے کا ارادہ کیا اور اس کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ۚ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ ۖ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَإِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا اٰبَآءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ﴾ [2]

''اور نہ تمہارے لے پالک (منہ بولے) لڑکوں کو (واقعتاً) تمہارے بیٹے بنایا ہے۔ یہ تو تمہارے اپنے منہ کی باتیں ہیں، اللہ حق بات فرماتا ہے اور وہ سیدھی

---

[1] ٤/ النساء: ١٢۔ [2] ٣٣/ الأحزاب: ٥-٤۔

راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ لے پالکوں کو ان کے (حقیقی) باپوں کی طرف نسبت کر کے بلاؤ۔ اللہ کے نزدیک مکمل انصاف یہی ہے۔ اگر تمہیں ان کے حقیقی باپوں کا علم نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں۔''

اس آیتِ کریمہ میں اللہ یہ فرما رہے ہیں کہ اگر کوئی آدمی کسی کو اپنا منہ بولا بیٹا بناتا ہے تو وہ اس کا حقیقی بیٹا نہ ہوگا اور نہ ہی حقیقی بیٹے والے حقوق لے سکے گا اور ضروری ہے کہ اس کو اس کے حقیقی باپ کی طرف ہی منسوب کیا جائے۔ اس کے متعلق مزید چند احکام درج ذیل ہیں:

☆ اگر منہ بولے بیٹے کے حقیقی باپ کا علم ہو تو اس کو حقیقی باپ کی طرف منسوب کیا جائے گا ورنہ وہ دینی بھائی ہیں۔

☆ وہ حقیقی بیٹے کی طرح میراث میں شریک نہ ہوگا جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے مگر اس کے لیے وصیت کی جا سکتی ہے جو کہ شرعی تقاضوں کے مطابق ہوگی۔ تمام مال کی وصیت نہیں ہوگی۔

☆ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی جائز ہوگی بشرطیکہ وہ طلاق دے دے یا فوت ہو جائے یا عورت خلع لے لے۔ اللہ نے نبی کریم ﷺ کا نکاح ان کے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا سے کر دیا اور اس کی حکمت بھی واضح کر دی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ﴾ [1]

''ہم نے اسے آپ ﷺ کے نکاح میں دے دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے لے پالکوں کی بیویوں کے بارے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے جبکہ وہ اپنی غرض ان سے پوری کر لیں۔''

یاد رہے کہ حقیقی بیٹوں کی بیویوں سے نکاح حرام ہے۔ اس کی وضاحت بھی قرآن مجید میں ہے کہ:

''تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں۔'' [1]

---

[1] ۳۳/ الأحزاب: ۳۷۔

☆ منہ بولے بیٹے سے پردہ ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص کسی کو منہ بولا بیٹا بناتا ہے تو اس کی بیوی اس سے پردہ کرے گی جیسا کہ حضرت سہلۃ بنتِ سہیل ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کا قصہ احادیث میں موجود ہے۔

☆ اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی کی طرف منسوب کرنا یعنی اپنی ولدیت میں باپ کے علاوہ کسی کا نام پکارنا سخت گناہ ہے اور شریعت نے اس سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی کی طرف منسوب کیا تو اس پر جنت حرام ہے۔'' [2]

البتہ اس مسئلہ میں دو چیزیں جائز ہیں:

1. کسی کو منہ بولا بیٹا بنا کر اس کو پیار اور محبت کی وجہ سے بیٹا کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے، شریعت نے اس سے منع نہیں کیا ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر لڑکوں کو مزدلفہ سے روانہ کر کے فرمایا:

''اے میرے بیٹو! جمرۂ عقبہ کو سورج نکلنے سے پہلے کنکریاں نہ مارنا۔'' [3]

2. جس پر منہ بولے باپ کی نسبت کنیت غالب آ جائے جیسا کہ حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ ابن اسود کے نام سے مشہور ہو گئے کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں ان کو اس نے منہ بولا بیٹا بنایا تھا، یہ فقط خالی الفاظ کا اطلاق تھا، اس میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ ''قرطبی'' میں ہے۔

[محمد بن ابراہیم آل شیخ]

کیا بہن کا ہدیہ قبول کرلوں؟

سوال میری ایک بہن شادی شدہ ہے اور اس کے حالات بھی ٹھیک ہیں۔ میرے والد صاحب کچھ عرصہ قبل فوت ہو گئے ہیں۔ والد صاحب کی جائیداد تقسیم ہونے لگی تو بقیہ تمام بہن بھائیوں نے اپنا حصہ لے لیا مگر میری مذکورہ بہن نے کہا کہ میں اپنا حصہ نہیں لوں گی کیونکہ

---

[1] ٤/النساء: ٢٣۔ [2] بخاری، کتاب الفرائض، باب من أدعی إلی غیر أبیه: ٦٧٦٧۔

[3] ابوداود، کتاب المناسك باب التعجیل من جمع، رقم: ١٩٤٠۔

میرے حالات ٹھیک ہیں۔ اس نے یہ حصہ مجھے میری شادی میں بطورِ تعاون مجھے ہبہ کر دیا۔ شریعت اس کے متعلق کیا کہتی ہے؟

جواب اگر آپ کی بہن صاحبِ شعور ہے اور اپنی خوشی سے آپ کو اپنا حصہ آپ کی شادی کے لیے بطور تعاون دے رہی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ کتاب وسنت کے دلائل میں اس بات کی رہنمائی موجود ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے مال سے اپنے عزیز واقارب اور رشتہ داروں کو کچھ ہبہ کر دیتی ہے تو اس میں شرعی طور پر کوئی قباحت نہیں ہے۔ جیسا کہ صاحبِ شعور عورت اگر اپنے مال میں سے صدقہ کرتی ہے تو وہ بالکل جائز ہے۔ [ابن باز]

نوٹ: ☆ میں مترجم عرض کر رہا ہوں کہ ہمارے ملک میں عام طور پر بیٹیوں اور بہنوں کو جائیداد اور وراثت میں حصہ نہیں دیا جاتا اور زمانہ جاہلیت کے اندھے قوانین کی یاد تازہ کرتے ہوئے انہیں ان کے حق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ قبل از اسلام اس ظلم کی دلیل یہ دی جاتی تھی کہ عورت کمزور ہے، نہ ہی جنگ میں شریک ہوتی ہے اور نہ ہی وہ کوئی سخت مشقت اٹھا سکتی ہے جبکہ آج کل کے نام نہاد مسلمانوں کا فلسفہ یہ ہے کہ ہماری بیٹی یا ہماری بہن اپنی جائیداد میں حصہ نہیں لیتی اور اس نے اپنے حصے کی زمین، اپنا پیسہ اور اپنی وراثت اپنی خوشی سے اپنے بھائی یا باپ کی جھولی میں ڈال دی ہے۔

قارئین کرام! جب بہن کو یہ یقین ہو کہ اگر میں نے اپنے حصہ کی زمین مانگی یا مکان و جائیداد میں اپنے حق کا مطالبہ کیا تو میرا بھائی یا میرا باپ زندگی بھر کے لیے میرے ساتھ بات کرنے کے لیے بھی تیار نہ ہوگا اور میرے گھر کی دہلیز پر قدم نہ رکھنے کی قسم اٹھائے گا تو وہ بیچاری کیسے مطالبہ کرے گی اور کیسے اپنا حق جتائے گی؟

ہم نے اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو ان کا جائز اور مکمل حق دینے کی بجائے جہیز جیسی لعنت کو اپنایا اور اس ہندوانہ رسم کو گلے سے لگایا اور بیٹیوں بہنوں کے حق پر ڈاکہ ڈالتے ہوئے انہیں محرومیت کی اندھی غار میں دھکیل دیا۔

ہمارے سکول کے ایک محترم استاد جو کہ میرے والد صاحب کے دوست بھی ہیں، اپنے والد صاحب کی بہت سی زرعی زمین کے وارث بنے مگر ظلم در ظلم یہ ہوا کہ ان کے دادا نے اپنی

ساری زمین اپنے بیٹے کے نام منتقل کروادی تھی جبکہ اپنی چار بیٹیوں کو محروم کر دیا۔ پھر اس بیٹے نے اپنی ساری زمین اپنے بیٹے یعنی مذکورہ استادِ محترم کے نام منتقل کر دی اور بیٹیوں کو کچھ نہ دیا۔ یہ بھی اکیلے ہی تھے جن کی تین بہنیں تھیں۔ والدِ گرامی کو اللہ نے الحمدللہ اصلاحی ذہن عطا فرمایا ہے، انہوں نے استادِ محترم سے اس معاملہ میں وقتاً فوقتاً بات شروع کر دی۔ والد صاحب ان کو مسلسل سمجھاتے رہے کہ اس زمین میں آپ کی بہنوں اور پھوپھیوں کا حق ہے، آپ ان کا حق ان کو دے دیں، ان شاء اللہ اللہ آپ کو اس نیکی کا اجر ضرور دیں گے اور آپ دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہو جائیں گے۔

وہ ان کو مسلسل سمجھاتے رہے اور خوفِ الٰہی سے ڈراتے رہے؛ کسی شاعر نے کہا ہے کہ:

؎ گر پتھر پہ پانی پڑے متصل
تو بلا شبہ گھس جائے پتھر کی سِل

آخر کار ان کی کوشش رنگ لائی اور استادِ محترم نے اس معاملہ میں اپنی بہنوں اور پھوپھیوں سے بات کی لیکن ازراہِ مروت انہوں نے انکار کر دیا۔ مگر جب انہوں نے پوری وضاحت کے ساتھ سمجھایا اور انہیں بتایا کہ یہ میرے اوپر بوجھ ہے، میں تو اللہ کے خوف سے آپ لوگوں کو آپ کا حق واپس کرنا چاہتا ہوں تو وہ سب کی سب تیار ہو گئیں۔ انہوں نے کھلے دل کے ساتھ سب کو ان کا حق ادا کر دیا۔ اللہ نے انہیں اس نیک عمل کی بنیاد پر کئی نعمتوں سے مالا مال کر دیا:

☆ وہ نماز کے قریب بھی نہ جاتے تھے لیکن اس کے بعد باقاعدہ نماز شروع کر دی۔

☆ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اور پھر دوبارہ اپنی بیوی کو لے کر حج پر گئے۔

☆ اپنے گھر کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد بنوائی جہاں پانچ وقت نماز اور جمعۃ المبارک کا اہتمام کروایا۔

☆ اللہ نے دل کا سکون اور اطمینان نصیب فرمایا۔

☆ پہلے داڑھی منڈواتے تھے مگر پھر سنتِ رسول ﷺ کو اپنے چہرے پر سجا لیا۔

☆ وہ ایک دن والدِ گرامی کو بتانے لگے کہ جس طرح اب میری بہنیں اور پھوپھیاں میری

دل سے قدر کرتی ہیں اور مجھے خاندان میں عزت اور وقار حاصل ہوا ہے وہ پہلے نہ تھا۔

ہم ایسے لوگوں کی خدمت میں عرض کرنا چاہیں گے جو یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ ہماری بیٹیوں یا بہنوں نے تو اپنا حصہ لینے سے انکار کر دیا ہے، کہ آپ پہلے ان کا حصہ ان کے نام پر منتقل کریں، انہیں ان کے حصے کا وارث بنائیں، زمین، پلاٹ، جائیداد یا مکان میں ان کو شریک کریں اور ان کا حصہ ان کے قبضہ میں دیں۔ جب جائیداد ان کے نام منتقل ہو جائے اور وہ اس کی وارث بن جائیں، اپنا مال یا اپنا حصہ اپنے قبضہ میں لے لیں تو اس کے بعد وہ اگر کسی کو ہبہ کریں تو ان کی مرضی ہے بشرطیکہ ان پر کوئی دباؤ نہ ہو۔ لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس ہو کہ بیٹیوں یا بہنوں کو ان کے حق سے زبردستی محروم کر دیا جائے، یا ان کو قطع تعلقی کی دھمکی دے کر ان کا حصہ ہتھیا لیا جائے تو پھر یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا آدمی قیامت کے روز بارگاہِ الٰہی میں ایک مجرم کی حیثیت سے حاضر ہو گا اور بیٹی یا بہن اس سے اپنے حق کا مطالبہ کر رہی ہو گی۔ مگر اس کے پاس دینے کے لیے کچھ نہ ہو گا ماسوائے نیکیوں کے اور جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو حقداروں کے گناہ اس پر ڈال کر اسے عذاب الیم سے دو چار کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں کامیاب لوگوں میں شامل فرمائے۔ آمین



مسلمان خاندان

اسلام کی آغوش میں